UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188915
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 9105 [illegible] 10 Accession No. ١٠٤٣٩ 10439

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

[illegible] دبی کا

[illegible] نمائے دہ

[illegible]

۲ ۱۰-۵۳۹

مختصر فہرست کتب بک ایجنسی و دیگر اشیاء متعلقہ افضل المطابع دہلی

حضرات ناظرین! ہم اور اشتہار والوں کی طرح چنیاں اور چنیں کو پسند نہیں کرتے صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ ہمارے ہاں ہر قسم کی عربی فارسی اردو پشتو اور سنسکرت وغیرہ مختلف کتابیں ہمیشہ چھپتی رہتی ہیں۔ طویل فہرست سے آپکو معلوم ہو جائیگا کہ ہماری ایجنسی جمیع علوم و فنون کا ذخیرہ رکھتی ہے اسلامی اور انگریزی مدارس کی کتابیں مولانا حالی اور شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب و شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ کا پورا سلسلہ اور اکثر مشہور ناول آپکو ہماری معرفت بکفایت ملینگے۔ مترجم و بے ترجمہ قرآن مجید متبرک مقامات کے نقشے۔ دہلی بمبئی لندن کا خط لکھنے کا کاغذ لفافے۔ دہلی کی ساخت کی مشہور چیزیں۔ سادہ کاری زیور۔ ٹوپیاں جوتے۔ گھنٹے گھڑیاں اور رنگ کے علاوہ دیگر ضروریات احتیاط روانہ کر سکتے ہیں کتابوں کے علاوہ دیگر اشیاء کی درخواست کے ساتھ نصف قیمت پیشگی آنی چاہئیے۔ ۵۰ روپیہ سے زائد کے خریدار کو جسقدر تعداد خریداری کی ہوگی اسی قدر زیادہ کمیشن دیا جائیگا۔ نیز ہمارے مطبع میں چھپائی بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے خوشخطی کا اہتمام بلیغ کیا گیا ہے۔ اردو عربی فارسی کتابیں عمدگی اور صفائی اور صحت کے ساتھ ہم اپنی ذمہ واری سے چھاپتے ہیں۔ سب سے بڑھکر اسبات کا ہے کہ اہل فرمائش کی خدمت میں انکی فرمایش وغیرہ ٹھیک وعدہ پر بھیجی جاتی ہے بارہنمہ چھپائی کا نرخ بھی گراں نہیں ہے جو خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے جو صاحب اپنی کتاب اس مطبع میں چھپوائینگے بشرطیکہ تعداد ۵ جزو سے کم نہو کی کتاب کا اشتہار جو تقریباً ۳ سطر کا ہوگا افضل الاخبار میں ایک بار شایع کیا جائیگا۔ اگر کوئی صاحب اپنی مانند تصنیف اپنی لاگت سے نہ چھپوا سکیں تو بشرط پسند مطبع اپنی لاگت سے چھاپ سکتا ہے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب

سوانح بندہ نواز

اسمیں حضرت خواجہ محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی کے حالات پیدایش نسب نامہ شجرہ شریف۔ تحصیل علم۔ حضرت روشن چراغ دہلی سے فیض حاصل کرنا آپکے اخلاق و علم کا بیان۔ وجہ تسمیہ بندہ نواز گیسو دراز ترک دہلی۔ آپکے کرامات گلبرگہ شریف میں تشریف لیجانا اور لوگوں کو فیض پہونچانا۔ اور آپکے وصال وغیرہ کا حال بہت عمدہ طور پر لکھا گیا ہے آپکے ملفوظات عجیب غریب تصوف کی دقیق اور بکار آمد باتیں درج کی گئی ہیں۔ مثلاً مزارات وغیرہ سے بیعت شناخت شیخ زمیں بوسی مشایخ۔ اقسام خلافت۔ تبرکات۔ معاملات اولیاء اللہ شناخت فقراء اصلی و مصنوعی صفت مراقبہ۔ تعریف سماع۔ حال صوفیہ کرام کی تعریف۔ صورت بیعت۔ تحقیق اصل خرقہ مشایخ سرعت سیر الی اللہ کشف اولیاء اللہ وغیرہ وغیرہ بہت سے مفید اور ضروری مسائل ایسے لکھے گئے ہیں شائقین تصوف کیلئے اور اہالیان ملک دکن کے لئے خصوصاً۔ نہایت مفید ہیں۔ قیمت ۸ر

بڑی سوانح عمری حضرت خواجہ معین الدین

چشتی حسن سنجری الاجمیری رحمۃ اللہ کے حالات میں مختلف طور پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر جو حالات ابتدا سے انتہا تک سلسل اس کتاب میں لکھے گئے ہیں وہ دوسری کتاب میں ہرگز نہیں ملسکتے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز سب سے بعد تیار کی جاتی ہے اوس میں تمام پہلے نقصوں کو رفع کرکے تکمیل کیجاتی ہے۔ یہ فقط سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ عارفانہ جذبات اور صوفیانہ ذوق و شوق بڑھنے کا عجیب نظارہ اور حسب اصطلاح تصوف والوں کے انسان کامل بنانے کا ذریعہ ہے اسمیں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین رح کے مفصل حالات نسب نامہ مادری و پدری چشت کی وجہ تسمیہ سلسلہ طریقت پیدایش کا حال دنیا کو ترک کرکے سفر اختیار کرنا بزرگان وقت اور خواجہ عثمان ہارونی رح سے فیض حاصل کرنا۔ قطب المشایخ کا خطاب پانا شہر سبزوار میں محمد کو فیض پہونچانا بلخ کے حکیم ضیاء الدین فلسفی کو مرید کرنا مردہ و زندہ کرنا آگ کا گلزار بنانا ہندوستان میں تشریف لانا اجمیر شریف میں قیام فرمانا اور راجہ پتھورا اور جیپال جوگی کا واقعہ آپکی صدہا کرامتیں اور آپکے وصال آپکی اولاد کا حال درگاہ شریف مسجد شاہجہانی اور ڈھائی دن کے تعمیر ہونیکے حالات مع نقشہ جات کے فاتحہ وغیرہ غرضیکہ نہایت میں بڑی دلچسپ کتاب ہے

سعادت الکونین فی

آجتک اس تذکرہ سرتاپا الم کے متعلق کتب چھپی ہیں افراط و تفریط سے خالی ہیں نظر بریں ہمنے نہایت یہ کتاب سعادت الکونین فی فضائل مفصل چھپائی ہے جسکی ہر ایک اور تاریخ کی معتبر کتابوں سے لی اور موافقوں کی رعایت ہرگز کتاب کو بغیر ختم کئے نہیں رکھ سکے اسکی قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے

جواہر الایقان فی

فاتحہ سوم چہلم محفل میلاد کے عقائد فاسدہ کا رد جسکا مدلل کچھ ذکر نہیں اس سے بہتر کوئی ہے

باب اول

(قدیم دہلی کی تاریخ)

کسی شہر کی تاریخ یا تذکرہ لکھنے کے یہ معنی ہین کہ وہان کے سلاطین امرا فضلا اور دنیا کے نامور و مشہور علما کے تفصیلی حالات شہر کے عظیم الشان انقلابات اُسکے بڑے بڑے قیامت زا تغیرات اُسکی ترقیان اُسکے تنزل اُسکی قابل دید عمارات مشہور محلات معابد و مساجد غرض تمام باتین بالالتزام قلمبند کیجائین جیساکہ شہر دمشق اور شہر بغداد وغیرہ کی تاریخین اسوقت ہماری پیش نظر ہین حافظ ابو القاسم علی بن حسن عسکری نے شہر دمشق کی تاریخ کامل اسّی جلدون مین لکھی ہے اور ان تمام باتون کو التزاماً کما حقہ نباہا ہے اسیطرح ابو بکر خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد دس ضخیم جلدون مین تیار کی ہے مگر افسوس ہے کہ ہمین دہلی جیسے عظیم الشان اور قدیم شہر کی آج ایک تاریخ بھی ایسی دستیاب نہین ہوسکتی جس سے اُسکی پوری تاریخ کا پتہ چل سکے بیشک ضرورت او سخت ضرورت تھی کہ علماء ہندوستان مین سے کوئی حوصلہ مند اور واقف کار عالم دہلی کی بھی ایک ایسی ہی مکمل تاریخ لکھتا جیسے دیگر اسلامی شہرون کی لکھی گئی ہے کیونکہ جب تاریخ کی طرف عام توجہ کیجاتی ہے تو ہمین بہ نسبت دیگر مقامات کے یہان دلچسپی کے بہت کچھ سامان نظر آتے ہین۔ آثار قدیمہ کے لحاظ سے ایشیائے دنیا مین کوئی شہر اس شہر کی ہمسری کا دعوے دار ہرگز نہین ہوسکتا اور اگر ہو بھی تو اُسکا یہ دعوی تسلیم نہین کیا جاسکتا سچ یہ ہے کہ یہان کی ایک ایک ٹھیکری قدامت کی مجسّم تاریخ ہے سولو شہر کے ویرانون مین اسوقت تک سیکڑون خزف ریزے ملتے ہین جنمین کئی کئی ہزار برس قبل کے حروف و نقوش کندہ ہوتے ہین افسوس اور نہ صرف افسوس بلکہ سخت حیرت ہے کہ اسلامی مورخون نے ایک ایسے عظیم الشان خوشنما دلچسپ منظر شہر کی تاریخ کی طرف کیون توجہ نہین کی جو قدامت سے علوم و فنون کا مرکز اور نامور و مشہور تاجدارون کا معرکہ آرا رہا ہو۔

آج ہم دہلی مین جاتے اور اُسکے اطراف و جوانب مین پھرتے ہین تو منہدم اور ٹوٹی ہوئی عمارتون اور قدامت کے مار کہائے ہوئے

مقامات سے حسرت نصیبی اور بیکسی کا عجب عالم خموشان نظر آتا ہے ہر عمارت جو کچھ زبان حال سے کہہ رہی ہے اگر اسکی طرف دل لگاکے کان لگائے جاتے ہین تو یہ الفاظ صاف سُنائی دیتے ہین کہ او غریب دہلی تو ایسی بیکس اور حسرت نصیب ہے کہ اب تو تیرے زوال کا زمانہ ہے جب تو اُس دولتمند ملکہ کی مانند ہو گئی ہے جو ترقیان کر رہی تہی اور انتہا سے زیادہ عروج پر تہی اُسوقت بہی کوئی شخص تیری بات پوچہنے والا نہ تہا۔"

یہ ایک عام روایت ہے اور جہان تک ہم نے سُنا ہے ہم کہہ سکتے ہین کہ اکثر لوگون کی یہی رائے ہے کہ دہلی ایک قدیم شہر ہے اور ہمیشہ سے باشان و شوکت اور پُر رونق رہا ہے لیکن اسے زیادہ عظمت و شان اور وسعت آبادی رونق خاندان تیموریہ کے چہٹے تاجدار شاہجہان کے بعہد سے ہوئی موجودہ عمارتین جو قدامت کی یادگار کی حیثیت سے اس زمانہ تک باقی ہین اور اپنے اگلے اسلامی جبروت اور جاہ و جلال کو اُبہار اُبہار کر دکہا رہی ہین اُنمین جو زیادہ قابل قدر اور باعث استعجاب ہین اُنکا اصلی بانی اور درحقیقت موجد شاہجہان ہی تہا لیکن ہمین معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیاس غلط ہے اگر ہم تاریخون کے ورق اُلٹکے نہ بہی دیکہین تاہم اپنے قیاسی گہوڑا دوڑانے سے کام لیکے کہہ سکتے ہین کہ دہلی کی رونق خاندان مغلیہ سے پہلے ہی بہت ترقی پر تہی اور یہان کا دربار ان لوگون کا بڑا با جاہ و جلال دربار خیال کیا جاتا تہا۔

ہم چاہتے ہین کہ تاریخون کے صفحات اُلٹکے دہلی اگلی رونق اور گذشتہ چہل پہل اپنے کرمفرما اور معزز ناظرین کو دکہائین اور اپنے ہموطنون کو ایک عبرت اور درد انگیز افسانہ سنا کے متاثر کرین لیکن بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ ہمین اس امر مین اُن تاریخون اور تذکرون سے زیادہ مدد نہین ملسکتی جو خاص ہندوستان کے اسلامی مورخون نے لکہی ہین ہان اگر ہم غیر ولایتون کے آنیوالون اور مشہور سیاحون کے سفرنامون کی طرف توجہ کرین تو غالباً ہمین کامیابی کی امید ہوسکتی ہے خاص دہلی کی تاریخ اول تو لکہی ہی نہین گئی اور کسی ہندوستانی مورخ نے اسکی طرف توجہ کی اگر کچھ پتہ چلتا ہے تو اُن تواریخ سے چلتا ہے جو ہندوستان کی عام پولیٹیکل حالت کے متعلق لکہی گئی ہین لیکن اسمین بڑی دقت یہ ہے کہ ان حالات کے متعلق جو کتابین مرتب کیگئی ہین اُنمین سے اکثر دستیاب نہین ہوسکتین اور اگر ہزار تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہو بہی جائین تو یہ ظاہر بات ہے کہ کسی منفرد کوشش کو کبہی پوری کامیابی حاصل نہین ہوتی اس بنا پر دہلی کے متعلق جسقدر حالات اس کتاب مین قلمبند ہونگے وہ یا تو بعض ہندوستانی تاریخون سے ماخوذ ہونگے یا مشہور سیاحون کے سفرنامون سے خاندان مغلیہ دور کے ابتدائی اور وسطی زمانون مین بعض اہل یورپ بہی یہان آئے تہے جنہون نے اُس عہد مین دہلی کا تماشہ دیکہکے اپنے سفرنامون مین اُس اگلی سوسائٹی کی تصویرین دکہائی ہین جنہین اپنی آنکہون سے دیکہا تہا۔

اس دعوے کے ثبوت مین ہم معزز ناظرین کے سامنے صرف اُن دو مورخ سیاحون کی شہادت پیش کرتے ہین جنہون نے دہلی مین آکے اپنے چشم دید حالات قلمبند کیے ہین اسلامی مصنفون مین ابن بطوطہ کے سوا ہمکو کوئی سیاح مورخ معلوم نہین

دہلی کی قدیم عظمت پر سیاحوں کا بیان

دہلی کے حالات ابن بطوطہ کی زبانی — حصہ اول دہلی قدیم

جس نے دہلی کے قدیم حالات اور اگلے درباروں کی عظمت و شان چشم خود دیکھے ہون - ابن بطوطہ نے ۷۳۴ھ ہجری مین اِس شہر کو دیکھا اُسوقت اسلامی حکومت تہی اور سلطان غیاث الدین تغلق کا فرزند رشید سلطان محمد شاہ اپنے باپ کے مرنیکے بعد تخت حکومت پر جلوہ آرا تہا وہ لکہتا ہے کہ قصبہ پالم جو سلطان عصر کے ایک بہت بڑے مشیر او معزز و مقرب سید شریف ناصر الدین مطہری نامی کی جاگیر مین تہا مین وہان سے روانہ ہوکر دوسرے روز ہندوستان کے قدیم دار الخلافہ دہلی مین داخل ہوا یہ ایک نہایت عظیم الشان شہر ہے آبادی سے قطع نظر کرکے اگر صرف خوبصورتی اور مضبوطی کو دیکہا جاتا ہے تو دونون باتون کے لحاظ سے تمام ہندوستان مین اپنا نظیر نہین رکہتا جیسی مضبوط اور مستحکم شہر پناہ دہلی کے گرد بنی ہوئی ہے ویسی عمدہ اور مضبوط شہر پناہ دنیا کے کسی شہر مین نہین اس لحاظ سے مین کہہ سکتا ہون کہ تمام بلاد ہندوستان اور صرف بلاد ہندستان بلکہ کل مشرقی دنیاے اسلام کے شہرون پر دہلی کو ترجیح اور جو عجیب و غریب عمارتین مین نے یہان دیکہی ہین اُنکے اعتبار سے تو یہ اپنا آپ ہی نمونہ ہے اسوقت دہلی چار مختلف حصون مین منقسم ہوگئی ہے جو قریب قریب اور ایکدوسرے سے ملے ہوے ہین وہ حصہ جو خاص دہلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے دہلی کا قدیم شہر ہے جسے ابتدا مین آریہ ہندون نے آباد کیا اور فاتحان غوری کے زمانہ تک ہندون کا پایہ تخت تہا مسلمانون نے ابتدا ہی مین اسکو نگاہ تسخیر سے دیکہا تہا چنانچہ سب سے پہلے جن لوگون نے اسکی شہر پناہ کے آہنی دروازہ پر تلوار ماری وہ تاتاری پٹہان تہے اسکے بعد اور لوگون نے بہی یکے بعد دیگرے اسپر حملے کیے لیکن آریہ ہندون کا خاتمہ فاتحان غوری کے ہاتہ سے ہونیوالا تہا جنہون نے ۵۸۴ھ ہجری مین اس عظیم الشان دار السلطنت کو فتح کیا اور بتون کو توڑ پہوڑ کر اُنکی جگہ علم اسلام بلند کیا۔

شہر کا دوسرا حصہ سیری کہلاتا ہے اور یہی دار الخلافہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو پیشتر سلطان علاؤ الدین اور اُسکے فرزند قطب الدین کا ایک زمانہ تک پایہ تخت رہا ہے شہر کا یہ حصہ سلطان وقت نے غیاث الدین کے حوالہ کردیا تہا جو خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کا نواسہ تہا۔

شہر کا تیسرا حصہ تغلق آباد کہلاتا ہے جسکی سلطان غیاث الدین نے بنیاد ڈالی تہی اور اُسکے فرزند سلطان محمد تغلق نے جس کے زمانہ مین مجہے اس شہر مین آنیکا موقع ہوا عجیب طرح سے اُسے آراستگی دی ہے تغلق آباد کی بنیاد پڑنے اور اسکے تعمیر ہونیکی ایک عجیب حیرت انگیز حکایت مجہے یہان کے لوگون سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ غیاث الدین تخت نشین ہونے سے پیشتر سلطان قطب الدین کے امراء دربار مین تہا اور دربار شاہی مین بڑی قدر و منزلت رکہتا تہا سلطان قطب الدین اس سے خوش رہتا تہا اور تمام دربار مین قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکہا جاتا تہا۔ اتفاق سے ایکدن سلطان قطب الدین سوار ہوا اور اُسکا ایک نہایت خوشنما منظر اور دلچسپ مقام پر گذر ہوا۔ غیاث الدین نے بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا کہ "جہان پناہ اگر اس خوش سواد مقام پر قصر شاہی اور شہر آباد ہوتا تو بہت ہی زیبا تہا" اُسپر قطب الدین نے استہزا کے لہجہ مین کہا "اچہا

جب تم بادشاہ ہوگے تو ایسا ہی کرنا۔ یہ ایک اتفاقیہ امر ہے کہ جب قطب الدین نے سفر آخرت اختیار کیا تو تاج شاہی غیاث الدین ہی کے سر پر رکھا گیا اور یہی وارث تخت و تاج قرار دیا گیا اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے دل مین کہا کہ جب خدا تعالے نے میرے ولی نعمت کی تمنا پوری کر دی تو مجھے بہی اس کا قول پورا کرنا چاہیے لہذا اُسنے اس شہر کی بنیاد ڈالی اور نہایت عظمت و شان سے آباد کیا۔

شہر کا چوتھا حصہ جہان پناہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے خود سلطان محمد تغلق اور اُسکے ارکان دولت و امرا اسی حصہ مین رہتے ہین۔ سلطان محمد تغلق ایک بڑا اولوالعزم اور عالی نظر اور حوصلہ مند بادشاہ تہا اُسنے اپنی تخت نشینی کے بعد ارادہ کیا تہا کہ ایک ایسی وسیع اور عظیم الشان شہر پناہ بنائی جائے کہ قطع نظر یادگار زمانہ ہونیکے شہر دہلی کے چارون حصون کو اپنے اندر لے چنانچہ اسکا سلسلہ شروع کر بہی دیا گیا تہا مگر بوجہ کثرت مصارف کے بغیر تکمیل کو پہونچے ترک کر دیا گیا۔

دہلی کی قدیم شہر پناہ جو آثار قدیمہ کا ایک بڑا نمونہ ہے ایسی مضبوط اور مستحکم ہے کہ اُس جیسی عجیب و غریب اور مضبوط شہر پناہ دنیا کے کسی شہر کے گرد نہو گی۔ دیوارون کا آثار گیارہ گز تک کا دیا گیا ہے اور جسقدر شہر کے گرد دیوارین ہین سب اسی قدر چوڑی ہین اُنمین جا بجا مکانات اور حجرے بنے ہوے ہین جنمین محافظین شہر اور اکثر اہل پولیس رہتے ہین۔ شہر پناہ کے اندر بہت سے غلہ کے کہتے ہین جنمین غلہ نہایت حفاظت سے رہا کرتا ہے اور بعض جگہ اسی شہر پناہ مین آلات حرب اور اسلحہ جنگ کے تمام ضروری سامان بہی فراہم رہتے ہین۔ شہر پناہ کی دیوارین اگرچہ نیچے کی جانب سے بہت چوڑی ہین مگر اوپر جاکر صرف اتنی وسعت چھوڑی گئی ہے کہ دو سوار نہایت آسانی سے برابر دوڑ سکین اوپر کیجانب دیوار کا ایک ایسا حلقہ قائم کیا گیا ہے جسکی وجہ سے دوڑنیوالے سوار شہر کیطرف سے تو نظر آسکتے ہین لیکن باہر کیجانب سے کوئی اُنہین نہین دیکھہ سکتا نیچے کا حصہ پتھرون سے قائم کیا گیا ہے اور اوپر کی دیوار اینٹ اور چونے سے بنائی گئی ہے ہر بلندی پر قریب قریب ہے جون کا ایک ہموار اور مسطح سلسلہ چلا گیا ہے جو نہایت ہی خوشنما اور بہت بکار آمد ہے۔ شہر پناہ کے چھوٹے بڑے دروازے سب ۲۸ ہین جنمین سب سے بڑا دروازہ بداون دروازہ کے نام سے نامزد ہے باقی ایک منڈی دروازہ ایک گل دروازہ ایک شاہ دروازہ غزنی دروازہ پنجابی دروازہ ہے جسکے باہر دہلی کا قبرستان ہے یہان کا قبرستان بہی بہت عمدہ اور دیرپا ہے اکثر قبرون پر خوشنما گنبد بنے ہوے ہین اور جس قبر پر گنبد نہین تو وہان ایک یا کئی طاق نہایت خوبصورت ضرور بنے ہوے ہین جا بجا پہولدار درخت لگے ہوے ہین جنسے قبرستان ہمیشہ مہکا کرتا ہے اور طرح طرح کی بیلین چل رہی ہین جن سے اس طرف کے آنکلنے والے مسافرون کو اکثر ایک بڑے سبزہ زار کا دہوکا ہوتا ہے۔

یہان ایک جامع مسجد ہی جسکی صناعی دیکھنے کے قابل ہے مسجد بہت بڑی ہے اوسکے آگے وسیع و دلکشا صحن ہے دیوارین اور چھتین فرش سب سنگ مرمر کی ہین جنہین عجب صنعت سے ہموار کیا گیا اور سیسہ پگہلا کر پتہرون کی جوڑائی کی گئی ہے جس سے زیادہ مضبوط جوڑ اور کسی طرح ہوہی نہین سکتا۔ اس مسجد پر پتہر کے تیرہ گنبد ہین جن کا قطر اور ارتفاع بہت ہے۔ ممبر ہی پتہر کا ہے چارون طرف جو عمارت قائم ہے وہ بہی پتہر ہی کی ہے غرض کہ یہان پتہر کے سوا لکڑی کا نام ہی نہین ہے مسجد کے وسط صحن مین ایک عجیب و غریب ستون قائم ہے جسکی نسبت باوجود تحقیق کے ابہی معلوم نہین ہوسکا کہ کس دہات کا بنا ہوا ہے۔ بعض جہاندیدہ و تجربہ کار ہندوستانیون نے مجہسے بیان کیا کہ سات قسم کی دہاتون کو ترکیب دیکر ایک نئی دہات بنائی جاتی ہے جسے ہماری زبان مین ہفت جوش کہتے ہین اسی دہات سے یہ ستون بہی بنایا گیا ہے اس ستون کے تہوڑے حصہ کو جلا بہی دیگئی ہے جسے نہایت شفاف کیا تہا تہوڑی دور تک اپنی شعاعین ڈالتا ہے۔ مضبوط اسقدر ہے کہ نہ تو کسی قسم کا آلہ اُسے کاٹ سکتا ہے نہ کوئی لوہا اثر کرسکتا ہے ستون کا ارتفاع قریباً تیس ہاتھ ہے اور اسکا دور مین اپنے عمامے سے ناپا جسقدر حصہ اسکی لپیٹ مین آیا وہ آٹہہ گز تہا مسجد کے مشرقی دروازہ پر تانبے کے دو بڑے بت پڑے ہوے ہین جو پتہر کی زمین مین جمکر وصل ہوگئے ہین

جس مقام پر یہ مسجد بنی ہے وہان ہندوؤن کا قدیم معبد یعنے بتخانہ تہا فاتحان اسلام نے دہلی فتح کرنیکے بعد اُسے مسجد بنالیا۔ مسجد کے شمالی سمت خاص صحن مین ایک مینار ہے اور اتنا بڑا ہے جسکی نظیر سے بلاد اسلام کے تمام حصے خالی ہین یہ حیرت انگیز اور عجیب و غریب مینار (جسے اس زمانہ کے لوگ قطب صاحب کی لاٹ سے یاد کرتے ہین) نیچے سے اوپر تک سرخ پتہر سے بنایا گیا ہے خوشنمائی اور استحکام کے علاوہ مینار کے پتہرون مین یہ عجیب لطف دکہایا گیا ہے کہ اُن پر طرح طرح کے نقش و نگار اور قرآن مجید کی مختلف آیتین بخط کوفی کندہ کیگئی ہین (لوگون کا بیان ہے کہ مینار کے پتہرون پر سارا قرآن مجید کندہ کیا ہوا ہے) مینار اگرچہ نیچے سے لیکر اوپر تک سنگ سرخ سے بنایا گیا ہے مگر اسکی چوٹی کا سب سے اوپر کا حصہ سنگ مرمر کا ہے اُسکے کنارون اور حاشیون پر سونے کا نہایت نفیس و نازک کام بنایا گیا ہے۔ اسکی بلندی پر چڑہنے کیلئے اتنا وسیع رستہ رکہا گیا ہے کہ ہاتہی باوجود اسقدر تن و توش کے آسانی چڑہ سکتا ہے بلکہ ایک ایسے مستند شخص نے جسپر مین کبہی جہوٹ کا الزام لگانیکی جرأت نہین کرسکتا مجہسے بیان کیا کہ جن دنون یہ مینار بن رہا تہا مین نے اپنی آنکہون سے دیکہا کہ پتہرون سے لدے ہوے ہاتہی اس پر چڑہتے اور اُترتے تہے۔

اس مینار[۱] کا بانی سلطان غیاث الدین بلبن کا پوتا اور سلطان ناصر الدین کا بیٹا سلطان معز الدین ہے جس نے نہایت حوصلہ مندی اور فراخ دلی کیساتہہ اسے تعمیر کیا لیکن جب سلطان قطب الدین خلجی کا دور دورہ ہوا اور تاج شاہی اُسکے سر پر

نوٹ۔ [۱] موجودہ تواریخ ابن بطوطہ کے اس بیان کے برخلاف ہین اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ اس مینار کا اصل بانی قطب الدین ایبک ہے اور تکمیل کو پہونچانیوالا شمس الدین التمش جیسا کہ آگے چلکر مفصلاً معلوم ہوگا ۱۲۔

رکھا گیا تو اُس نے عزم کیا کہ اس مینار کے بالمقابل مغربی حصہ صحن میں ایک اور مینار قائم کیا جائے جو ارتفاع و بلندی میں پہلے مینار سے زیادہ بلند اور بڑا ہو چنانچہ اُسنے بڑے بڑے صناعوں اور ماہر معماروں کو طلب کر کے دوسرے مینار کی تعمیر کا حکم دیا اور ساتھہ ہی تعمیر کا کام شروع ہی کر دیا ابھی مینار کا تیسرا ہی حصہ بنکر تیار ہوا تھا کہ سلطان علاء الدین خلجی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک گیا اور قبل تکمیل کے سفر آخرت کر گیا۔

سلطان قطب الدین خلجی کے بعد جب سلطان عصر یعنے محمد تغلق کا دور دورہ ہوا تو اُس نے مینار کی تکمیل کا عزم کیا مگر پہر معلوم کس وجہ سے منحوس خیال کر کے چھوڑ دیا ورنہ کچھہ شک نہیں کہ یہ مینار دنیا کے عجائبات میں سے ہوتا اس مینار کی ارتفاع اور بلندی پر چڑھنے کا رستہ اندر سے اسقدر چوڑا رکھا گیا تھا کہ ایک ساتھہ تین ہاتھی برابر چڑھ سکتے تھے اور مثلث جسقدر بنا ہے پہلے مینار کی بلندی میں برابر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر تکمیل کو پہنچ جاتا اور پورا بنکر تیار ہو جاتا تو پہلے مینار سے دگنا اونچا ہوتا ایکدفعہ مجھے اسپر چڑھنے کا اتفاق ہوا تھا وہاں سے شہر کے تمام بڑے بڑے مکانات مجھے اسطرح نظر پڑے کہ گویا سب کے سب چاروں طرف حلقہ کئے ہوے ہیں شہر کی فصیل باوجود اپنی رفعت اور بلندی کے نہایت ہی پست اور چھوٹی سی معلوم ہوتی تھی اور اچھے خاصے توانا و تندرست اور قوی ہیکل آدمی اسکی جڑ میں کھڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے بچوں کے برابر دکھائی دیتے تھے۔ اس نا مکمل مینار کی بلندی جسقدر ہے اسکی جڑ سے کسی کو خیال بھی نہیں ہوتا ہے کیونکہ اُسکا دور اور پہیلاو اتنا وسیع ہے کہ کوئی نیچے سے دیکھکے اتنا بلند نہیں خیال کر سکتا جتنا کہ واقع میں بلند ہے۔

سلطان قطب الدین خلجی نے اپنے عہد سلطنت میں ارادہ کیا تھا کہ شہر دار الخلافہ یعنے شہر سیری میں ایک جامع مسجد تعمیر کرے جو رفعت و شان اور استحکام و خوبصورتی میں تمام دنیا کی عمارتوں سے بڑھ چڑھکر ہو مگر بجز سامنے کی دیوار اور محرابوں کے کچھہ نہ بنا سکا۔ اس مسجد میں چار قسم کے پتھر لگائے گئے تھے جو بڑے قیمتی اور اعلے درجے کے تھے سنگ سرخ۔ سنگ مرمر۔ سنگ موسیٰ۔ سنگ سبز حقیقت میں اگر یہ تکمیل کو پہونچ جاتی اور جس قسم کی بنیاد ڈالی گئی تھی اسی طرح پوری ہوتی تو کچھہ شک نہیں کہ صرف مشرقی بلاد میں نہیں بلکہ ساری دنیا کی کوئی عمارت اسکی برابری کا دعوےٰ نہ کر سکتی سلطان محمد نے اسکی تکمیل کیطرف بھی عنان توجہ موڑی لیکن جب کاریگروں اور معماروں کو بلا کر صرف مزدوری کا اندازہ کرایا تو معلوم ہوا کہ فقط مزدوری میں پینتیس لاکھہ روپیہ صرف ہوگا سلطان محمد اور معمار کو بسیار قیاس کرنے کے اپنے ارادے سے دست برداری کی لیکن مجھسے خلص سلطان کے بعض معتمد مقربین نے بیان کیا کہ سلطان محمد سے جو اپنے ارادہ سے دست بردار نہیں ہوا کہ وہ ان مصارف کے بار کا متحمل نہ ہو سکتا تھا بلکہ بدشگونی کے خیال سے اپنا ارادہ فسخ کر ڈالا اور بدشگونی یہ کہ سلطان قطب الدین جو اصل بانی اسکی تعمیر شروع کرتے ہی مار ڈالا گیا تھا۔

حوض شمسی

شہر کے باہر ایک بہت بڑا حوض ہے جس کا طول دو میل اور عرض ایک میل کا ہے یہ حوض سلطان شمس الدین التمش کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اس کا پانی صاف و شفاف ہونے کے علاوہ نہایت خوشگوار اور ہاضم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل شہر اسی کا پانی پیتے ہین یہ حوض عیدگاہ کے متصل واقع ہے اور اسکے مغربی کنارہ پر جدہر عیدگاہ ہے پتھر کے نہایت صاف اور خوبصورت گھاٹ بنے ہوئے ہین اور جابجا چبوترون کی شکل مین دکانین بھی ہین جو تلے اوپر بنتی چلی گئی ہین ہر دوکان کے نیچے زینہ کا سلسلہ گیا ہوا جو پانی کے اندر تک اترتا چلا گیا ہے۔ اسی طرح ہر دوکان کے پہلو مین ایک بڑا گنبد تعمیر کیا گیا ہے جسکی عمارت مین منقش پتھر لگایا گیا اور جابجا پچی کاری کی ہوئی ہے یہ گنبد دو منزلہ ہے یعنے تلے اوپر دو درجے قرار دیئے گئے ہین جو نہایت مناسب و موزون طریقہ سے واقع ہوئے ہین۔ اگرچہ وہان تک پہونچنے کا رستہ بھی بنایا گیا ہے اور ہر شخص اس رستہ سے چلکر برج مین پہونچ سکتا ہے لیکن برسات کے موسم مین جب پانی زیادہ ہوجاتا ہے تو یہ رستہ بند ہوجاتا ہے اور ان دنون لوگ صرف کشتیون کے ذریعہ سے وہانتک پہونچ سکتے ہین۔ اسی برج مین ایک مختصر سی مسجد بھی ہے جہان اکثر اوقات فقرا و متوکلین سکونت پذیر ہوتے ہین جب پانی خشک ہوجاتا اور حوض کے کنارے جابجا سے سوکھ جاتے اور زمین کھلجاتی ہے تو اسمین اکثر گنے۔ کھیرے۔ ککڑی۔ کچرے۔ تربوز اور خربوزے کی کھیتی ہوتی ہے۔ خربوزہ چھوٹا مگر نہایت شیرین ہوتا ہے۔

ایک اور حوض

حوض شمسی کے علاوہ شہر کے حصہ سیری یعنے دار الخلافہ اور قدیم دہلی کے مابین ایک اور حوض بھی ہے جو اس حوض سے بہت بڑا ہے اسکے گرداگرد چالیس برج نہایت خوشنمائی اور عظمت و شان کیساتھ بنائے گئے ہین جو مسافرون اور سیاحون کے لئے آثار قدیمہ کا ایک عمدہ نمونہ پیش کرتے ہین۔ اس حوض کے چارون طرف اہل طرب و ارباب نشاط کے مکانات بنے ہوئے ہین اور انکی سکونت کی وجہ سے اس مقام کو طرب آباد کہتے ہین یہان اہل طرب کا ایک بہت بڑا بازار بھی ہے جس مین شام سے کچھ پہلے اہل طرب و شاہدان بازاری کے جمگھٹے لگتے اور بڑی چہل پہل رہتی ہے اس بازار مین ایک جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کے علاوہ اور بہت سی چھوٹی چھوٹی مسجدین ہین جو خاصکر رمضان کے مہینے مین بڑے زور شور سے آباد رہتی ہین یہ ایک عجیب بات مینے وہان کے معتبر لوگون سے سنی کہ جو طوائف اور بازاری عورتین اس حلقہ مین سکونت پذیر ہین سب رمضان کے متبرک مہینے مین ان مسجدون مین جمع ہوکر نماز تراویح پڑھتی ہین اور انکے بہت سے امام معین ہین جو یہان کی امامت کیا کرتے ہین عورتین تعداد مین بہت ہین اور ڈوم ڈہاڑی بھی بکثرت موجود ہین جو ڈوم ڈہاڑی ان رنڈیون سے علاقہ قرابت رکھتے ہین وہ بھی ادائے ارکان مین بڑی سرگرمی اور مستعدی دکھلاتے ہین بلکہ امیر سیف الدین غدا ابن مہنی کے ہان ایک تقریب مین مینے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ اس جماعت کے ہر شخص کو ایک ایک جانماز دیگئی جس نے اسے اپنے گھٹنے کے نیچے رکھلیا اور جیسے ہی اذان کی پیاری صدا کانون مین پہونچی سب نے اٹھکے وضو کیا اور نماز مین مصروف ہوگئے۔

اسقدر حالات بیان کر کے ابن بطوطہ نے دہلی کے اُن بزرگان دین کے مزارات گنوائے ہین جنکی زیارت نہایت اعتقاد اور سرگرمی کے ساتھ کیجاتی ہے اور جواُن دنون مرجع عالم ہو رہے تہے پہر یہان کے اُن بڑے بڑے معتبر اور مستند علما کی ایک مختصر فہرست دی ہے جو علم و فضل مین شہرۂ آفاق تہے ان تمام باتون کا ذکر کر کے وہ دہلی کی تاریخ کی طرف رجوع کرتا اور بتاتا ہے کہ اسلام اس شہر مین کیونکر اور کس عہد مین آیا اور اُسوقت سے اُسوقت تک کتنے بادشاہ گذرے چونکہ ہمارا مضمون تاریخ دہلی سے زیادہ تعلق رکہتا ہے اسلئے ہم ابن بطوطہ ہی کی زبان مین مختصر اُسکا ذکر کرتے ہین -

سلطان قطب الدین

وہ کہتا ہی کہ قاضی القضاۃ علامہ کمال الدین محمد بن برہان الدین الملقب صدر جہان ذکر کرتے تہے کہ دہلی سنہ ۵۸۴ھ ہجری مین فتح ہوئی تہی اور جامع مسجد کی محراب مین بہی یہی تاریخ لکہی ہوئی تہی جو مین نے خود پڑہی - دہلی کو قطب الدین ایبک نے فتح کیا ہی یہ شخص سلطان شہاب الدین غوری بادشاہ غزنی و خراسانی کا غلام تہا جو اپنے بہت سے کارہائے نمایاں کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے سپہ سالاری کا عہدہ رکہتا تہا - سلطان شہاب الدین محمد بن غوری - سلطان محمود غازی کے فرزند ابراہیم کے ملک پر بزور قابض ہو گیا تہا جس نے ہندوستانی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا -

سلطان شہاب الدین نے قطب الدین ایبک کو ایک عظیم الشان اور خونخوار لشکر دیکر ہندوستان پر بہیجا تہا اس نے پہلے لاہور کو فتح کیا اور اسمین سکونت پذیر ہو کر ایک عظیم الشان بادشاہ ہو گیا - ایکدفعہ بادشاہ کے مصاحبون نے اُس سے کہا کہ قطب الدین ہندوستان مین علحدہ بادشاہت قائم کر کے شاہی اطاعت سے باہر ہونا چاہتا ہے اتفاق سے یہ خبر قطب الدین تک بہی پہونچگئی وہ تن تنہا غزنی مین آیا اور رات کے وقت دارالخلافہ مین پہونچا - صبح ہونے کا بہی انتظار نہین کیا اور اسی وقت بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا - چونکہ چغلخورون کو اُسکے آنے کا علم نہ تہا دوسرے دن بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوا تو قطب الدین چہپکر تخت کے نیچے ہو بیٹہا جب سب لوگ بیٹہہ گئے بادشاہ نے قطب الدین ایبک کا حال پوچہا مصاحبون نے عرض کیا ہمین تحقیق معلوم ہوا ہے کہ وہ خود سر بادشاہ بن بیٹہا ہے بادشاہ نے فوراً تخت پر پاؤن مارا اور تالی بجا کر کہا ایبک ! قطب الدین نے شتابانہ لہجہ مین کہا حاضر اور باہر نکل آیا چغلخور شرمندہ ہو گئے اور ڈر کر زمین چومنے لگے بادشاہ نے کہا اب کی دفعہ مین نے تمہارا قصور معاف کیا پہر کبہی ایبک کی بابت مجہہ سے کچہہ نہ کہنا اسکے بعد قطب الدین کو حکم دیا کہ واپس ہندوستان کو چلا جا چنانچہ وہ واپس چلا گیا اور شہر دہلی کو فتح کیا اُسوقت سے دہلی برابر اسلام کا دارالخلافہ چلا آتا ہے -

سلطان شمس الدین التمش

قطب الدین نے دہلی ہی مین وفات پائی - اسکے بعد سلطان شمس الدین التمش بادشاہ ہوا - یہ دہلی کا اول مستقل بادشاہ ہے پہلے قطب الدین کا غلام اور سپہ سالار اور نائب تہا اُسکے مرنے کے بعد مستقل بادشاہ ہوا اور لوگون سے بیعت لینی شروع کی بیعت کا چرچا جب عام لوگوں مین پہیلا تو تمام عالم و مفتی قاضی وجیہ الدین کاشانی کو ساتہہ لیکر دربار مین آئے اور

اُسکے سامنے بیٹہہ گئے قاضی صاحب بادشاہ کے برابر حسب عادت بیٹہہ گئے۔ اُنکے آتے ہی بادشاہ سمجہہ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہین فوراً اپنے فرش کا کونہ اُٹہاکر اور اُسمین سے ایک کاغذ نکالکر قاضی صاحب کے ہاتہہ مین دیا جس سے معلوم ہوا کہ قطب الدین نے اُسے آزاد کر دیا ہے قاضی اوحقیہ جو نے اُسے پڑہا اور خوشی خوشی بیعت کی سلطان التمش نے چبیس سال سلطنت کی وہ نہایت نیک نہاد منصف مزاج اور عالم و فاضل تہا اُسکی انصاف پسندی کی یہ کیفیت تہی کہ سارے شہر کو حکم تہا کہ جس پر ظلم ہو وہ سرخ لباس پہنکر پہرے تاکہ بادشاہ فوراً پہچان لے کہ یہ مظلوم ہے رات کے واسطے یہ تجویز کی تہی کہ اپنے دروازے کے سامنے ان پر سنگ مرمر کے دو شیر کہڑے چہوڑے تہے جنکے گلون مین زنجیرین پڑی ہوئی تہین اور زنجیرون مین گہنٹیان لٹکی ہوئی تہین جب کوئی مظلوم آکر زنجیر ہلاتا فوراً بادشاہ کو خبر ہو جاتی اور وہ اُسی وقت اُسکے مقدمہ کا فیصلہ کرتا لیکن اسپر بہی اُسے صبر نہ آتا تہا اور کہتا تہا کہ لوگون پر رات کے وقت ضرور ظلم ہوتا ہوگا اور صبح تک دیر ہو جاتی ہے اسلیے حکم دیا گیا کہ فوراً فریقین کو طلب کر کے فیصلہ کیا جائے

سلطان رکن الدین

سلطان شمس الدین التمش کی وفات کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہی سلطان رکن الدین جو سلطان شمس الدین کا سب سے بڑا بیٹا تہا باپ کی جگہ تخت نشین ہوا مگر اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے بہائی معز الدین کو جو رضیہ کا حقیقی بہائی اور رکن الدین کی دوسری ماں کے پیٹ سے تہا قتل کرا ڈالا یہ امر رضیہ پر بہت شاق گزرا اور وہ اپنے بے مات بہائی رکن الدین سے سخت ناراض ہوئی بادشاہ نے اُسے بہی مروا ڈالنا چاہا۔ بادشاہ ایکدن جمعہ کی نماز کو جامع مسجد گیا ہوا تہا رضیہ مظلومون کی پوشاک پہنکر پُرانے بادشاہی محل کی چہت پر جا کہڑی ہوئی جو مسجد جامع کے متصل واقع تہا وہ روتی جاتی اور لوگونسے اپنے باپ کے عدل و احسانات یاد دلا دلا کر کہتی جاتی تہی کہ رکن الدین نے میرے بہائی کو ناحق ناروا مظلومانہ مار ڈالا ہے اور اب مجہے بہی مروانا چاہتا ہے اسپر لوگ نہایت برافروختہ ہوئے اور رکن الدین پر شورش کر کے اُسے مسجد مین پکڑ لیا اور رضیہ کے حوالہ کر دیا اُس نے اپنے بہائی کے قصاص مین اُسے مروا ڈالا۔

سلطانہ رضیہ

چونکہ تیسرا بہائی ابہی صغیر سن تہا اسلیے امرا اور لشکر نے اتفاق کر کے رضیہ کو سلطانہ مقرر کیا اُسنے چار برس بڑی آزادی کے ساتہہ سلطنت کی۔ سلطانہ رضیہ مردون کیطرح ہتہیار لگا کر گہوڑون پر سوار ہوا کرتی تہی اور اپنا منہ کہلا رکہتی تہی جب اُسپر تہمت لگائی گئی کہ وہ ایک حبشی غلام سے تعلق ناجائز رکہتی ہے تو سب نے اتفاق کر کے اُسے تخت سے اُتار دیا اور اُسکے کسی قریبی رشتہ دار سے نکاح کر دیا۔ سلطانہ رضیہ کے تخت سے علیحدہ ہونے کے بعد اُس کا چہوٹا بہائی

سلطان ناصر الدین

ناصر الدین بادشاہ بنا اور مدت تک حکومت کرتا رہا تہوڑے

دونون بعد رضیہ اور اُس کے شوہر نے علم بغاوت اونچا کیا اور اپنے ہمراہیون کو لیکر مقابلہ پر آمادہ ہوئے مگر ناصر الدین اور اس کے نائب بلبن نے رضیہ کے لشکر کو شکست دی رضیہ میدان سے بہاگی اور جب وہ بہت تہک گئی اور بہوک پیاس نے عاجز کر دیا تو ایک زمیندار سے کچہہ کہانے کو مانگا اُس نے روٹی کا ٹکڑا دیا تو رضیہ کہاکر وہین سو گئی زمیندار نے اسکی جواہرات کی قبا دیکہکر جو مردانہ کپڑون مین چہپی ہوئی تہی اُسے سوتے ہوئے قتل کر ڈالا اور اُس کا سارا سامان اُتار کر کہیت ہی مین دفن کر دیا اور گہوڑے کو بہگا دیا آخر کار زمیندار پکڑا گیا اور رضیہ کی نعش نکالکر غسل وکفن دیکر دریائے جمنا کے کنارے پر دفن کیا جو شہر سے ساڑہے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ رضیہ کے مقتول ہونیکے بعد ناصر الدین مستقل بادشاہ ہوگیا اور کامل بیس سال تک حکومت کی یہ بادشاہ نہایت نیک چلن تہا قرآن شریف کی کتابت کیا کرتا اور اُس کی قیمت سے گذران کرتا تہا۔ انجام کار اُسکے نائب غیاث الدین بلبن نے اُسے مار ڈالا اور خود بادشاہ بنگیا۔

سلطان بلبن

بلبن اپنے آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹہا اور بیس برس تک سلطنت کرتا رہا یہ بادشاہ بہی منصف مزاج بردبار اور نہایت نیک چلن تہا اس نے ایک مکان بنوایا تہا جس کا نام دار الامن رکہا تہا جو مقروض یہان آجاتا اُس کا قرض ادا کر دیا جاتا اور جو کسی کو قتل کر کے یا کوئی جرم کر کے اُس مین داخل ہوجاتا مقتول یا مظلوم کے وارثون کو عوض دیکر اُس سے راضی کرا دیا جاتا اس بادشاہ کی قبر بہی اسی مکان مین ہے

سلطان معزالدین سلطان جلال الدین فیروز علاؤالدین محمد شاہ
شہاب الدین قطب الدین خسرو خان غیاث الدین تغلق
سلطان محمد تغلق

سلطان بلبن کے انتقال کے بعد سلطان معز الدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُسکے بعد جلال الدین فیروز نے حکومت کی باگ سنبہالی اور جب وہ سلطان علاؤالدین محمد شاہ کی سازش سے قتل کرا دیا گیا تو خود علاؤالدین محمد شاہ تخت نشین ہوگیا اسکے مرجانیکے بعد اس کا سب سے چہوٹا بیٹا شہاب الدین تخت پر جلوہ افروز ہوا لیکن چند روز کے بعد اُسکے بہائی سلطان قطب الدین نے اُسے تخت سے علیحدہ کیا اور خود بادشاہ بنگیا اور اُس کے بعد خسرو خان بادشاہ مقرر ہوا غرضکہ تیرہوین پشت مین سلطان غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تخت و تاج کا وارث قرار دیا گیا جس کا فرزند سلطان محمد تغلق اب تخت حکومت پر جلوہ آرا ہے۔

اسکے بعد ابن بطوطہ دربار شاہی کا ذکر کرتے ہوئے لکہتا ہے کہ موجودہ فرمانروا جسکے عہد مین مجہے یہان آنیکا فخر حاصل ہوا سلطان محمد شاہ تغلق ہے جو اپنے والد بزرگوار سلطان غیاث الدین کے انتقال کے بعد بغیر کسی خرخشے اور تنازع کے تخت وتاج کا وارث قرار دیا گیا مین پہلے لکہہ آیا ہون کہ ایام ولی عہدی مین یہ شہزادہ جونہ خان کے نام سے پکارا جاتا تہا

سلطان محمد تغلق

اور یہی اُس کا اصلی نام تہا مگر تخت نشین ہوتے ہی اُس نے اپنا نام سلطان محمد رکہا اور ابو المجاہد کی کنیت سے مشہور ہوا شاہان سابق کا جو مین نے حال لکہا ہے اُس کا اکثر حصہ شیخ کمال الدین غزنوی قاضی القضاۃ سے سنا ہے لیکن اس بادشاہ کی بابت جو کچہہ مین نے لکہا ہے وہ میرا چشم دیدہ ہے یہ بادشاہ عجیب جامع الاضداد طبیعت رکہتا ہے رحیم و مہربان بہی پلے درجہ کا ہے اور قہر و غضب بہی اسکی طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بہرا ہے جب اسکے در دولت پر گذریگا دو باتون سے خالی نہ پائیگا ایک دو نہین بلکہ بیسیون فقرا و مساکین اپنی کامیابی پر دعائین ضرور دے رہے ہون گے اور کوئی نہ کوئی گنہگار ضرور قتل ہو رہا ہوگا خلاصہ یہ کہ بادشاہ جسقدر رحمدل اور کریم ہے اُسیقدر سخت گیر اور منتقم بہی ہے اُسکے نام کے ساتہ ان دونون وصفون کو شہرت اتم حاصل ہوگئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح دور دراز کے سفر کی تکلیفین جہیلکر مساکین و فقرا سلطان محمد کا نام سنکر دہلی کو روانہ ہوتے ہین اسی طرح بد معاش اور ظالم لوگ اُسکے نام سے کوسون بہاگتے ہین کوئی جفا کیش اور ستمگار شخص چاہے دہلی سے کتنے ہی فاصلے پر ہو مگر جہان اُسکے سامنے سلطان محمد تغلق کا نام لے دیا جاتا ہے وہ فوراً سر سے پاؤن تک تہر تہر کانپنے لگتا ہے اور شہر بشہر بہاگتا پہرتا ہے غرضکہ کوئی دن نہین جاتا کہ کوئی فقیر امیر نہ بنجاتا اور کوئی زندہ آدمی قتل نہین کیا جاتا۔ اُسکی سخاوت و شجاعت اور سختی و خونریزی کی حکایات عوام الناس کے زبان زد ہین اور وہ ان باتون مین عالمگیری شہرت رکہتا ہے لوگونکو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ سلطان محمد تغلق باوجود اتنی بڑی سخت گیری اور انتقام پسندی کے نہایت سے زیادہ نفس خلیق متواضع منکسر المزاج شخص ہے مین نے کوئی شخص اُس سے زیادہ منصف اور متواضع نہین دیکہا اُسکی طبیعت حد درجہ کی غیور واقع ہوئی ہے بالخصوص شرعی امور اور دینی احکام مین۔ وہ دین کا اسقدر ادب کرتا ہے کہ جب اُسکی مجلس مین کوئی دینی بات پڑہا جاتا ہے تو اپنے تئین قاصر سمجہکر کانپ اُٹہتا ہے۔ نماز جو اسلام کا ایک رکن ہے خود بہی بالالتزام ادا کرتا ہے اور لوگون کو اُسکے بارہ مین نہایت احتیاط اور تاکید کرتا ہے۔ جو لوگ پابندی کے ساتہ نماز پڑہتے اور فرائض منصبی کے ادا کرنے مین سرگرمی دکہاتے ہین وہ سارے دربار مین وقعت کی نگاہ سے دیکہے جاتے ہین اور تارک صلوٰۃ اپنے دینی جرم پر ضرور سزا پاتے ہین لیکن باوجود ان سخت گیریون اور انتقام پسندیون کے میرا فیصلہ اور قطعی فیصلہ یہی ہے کہ جوش انتقام اور سخت گیری کی بہ نسبت اُسکی فیاضی اور رحمدلی کا اول نمبر ہے اُسکے افعال و حرکات کے متعلق مین وہ عجیب و غریب واقعات نقل کرونگا جنکا نمونہ باوجود کثرت جستجو کے شاہان سلف مین سے کسی مین پایا ہوگا اور کسی موجودہ

دربار کا جاہ و جلال

تا عہد ابن دیکھا ہوگا۔

چنانچہ اسکے بعد ابن بطوطہ نے سلطان محمد تغلق کے وہ تعجب خیز حالات اور خرق عادت کے درجہ کو پہونچی ہوئی فیاضیان اور رحمدلی کی بے انتہا مثالین نقل کی ہین جنہین پڑھکر حیرت ہوتی ہے اور جو اُن دنون کل بلاد مشرق مین اس طرح مشہور تہین کہ کوئی بچہ تک بہی انسے ناشناس نہا۔ چونکہ یہ باب نہایت وسیع اور طول طویل ہے اور میرا اصل منشا اس مقام پر صرف اگلے دربار کا جاہ و جلال اور قدیم دہلی کی رونق دکہانا اور انہین شاہجہان بادشاہ کے عہد حکومت سے موازنہ کرنا ہے اس لیے مین ابن بطوطہ کے اس بیان سے قطع نظر کرتا اور دہلی مرحوم اور اُس کے اگلے دربار کا مختصر اً ذکر کرتا ہون۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ بادشاہ کے محل کا دروازہ جو دہلی مین واقع ہے وہ دارسرا کہلاتا ہے۔ سراپردہ شاہی کے بہت سے دروازے ہین اور دارسرا مین جانے والے کو ان ہی دروازون سے جانا پڑتا ہے پہلے دروازہ پر بہت سے لوگ رہتے ہین جو ہر وقت نہایت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتہہ پہرہ دیا کرتے ہین اور انہین مین باجا بجانے والے شہنائی اور طبل وقرنا کی پر رعب اور پرہیبت والی صدا کے سنانے والے موجود رہتے ہین اکثر اوقات ان باجون کی آوازین شاہی رعب داب کے چمکانے ہی مین مصروف رہتی ہین لیکن گاہے گاہے مبارکبادی اور خوشی کی صدائین بہی بلند کرتی ہین۔ یہان کا عام قاعدہ ہے کہ جہان کوئی بڑا امیر اور ذی رتبہ اور باختیار رئیس دولت یا باب عالی پر حاضر ہوا بس سب کے سب باجا بجانے لگے اور فوراً مبارکباد اور بادشاہ دوستی کے شادیانے بجنے لگتے ہین باجون کے پیچہے بہی آنیوالے کا خیر مقدم ادا کیا جاتا ہی اور اُن ہی مین آنے والے کی ... [illegible] ... دولت معلوم ہوجاتی ہے۔ دوسرے تیسرے دروازون مین بہی یہی سازوسامان موجود رہتا ہے اور وہان بہی آنے والے کے نغمہ سرود مین مرحبا کا استقبال کیا جاتا ہے۔ پہلے دروازہ کے متصل ایک پہلو مین کانون جیسی عمارات کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے جنمین ہر وقت جلاد اور گناہگارون کی جان لینے والے موت کے فرشتے بڑی مستعدی کے ساتہ آلات قتل لیے ہوے موجود رہتے ہین اور ہر وقت شاہی حکم کے منتظر رہتے ہین ادہر کسی بارہ مین سزائے موت کا حکم ہوا اور وہ فوراً قتل کیلیے آمادہ ہوے۔ شاہی مجرمون کو اجازت نہین کہ وہ دولت سے باہر جاکر قتل ہون بلکہ ہزار استون محل کے سامنے قتل کیے جاتے ہین پہلے دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک بہت بڑی مسقف دہلیز بنی ہوئی ہے جسمین برابر کوٹہریون کی قطارین بنتی چلی گئی ہین ان کوٹہریون مین گارد کے سپاہی رہتے ہین جو باری باری سے نہایت ہوشیاری اور احتیاط کیساتہ پہرا دیتے ہین دوسرے پہاٹک کے اندر بہی یہی نگہبان اور محافظین رہتے ہین۔ دوسرے دروازہ سے تیسرے پہاٹک تک بہی ویسے ہی کوٹہریان بنی ہوئی ہین جیسے پہلے اور دوسرے دروازہ کے مابین واقع ہین ان مین نقیب لوگ اور سب نقیبون کا سردار جو عرض بیگی کی خدمت سے ممتاز ہے بڑے تزک و احتشام سے موجود رہتا ہی اُسکے آگے سونے کا ایک ٹہوس عصا

دھار رہتا ہے اور اکثر یہ عصا اُسکے ہاتھہ مین نظر آیا کرتا ہے اُسکے سر پر سونیکی مرصع نہایت عمدہ اور خوبصورت ٹوپی ہوتی جسپر ہوتیکے پرون کی ایک قیمتی کلغی جڑو نصب ہوا کرتی ہے۔ اُسکے دونون جانب بہت سے نقیب صف بستہ ہوتے ہین اور نہایت ادب کے ساتہ سینون پر ہاتہہ رکہے کہڑے رہتے ہین۔ انکی ٹوپیان بہی ویسی مرصع طلاکار ہوتی ہین جیسے سردار کی فرق اتنا ہوتا ہے کہ سردار کی ٹوپی پر کلغی لگی ہوتی ہے اور انکی ٹوپیان کلغی سے خالی ہوتی ہین۔ سب کی کمرون پر سنہری پٹکے بندے ہوتے ہین اور ہاتہون مین ایک قسم کے تازیانے ہین جنکی موٹہین سونے یا چاندی کی ہین۔

دوسرے دروازے سے نکلکر ایک بڑے ہال یا دیوانخانہ مین پہونچنا ہوتا ہے جس مین عام لوگ بکثرت بیٹہے رہتے ہین تیسرے دروازہ پر متصدی یعنی نام لکہنے والے لوگ رہا کرتے ہین۔ ان لوگون کا فرض ہے کہ جبتک کسی شخص کا نام اپنی کتاب مین لکہا نہ دیکہ لین اور اُسکی نسبت بحکم شاہی تحریری اجازت دیکہہ لین اندر نجانے دین انکے پاس ان تمام رؤسا اور اُنکے ہمراہیونکی تعداد مقرر درج ہوتی ہے جنہین اندر جانیکی اجازت حاصل ہے لہذا اُس تعداد سے زیادہ ہمراہیون کو وہ اندر نہین جانے دیتے اسکے ساتہ ہی وہ اپنے روزنامچے مین یہ بہی لکہتے رہتے ہین کہ فلان شخص اسقدر ہمراہیون کے ساتہ فلان وقت آیا۔ بادشاہ کا قاعدہ ہے کہ نماز عشا کے بعد اس روزانہ فہرست کو اپنی آنکہہ سے ملاحظہ کر لیا کرتا ہے۔ آمد و رفت کے علاوہ جو واقعات حادثات دولت پر دن بہر مین پیش آتے ہین ان کو یہان کے محرر بطور رپوٹ قلمبند کرتے ہین اور جن شہزادون کو یہ خدمت سپرد ہے اُن کا فرض ہے کہ باری باری سے ان رپوٹون کو محررون سے لیکر ملاحظہ شاہی مین پیش کرین۔

در دولت کا ایک یہ بہی دستور ہے کہ جو امیر و رئیس تین دن یا اس سے زیادہ بلا عذر باب شاہی سے غیر حاضر رہتا ہے تو وہ پہر دربار مین داخل نہین ہو سکتا جبتک کہ بادشاہ کی خاص اجازت از سر نو حاصل نہ کیجائے۔ اگر وہ بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے حاضر دربار نہو سکا تہا تو اُس کا فرض ہے کہ اپنا عذر بارگاہ شاہی مین پیش کرے اور قبولیت عذر کے شکریہ مین اپنی حیثیت کے موافق کچہہ ہدیہ یعنے نذر پیش کرے یہ بہی دستور ہے کہ جو شخص پہلی مرتبہ سلام کے لئے حاضر ہوتا ہے تو کچہہ نہ کچہہ نذر کے طور پر پیش کرتا ہے اور یہ ہدایا و تحف ہر حیثیت کے مناسب نامزد کئے گئے ہین مثلاً اگر مولوی ہو تو قرآن شریف یا کوئی اور کتاب فقیر ہو تو مصلا یا تسبیح یا مسواک اور امیر ہو تو گہوڑے یا اونٹ یا ہتہیار وغیرہ وغیرہ۔

تیسرے دروازہ سے نکل کر انسان کو ایک اُس بڑے میدان مین پہونچنا ہوتا ہے جہان بہت بڑا عالیشان محل بنا ہوا ہے اس عظیم الشان محل کو ہزار ستون کہتے ہین کیونکہ اُس کی چہت

لکڑی کے ہزار ستونوں پر قائم ہے۔ تمام ستونوں پر ایک قسم کا نہایت پائدار اور چمکدار روغن پھرا ہوا ہے اور چھت بھی لکڑی کی ہے جسپر بھی سو روغن چڑھا ہوا ہے۔ اس روغن پر ایسی عجیب و غریب صناعی سے بیل بوٹے اور نقش و نگار بنے ہوے ہین جنہین دیکھکر آدمی عش عش کرنے لگتا ہے یہین سب لوگ آکر نہایت ادب سے بیٹھتے ہین اور بادشاہ بھی جلوس عام کے وقت یہین جلوہ آرا ہوتا ہے۔ اکثر یہ جلوس نماز عصر کے بعد ہوتا ہے اور کبھی چاشت کے وقت بھی۔ خاص بادشاہ کی نشست کے لئے وہان یہ انتظام رہتا ہے کہ ایک مسطح شہ نشین بنا ہوا ہے جو باقی مکان سے اونچا ہے شہ نشین پر نہایت نفیس اور سفید فرش اور فرش پر ایک عمدہ تخت رہتا ہے۔ بادشاہ کی کمر کے پیچھے ایک بڑا گاؤ تکیہ لگا ہوا ہے اور دائین بائین دونوں پہلوؤن پر دو ذرا چھوٹے تکیے ہوتے ہین اور بیٹھنے کی یہ وضع ہوتی ہے جیسے آدمی نماز مین تشہد کے لئے بیٹھتا ہے اور یہی وضع تخت نشینی مین کل شاہان ہند کی ہے۔ بادشاہ کے بیٹھہ چکنے کے بعد وزیر السلطنۃ سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا ہے اور اُسکے پیچھے اہل قلم اور ارکین دفتر شاہی صف آرا ہوتے ہین۔ اہل قلم کے عقب مین حجاب دربار شاہی اور ان کا سردار بڑی تزک و احتشام کے ساتہ رہتا ہے حاجبون کا رئیس اعظم ہمیشہ دربار دہلی مین ایک ایسا معزز اور معتمد علیہ شخص ہوتا ہے جو بادشاہ سے تعلق قرابت بھی رکھتا ہو چنانچہ اس زمانہ مین یہ خدمت خاص سلطان کے چچازاد بھائی ملک فیروز کے سپرد ہے۔ حاجبون کا سردار اعظم اپنے تمام ماتحتون سے آگے اور خاص سلطان کے قریب رہتا ہے اور اُسکے پیچھے اُس کا نائب ہوتا ہے۔ اس نائب کے پیچھے حاجب خاص پھر حاجب خاص کا نائب ہوتا ہے پھر وکیل الدار اور اُس کا نائب اور شرف الحجاب اور سید الحجاب اور اُنکے بعد نقیبون کا گروہ جو تعداد مین سو ہوتے ہین اور جو ہر وقت اسی ترتیب کے ساتہ موجود رہتے ہین جب بادشاہ بیٹھہ چکتا ہے تو تمام حجاب و نقبا ایک ساتہ شور کر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی پیاری صدا بلند کرتے ہین۔ بادشاہ کے پیچھے ملک قبولہ یعنے ملک الکبیر اور حاجبون و نقیبون کا سردار ہاتہہ مین چوری لئے کھڑا رہتا ہے جو برابر مکھیان جھلا کرتا ہے۔ ان مذکورہ لوگون کے بعد سو مسلح جوان بادشاہ کی دائین جانب صف بستہ کھڑے ہوتے ہین اور سو جوان بائین طرف جنکے ہاتہہ مین ڈھالین تلوارین اور کمانین رہا کرتی ہین۔ دیوان خانہ کے طول مین دائین بائین جانب قاضی القضاۃ اور اُسکے بعد خطیب الخطبا پھر باقی قاضی پھر بڑے بڑے فقہا اور اُن کے بعد عمائد شہر پھر سید پھر مشائخ پھر بادشاہ کے بھائی بند اور داماد کھڑے ہوتے ہین پھر اُن لوگون کی صف ہوتی ہے جو دربار کے بڑے بڑے رئیس ہوتے ہین اُن کے بعد یہ وسیع اور ایلچی

اور پہر افسران فوج کہڑے رہتے ہین اس کے بعد سات گہوڑے اعلے درجہ کے ساز و یراق سے آراستہ لاکہڑے کردیئے جاتے ہین جن پر سیاہ اطلس کا چارجامہ ہوتا ہے اور اُسپر طلائی کام نہایت خوبصورت وضع پر بنایا جاتا ہے یہ گہوڑے بادشاہ کے میمنہ و میسرہ تیس تیس صف باندہکر کہڑے ہوتے ہین ان کے تمام ساز و زیورات لدا ہوتا ہے بعضون کی لگام اور حلقے سیاہ ریشم کے اور بعضون کے سفید ریشم کے مرصع ہوتے ہین ان پر بادشاہ کے سوا اور کوئی سوار نہین ہوتا۔ دربار مین یہ گہوڑے ایک ایسے مقام پر ٹہرائے جاتے ہین کہ سب پر بادشاہ کی نظر پڑسکے۔ گہوڑون کے عقب مین پچاس ہاتہی کہڑے کئے جاتے ہین جنپر ریشمی طلاکار جہولین پڑی ہوتی ہین اور دانتون پر فولادی چوڑیان چڑہی ہوتی ہین جنسے اہل جرائم کے مارنے کا کام لیا جاتا ہے ہر ہاتہی کی گردن پر ایک فیل بان عمدہ پوشاک زیب جسم کئے ہوئے سوار رہتا ہے جسکے ہاتہہ مین لوہے کا انکس ہوتا ہے اور جو طبرزین کہلاتا ہے اسی سے وہ ہاتہی کو ادب دیتا اور قابو مین رکہتا ہے۔ ہاتہیون کی پشت پر بڑی بڑی عماریان کسی رہتی ہین جن مین سے ہر ایک مین اسقدر وسعت ہوتی ہے کہ اُس پر بیس جنگی سپاہی بسہولت بیٹہہ سکین مگر ہاتہی کے قد و قامت کے لحاظ سے کبہی اس تعداد مین کمی زیادتی بہی ہوجاتی ہے۔ یہ ہاتہی بڑی محنت اور جانکاہی سے سدہائے جاتے ہین جسوقت صف حجاب سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا شور اُٹہتا ہے تو وہ بادشاہ کے آگے جہک کر آستان بوسی کرتے اور بڑے ادب سے سر جہکا دیتے ہین۔ ان مین سے بہی آدہے ہاتہی ایک طرف کہڑے کئے جاتے ہین اور آدہے دوسری جانب صف بستہ ہوتے ہین ان کے کہڑے ہونے کی جگہ آدمیون کے پیچہے مقرر ہے۔

شاہی دربار کا یہی دستور ہے کہ جو شخص یہان آئے اُس کا فرض ہے کہ پہلے بادشاہ کے سامنے کہڑے ہوکر سلام کرے اور پہر تعظیم کرکے اپنی مقرر جگہ پر چلا جائے اور وہان کہڑا ہوجائے لوگون کے سلام کرتے وقت ہی حجاب اور نقیبون کے گروہ سے صدائے بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند ہوتی ہے لیکن جب ہندوون مین سے کوئی راجہ یا شاہی عہدہ دار سلام کرتا ہے تو اُسوقت نقیبون کی صف سے بجائے بسم اللہ کے ہداک اللہ کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ اور سب لوگون کے عقب مین شاہی غلام صف بستہ ہوتے ہین اور عجب شان و شوکت کے ساتہہ صف بستہ ہوتے ہین اُنکی وضع سپاہیانہ ہوتی ہے اور ہر ایک کے ہاتہہ مین ڈہال تلوار رہتی ہے۔ اس ترتیب کا یہ نتیجہ ہے کہ جو شخص بادشاہ تک پہونچنا چاہتا ہے وہ اس طرف سے ہوکر

نہین گذر سکتا بلکہ صف حجاب مین ہوکر بادشاہ تک پہونچ سکتا ہے۔

اس کے بعد ابن بطوطہ نے تحف وہدایا کے پیش ہونیکی کیفیت لکھی ہے اور آگے چلکر عیدین کے جشن کے مفصل حالات قلمبند کیے ہین وہ لکھتا ہے کہ دہلی مین عیدین کو بڑی کیفیت ہوتی ہے اور بیشک اُس روز یہان کی دولت وعظمت کا جبروت نظر آتا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ شاہان دہلی کی عظمت بمقابلہ دیگر فرمانروایان بلاد کے کسقدر بڑہی چڑہی ہوئی ہے جس رات کی صبح کو عید ہونے والی ہوتی ہے اُس رات کو بادشاہ کی جانب سے تمام عمائد سلطنت اور مقربین خلافت۔ اہل دول۔ مغربین شہر کا نبون۔ حاجبون نقیبون۔ فوجی افسرون غلامان شاہی اور ریرجہ وپیام پیش کرنے والون کے پاس علی قدر المراتب خلعت بھیجدیے جاتے ہین صبح ہوتے ہی بڑے بڑے مشہور ونامور ہاتھی مرصع اور طلاکار جھولون۔ خوبصورت ہودجون اور عماریون سے سجائے جانے لگتے ہین یہ ہاتھی سرتاپا جواہرات اور سونے ریشم مین غرق ہوتے ہین سولہ ہاتھی تو خاص شہنشاہ کی سواری کے لیے مخصوص ہوتے ہین جنپر بجز بادشاہ کے اور کسیکو سوار ہونیکی مجال نہین ہوتی۔ ہر سلطانی ہاتھی کی عماری پر ایک مرصع چتر ہی نصب ہوتا ہے جو مرصع کار سونے ہی کے ڈنڈے پر قائم ہوتا ہے ان ہی مین سے ایک بڑے ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا ہے اور بڑی شان وشوکت اور دہوم دہام کے ساتھہ سواری عیدگاہ کی طرف روانہ ہوتی ہے سلطانی ہاتھی کے آگے آگے غلام صف بستہ اور نہایت ادب کے ساتھہ چلتے ہین جنکے سرون پر طلائی ٹوپیان اور کمرون مین سنہری پٹکے ہوتے ہین جو سورج کی شعاعین پڑتے ہی جگمگا اُٹھتے ہین۔ بعض غلامونکی ٹوپیان اور اسی طرح پٹکے مرصع کار بھی ہوتے ہین اور انمین نہایت بیش قیمت جواہرات جڑے ہوے ہوتے ہین۔ غلامونکی صفون کے بعد نقیبون اور چاؤشونکا ہجوم ہوتا ہے جو قدم قدم پر ایک بارعب آوازمین پکارتے چلتے ہین "سواری ہے شاہنشاہ ہندوستانی" یہ نقیب تعداد مین پورے تین سو ہوتے ہین۔ انکی بھی کمرون مین طلائی پٹیان اور سرون پر سنہری ٹوپیان ہوتی اور ہاتھون مین طلاکار گرز ہوتے ہین نقیبون کی صفون کے بعد بادشاہ کا ہاتھی ہوتا ہے اور بادشاہ کے پیچھے قاضی القضاۃ صدر جہان ناصرالدین خوارزمی کا ہاتھی چلتا ہے۔ قاضی القضاۃ کے جلو مین شہر کے تمام قاضی اور خراسان اور مصر وعراق وغیرہ کے مغلوک الحال ہوتے ہین جنکی خدمت گذاری سلطنت کی طرف سے کیجاتی ہے ان مین ہر شخص ایک جداگانہ ہاتھی پر سوار ہوتا ہے۔ اس گروہ کے موذنون کی جماعت بھی ہاتھیون پر سوار ہوتی ہے جو تمام رستہ مین آوازبلند تکبیر وتہلیل کہتی جاتی ہے اسی شان وشوکت سے بادشاہ کی سواری ایوان خاص سے چلکر دردولت پرآتی ہے دردولت کے باہر

افواج شاہی اور کل عمائد شہر اور فوجی افسر اپنی اپنی فوجون کے ساتھ جلوس شاہی کے منتظر کہڑے رہتے ہین اور اس انتظام کے ساتھ کہ ہر امیر کے ساتھ علیحدہ باجے روشن چوکیان طبل و علم اسکے منصب و عزت کے موافق موجود ہوتے ہین۔ بادشاہ کے در دولت پر جلوہ آرا ہوتے ہی سب لوگ حسب ضابطہ سلامی لیتے ہین۔

زان بعد جلوس شاہی عیدگاہ کو روانہ ہوتا ہے اور عجب آن بان اور عظمت و شان سے روانہ ہوتا ہے آگے آگے شاہی غلام اور چاؤش انتظام کرتے اور عام پبلک کو شاہی عظمت و جبروت کی اطلاع دیتے ہوئے چلتے ہین پہر شاہی ہاتہی اور اسکے پیچہے قاضی القضاۃ اور اعزا وغیرہ کی جماعتین ہوتی ہین انکے بعد موذنون کے گروہ ہاتہیون پر بیٹہے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کرتے ہوئے ہمراہ نکل جاتے ہین انکے بعد عمائد شہر اور امرا و رؤسا کے جلوس اپنی شانداری سے باجے بجاتے ہوئے چلتے ہین طبل کے بجنے اور قرنا کے پہکنے سے چارون طرف کا میدان گونجتا جاتا ہے۔

بادشاہ کے عقب مین جو امرا کا جلوس ہوتا ہے اُس مین یہ ترتیب ہوتی ہے کہ اول بادشاہ کے بہائی مبارک خان پورے جلوس کے ساتہ چلتا ہے پہر بادشاہ کا چچا زاد بہائی ملک فیروز اپنے کامل ساز و سامان اور جلوس کے ساتہ بڑہتا ہے اسکے بعد حضور شہنشاہ کے بہتیجے بہرام خان کا جلوس چلتا ہے زان بعد وزیر اعظم کے خدم و حشم کا ہجوم پہر ملک مجیر بن ذی الرجا اپنی فوج اور اپنے جلوس کے ساتہ روانہ ہوتا ہے ان سب کے بعد دہلی کا ایک بہت بڑا رئیس اپنے جلوس کو نہایت عظمت و شان سے آگے بڑہاتا ہے جو ملک الکبیر قبولہ کے نام سے شہرت رکہتا ہے یہ بہت ہی بڑا متمول اور با اختیار شخص ہے اِسکے دفتر کا دیوان اعظم ملک علاؤ الدین علی مصری معروف بابن شرابیشی جسے مین بہت ہی معتبر جانتا ہون خود اُس نے مجہہ سے بیان کیا کہ ملک الکبیر کو صرف مصارف خانگی کی مد مین شاہی خزانہ سے چہتیس لاکہہ روپیہ سالانہ ملتا ہے۔

الغرض ملک قبولہ کے بعد نکبیہ اپنے پورے جلوس کے ساتہہ چلتا ہے اور اسکے عقب مین عزۃ الملک اپنے خدم و حشم کو بڑہاتا ہے پہر مخلص الملک پہر قطب الملک غرضکہ تمام رؤسا اپنے اپنے جلوسون کے ساتہہ چلتے ہیں یہ سب دہلی کے عظیم الشان اور عمائد سلطنت ہین اور ایسے ہین کہ کسی وقت بادشاہ سے علیحدہ نہین ہوتے عید کے روز انہین حکم ہے کہ اپنے تمام ساز و سامان کے ساتہ در دولت پر حاضر ہون اور اپنے عطا شدہ مراتب کا بخوبی اظہار کرکے نہایت تزک و احتشام کے ساتہ ہمراہ رکاب سلطان عیدگاہ کو جایا کرین ان کے علاوہ اور بہی بہت سے چہوٹے چہوٹے امرا ہین جو یکے بعد دیگرے اس سلسلۂ جلوس مین شامل ہو کر اسکی رونق کو دو بالا کرتے ہین اور اس دن سب کے سب مسلح اور ہتہیار بند ہوتے ہین آج ہی کے دن اُن کے ہاتہی گہوڑون کی آراستگی اور اسلحہ

جنگ کی سجاوٹ نظر آیا کرتی ہے۔

بادشاہ عیدگاہ کے دروازہ پر پہونچکر ٹھہر جاتا ہے اور قاضی القضاۃ سے اندر جانیکی اجازت طلب کرتا ہے پھر امرائے عظام اور وزیران بیرونی ممالک کے نمائندون کو داخل ہونیکا حکم دیتا ہے جو شاہی سرپرستی سے معزز و ممتاز ہوتے ہین۔ جب سب لوگ جا چکتے ہین تو خود بادشاہ ہاتھی سے اُترکر عیدگاہ مین جاتا ہے۔ بادشاہ کے پہونچتے ہی امام عیدگاہ اُٹھہ کھڑا ہوتا اور نماز مین مصروف ہو جاتا ہے نماز سے فارغ ہوکر ذرا بلند آواز سے خطبہ پڑھتا اور بادشاہ کی دولت و عمر کی دعا کے لئے جناب الٰہی مین ہاتھہ اُٹھاکر ممبر سے اُتر آتا ہے۔

عید الضحے کے روز ایک نہایت فربہ اونٹ حاضر کیا جاتا ہے جسے سلطان اپنے ہاتھہ سے نیزہ مارکر ذبح کرتا ہے ذبح کرتے وقت بادشاہ اپنے سارے جسم پر ایک کپڑا لپیٹ لیتا ہے جسکی وجہ سے اُسکا شاہانہ لباس خون کے داغ دہبون سے محفوظ رہتا ہے۔ خاص عید کے روز جو دربار ہوتا ہے وہ بھی نہایت پر تکلف اور بڑی شان و شوکت کا ہوتا ہے اُسکے لئے اسقدر اہتمام اور سامان کیا جاتا ہے جو اور معمولی درباروں مین نہین کیا جاتا ابن بطوطہ نے اس دربار کی بھی مفصل کیفیت لکھی ہے لیکن ہم اس مضمون کو یہین ختم کرکے اپنے دعوے کے ثبوت مین دوسری شہادت پیش کرتے ہین۔

قدیم دہلی کا عروج اور اُسکے دربار کا جاہ و جلال ہمارے معزز ناظرین ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم کر چکے اب ہم جدید دہلی کی ترقی اور اُسکے دربار کی عظمت و شان ایک فرانسیسی سیاح کی زبان مین بیان کرینگے جس سے ناظرین کو ہمارے دعوے کی جانچ پڑتال کرنے کا کافی اور پورا موقع مل سکیگا۔

ڈاکٹر برنیر صاحب جو ۱۶۵۶ء مین ہندوستان مین آئے تہے اور جنہون نے جدید دہلی کی عمارات کو نئی حالت مین دیکھا تہا وہ اپنی ہندوستان مین نو سال کی اقامت کے بعد لکھتے ہین کہ تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ اورنگزیب کے والد ماجد ابو المظفر شاہجہان تخت ہندوستان پر جلوہ آرا ہین۔ شاہجہان بادشاہ نے اپنی دوامی یادگار کیلئے پرانی دہلی کے مقابلہ مین ایک نیا شہر تعمیر کرایا ہے اور اپنے نام پر شاہجہان آباد نام رکہا ہے جو بعد کو مختصراً جہان آباد کے ساتھ مشہور ہوا دہلی اور اسکے اندر کی اکثر عمارات کی تعمیرات کی انجام دہی علی مردان خان کے سپرد کی گئی جو پرشین کا ایک بڑا نامور سیاح تہا اور جس نے ۱۶۳۲ء مین شاہجہانی دربار مین ملازمت اختیار کی تہی اس نے شہر مین ایک نہایت وسیع نہر جاری کی جو اُسکے قرب و جوار کو ابتک سیراب کر رہی ہے۔ تاج بی بی کے روضہ کا نقشہ جس شہر کا پہلا نمونہ ہے علی مردان خان ہی نے اپنی دو سال کی محنت کے بعد مکمل کرکے بادشاہ کی نظر مین پیش کیا تہا جامع مسجد آگرہ جو اپنی پرانی ہیئت اور اصلی وضع پر موجود ہے علی مردان خان ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

شاہجہان نے جدید دہلی کا قلعہ اُس زمانہ کے پچاس لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرایا جو تقریباً دس سال مین بنکر تیار ہوگیا یہ قریباً سوا میل کے دائرہ مین واقع ہے اسمین خاص خاص بارہ محلات تعمیر کیے گئے تھے جنمین سے بعض اب منہدم ہوگئے لیکن اعجوبہ اور نادر و نفیس محلات ابتک اپنی قدیم حالت مین موجود ہین شہر کی جانب سے قلعہ مین آنیکے لیئے دو دروازے بنائے گئے ہین ایک لاہوری دروازہ اور دوسرا دہلی دروازہ لاہوری دروازہ کا راستہ بڑے مستحکم گنبد و نمین سے ہوکر گیا ہے جو بدستور ابتک موجود ہے فرانسیسی سیاح لکھتا ہے کہ دروازے سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر نقارخانہ بنا ہوا ہے جس سے شاہی عب اب بہت کچھ ظاہر ہوتا ہے ۔ عدالت کے بڑے دروازہ کے متصل جہان نقارخانہ ہے اس سے ذرا آگے بڑھکر ایک نہایت وسیع اور عالیشان دیوانخانہ ہے جو دیوان عام کہلاتا ہے اور جو محل کا اگلا حصہ شمار کیا جاتا ہے ۔ آگرہ کی طرح یہ بھی نہایت اونچے شاندار اور خوشنما ستونون پر ایستادہ ہے اور گول محرابون کے سہارے پر بڑی مستحکم عمارت بنائی گئی ہے دیوان عام تین طرف سے بالکل کھلا ہوا ہے اور چوتھی جانب کمرہ بنا ہوا ہے جو نقش و نگار سے آراستہ اور لعل و جواہرات سے مرصع ہے اسکے عین وسط مین زمین سے دس فیٹ کی بلندی پر ایک شفاف کٹہر کی نہایت چوڑی واقع ہے جسمین سے گزرکر حرم سرا مین داخل ہوتے ہین یہان ایک نہایت مکلف و مرصع تخت بچھا ہوا ہے جسپر جہان پناہ جلوہ افروز ہوتے ہین تخلیہ کے محل سے آگے خوشنما سیڑہی لگی ہوئی ہے جسپر سے چڑھکر تخت پر متمکن ہوسکتے ہین ۔ تخت ایک قسم کے طاق مین رکھا ہوا ہے جس کا سامنے کا حصہ تو سنگ مرمر سے جڑا ہوا ہے اور اُس مین طلائی کام نہایت اعلے درجہ کا کیا ہوا ہے اوپر پچھلا اور اوپر کا حصہ اس وضع پر جڑا ہوا ہے جیسے آگرہ کی شاہجہانی عمارات مین پایا جاتا ہے لیکن پچھلی دیوار کا جڑاؤ کام خاصکر قابل تعریف ہے ۔ عنوانی چوکھٹون مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بہت پرند جانورون اور ہندوستان کے مشہور میوہ جات اور خوشنما پھولون کی اقسام پتھرون مین اس خوبصورتی کیساتہ کندہ ہین کہ ان مین بہت سی تصویرین ہوبہو اصل کے مطابق معلوم ہوتی ہین یہ مرصع کاری آسٹن ڈی بورڈ کے اعلے درجہ کی صناعی سے انجام پائی جسنے یورپ کے بادشاہون کے ساتہ بہت دیانتداری برتی اور اپنے جعلی جواہرات کو اصلی جواہرات بنا کر ایک بڑی رقم حاصل کی اسوقت شاہجہان کے سایہ عاطفت مین پناہ گزین ہے اور یہان نہایت متمول و مالدار ہوگیا ہے اس نے اپنی حیرت انگیز صنعت اور تعجب خیز حرفت سے بادشاہ کو اپنا گرویدہ کر لیا ہے اور وہ بھی اسکے کامون کو وقعت و قدر کی نگاہون سے دیکھتا ہے تخت شاہی پر ایک مختصر سا شامیانہ تنا ہوا ہے جسے سنگ مرمر کے طلا کار چار ستون تھامے ہوئے ہین یہ شامیانہ

بچاروں ستون جڑاؤ کام سے نہایت خوش اسلوبی کیساتہہ بنے ہوے ہین۔ تخت کے سامنے سنگ مرمر کا ایک بڑا سا ٹکڑا
بچھا ہوا ہے جو دربار کی زمین سے کسیقدر اونچا ہے اور پہلے زمانہ مین جڑاؤ کام سے بڑی کثرت سے مرصع تہا اس کے
بعض نشانات اب بھی موجود ہین یوروپ یا اٹلی کا باشندہ اگرچہ ایک لاکہہ روپیہ کی لاگت مین اسکی مرمت کا ذمہ
لے سکتا ہے مگر پہر بھی ویسا نہین بنا سکتا جیساکہ وہ پہلے تہا۔ (بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ع غدر کے زمانہ مین
کسی فوجی افسر نے اس پتھر کی تصویرین اکھیڑ کر اسکی سیزین وغیرہ بنوائین اور ہوم گورنمنٹ کے ہاتہہ پانچسو پونڈ کی
فروخت کردین اور ماسٹن بورڈ کی جڑاؤ تصویر انڈین آفس لندن مین ابتک موجود ہے۔

دیوان عام جس کی کیفیت مختصر الفاظ مین بیان لکی گئی اس مین ہر قسم کے ادنے اعلے آدمی
جمع ہوتے ہین جب جہان پناہ محلسرا سے برآمد ہوکر تخت پر جلوہ آرا ہوتے ہین تو گرداگرد شاہزادے صف بستہ
ہوتے ہین اور کئی خواجہ سرا مور چہل سے مکھیون وغیرہ کو اڑایا کرتے ہین ان کے علاوہ چند خدام ہاتھون مین
مکلف پنکہے لیے ہوے ہلاتے ہین اور بعض نہایت مؤدب دست بستہ ضروریات کے لیے مستعد رہتے
ہین انکے پیچہے ایک چبوترہ پر جسے چاندی کے کٹہرے چارون طرف سے محیط ہیں بڑے بڑے امرا اور شاہی
سفیر اور راجگان ہند کہڑے رہتے ہین جنکی آنکھین زمین پر گڑی رہتین اور ہاتہہ سینہ پر رکھے ہوے ہوتے
ہین۔ اس گروہ کے پیچہے منصبدارون کی جگہ ہوتی ہے یہ لوگ بھی نہایت تعظیم و تکریم اور مودبانہ
ہیئت مین کہڑے رہتے ہین۔ دربار کے یہ تمام لوگ اس صورت سے کہڑے ہوتے ہین کہ
سب پر بادشاہ کی نظر برابر پڑ سکتی ہے۔ ان سب کے بعد دربار کے بقیہ حصہ مین مختلف وضع
کی رعایا ہوتی ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہان شاہ ذی جاہ بوقت دوپہر عام دربار کیا کرتے
ہین اور جہان ہر شخص آنے کا مجاز ہوتا ہے۔

فرانسیسی سیاح کا بیان ہے کہ دربار کے ختم ہونے کے بعد ہاتہی اور دیگر جنگی حیوانات اعلے
درجہ کے ساز و سامان سے آراستہ ہوکر باقاعدہ سامنے سے گذرتے ہین اور بعدہ فوجی افسر اپنے
رسالون کو ملاحظہ کرانے کی غرض سے بادشاہ کے سامنے سے جلتے ہین انہیں دیکھکر اس
امر کا زیادہ خیال ہوتا تہا کہ ان کے گھوڑے نہایت چست و چالاک اور ساز و یراق سے
پر ہین سوارون کی وردیان نہایت آراستہ ہوتی ہین اور ادنے فوجی افسر بھی بڑے زرق
و برق کی وردیان زیب جسم کیے ہوتے ہین۔

حرب و آلات کے کمالات کے جواہر ادنے ادنے افسر دکہاتے تھے اور کچہہ تہوڑے عرصہ بعد یہ تفریح ختم ہوجاتی تہی جب یہ سب کچہہ ہوچکتا تہا تو جہاں پناہ فرائض پر حکم نافذ کرتے تہے جنہیں اس مجمع میں پیش کیا کرتے تہے عرضیوں کے بڑے بڑے لفافے بادشاہ کے روبرو لائے جاتے اور نمبروار پڑہ پڑہ کر سنائے جاتے تہے وہ اُنکے متعلق مستغیثوں اور دعویداروں کو اپنے سامنے بلاتے اور اُنہیں ملاحظہ فرماکر اسیوقت اُنکے مقدمات فیصلہ کرتے حالانکہ ایک عدالت خانہ بہی تہا جہاں ہفتہ میں ایک مرتبہ حضور جلوہ افروز ہوتے تہے جہاں دو قاضی یا جج بار کاب ہوتے تہے علاوہ بریں ہفتہ میں ایک اور دن بہی مقرر تہا جسمیں بادشاہ دو گہنٹہ تک عام اہل مقدمات میں سے دس شخصوں کی درخواست تخلیہ میں سُنتے تہے جنکو امرا پیش کیا کرتے تہے۔ اِن واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی بادشاہوں کو خواہ ہم اُنھیں کتنا ہی ظالم و بیرحم تصور کریں یہ بات ہمیشہ مدنظر رہتی تہی کہ جہانتک بن پڑے ہم اپنی رعایا کا انصاف جوں توں کریں اور ایسا ہی کرتے بہی تہے۔

دیوان عام سے آگے بڑہکر بائیں ہاتہہ کی جانب ایک اور دیوانخانہ ہے جسے دیوان خاص کہتے ہیں اگرچہ ڈاکٹر برنیر اس مقام کو غسلخانہ سے منسوب کرتا ہے مگر فرانسیسی سیاح دیوان خاص نام لیکر یہاں کے حالات اس طرح قلمبند کرتا ہے کہ دیوان عام سے گزر کر دیوان خاص آتا ہے یہاں بجز خاص خاص امرا کے اور کسی کو باریابی کا فخر حاصل نہین ہوتا یہاں کا احاطہ اسقدر وسیع نہیں ہے جیساکہ دیوان عام کا ہے لیکن یہ دربار نہایت پُر تکلف خوش قطع منقش و مرصع اور بیش قیمت جواہرات سے بسا ہوا ہے یہاں سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت چبوترا ہے جو چار یا پانچ فیٹ بلند ہے جسپر بادشاہ کی نشستگاہ کا تخت بچہا ہوا ہے سامنے کی طرف کہدے ہوئے سنگ مرمر کے پتہر بڑی خوبصورتی کے ساتہہ نصب ہیں سنگ مرمر کے تیس ستون جہتوں کو تہامے ہوئے ہیں جنپر گول گول محرابیں بنتی چلی گئی ہیں یہ ستون چار فیٹ مربع ہین جو حقیقت میں ہندوستان بہر میں بے نظیر اور لاثانی ہیں نیچے کی جانب پہولدار نقش و نگار سے آراستہ ہے جسمین نہایت باریکی اور خوبصورتی کے ساتہہ بڑے بڑے گرانبہا جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور اوپر کا حصہ طلاکار لاجوردی ہے تمام چہت اور گوشوں پر سنہری کام کیا ہوا ہے جو صفائی وخوشنمائی میں بالکل لاجواب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب شاہجہاں کا ارادہ اس دربار کی تعمیر

کی نسبت نافذ ہوا تو اُسنے معماروں کو حکم دیا کہ ڈیوک کے گرجا کی طرح یہ بھی نہایت عمدہ عمدہ کاموں سے مزین ہو اور ساری تعمیر جواہرات کے جڑاؤ کام سے پُر ہو مگر جب صناعوں نے دو یا تین فیٹ بلند ستونوں پر آرایشی کام کرنا شروع کیا تو اُنھیں معلوم ہوا کہ اِس عظیم الشان جڑاؤ کام کیلئے اِسقدر جواہرات میسر آنے بہت مشکل ہیں اور جو لاگت اسپر صرف ہو گی وہ اَن گنت اور بے شمار ہو گی لہذا بادشاہ کو اِس وضع کے ترک کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

یہ دربار اکثر اوقات شام کو ہوتا ہے بادشاہ جب تخت پر جلوہ آرا ہوتا ہے تو اُسکے گرداگرد امراؤ رؤسا دست بستہ ایستادہ ہوتے ہیں اور غلاموں کی ایک لمبی صف اِنکے عقب میں مودبانہ کھڑی رہتی ہے بادشاہ اپنی افسران مملکت کو خاص خاص امورات میں فہمایش کرتا ہے۔ محاسب حساب پیش کرتے ہیں اور سلطنت کے ضروری مہمات یہین طے کیے جاتے ہیں۔ تمام امرا کو یہاں شام کے وقت ہمیشہ حاضر ہونا پڑتا ہے جیسا کہ دیوان عام میں اُنکی حاضری اکیضروری اور لازمی بات ہے

اِسکے بعد فرانسیسی سیّاح تخت طاؤس کی کیفیت بیان کرتے ہوے لکھتا ہے کہ اِس دربار میں ایک نہایت متکلف اور عجائب روزگار تخت بچھا ہوا ہے جو تخت طاؤس کے ساتھ مشہور ہے۔ اِس نادر اور بے مثیل تخت کو تخت طاؤس کے نام سے شہرت پانے کی یہ وجہ ہے کہ یہ تخت دو موروں پر معلق ہے جو دم پھیلائے ہوے کھڑے ہیں یہ تخت سر سے پاؤں تک قیمتی لعل و زمرد اور نیلم وغیرہ جواہرات سے بسا ہوا ہے اور نازکخیال صناع نے اِسمین اِس عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ جواہرات جڑے ہیں کہ دور سے بالکل اصلی مور معلوم ہوتے ہیں۔ تخت چھہ فیٹ اونچا اور چار فیٹ چوڑا ہے اور خالص سونے کا ٹھوس بنا ہوا ہے۔ اوپر کی جانب سونے کا ایک شامیانہ تنا ہوا ہے جسے سونے کے بارہ ٹھوس تھامے ہوے ہیں ستونوں پر قیمتی جواہرات اِس انداز سے جڑے ہوے ہین کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے شامیانے کے کناروں پر گرانبہا موتیوں کی خوبصورت جھالر نہایت دل آویزی کے ساتھ لٹک کر جھوم رہی ہے۔ دونوں موروں کے وسط میں معمولی جسامت کا ایک خوشنما طوطا نصب ہے جو اپنے نازکخیال صناع کی بے نظیر صنعت کو روز روشن کی طرح چمکا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ طوطا ایک ہی زمرد کا بنا ہوا تھا اور نام تک کو کہیں جوڑ نہین لگا یا گیا تھا تخت کے ہر دو جانب دو چھتریاں نصب ہیں جو مشرقی سلطنت کا علم دیا نشان ہے۔ یہ قرمزی رنگ کی مخمل کی ساخت

تخت طاؤس

کی تھیں اور زردوزی کا کام بہت ہی گھنا ہوا ہو رہا تہا چھتریوں کی جھالر بھی موتیوں کی تھی
اور اُنکے دستے آٹھہ فیٹ بلند تھے جو خالص سونے کے ڈہلے ہوے تہے اور جنیں بڑی خوش
اسلوبی اور موزونیت کے ساتہہ جواہرات پچی کیے ہوے تہے اِس عظیم الشان جڑاؤ کام کی قیمت
ایک کروڑ سے چھ کروڑ تک جانچی گئی ہے چنانچہ ٹیورنیر مشہور جوہری نے صرف اُن جواہرات
کی قیمت جو اِس نادر اور مشہور تخت میں جڑے ہوے ہیں تین کروڑ روپیہ جانچی ہے کہتے ہیں
کہ آسٹن دی بوردو نے اِسکی ساخت کو اختراع کیا اور اُسی نے اسے انجام ہی دیا جسنے عام
و خاص دربار میں اپنی بیمثل صناعی سے بہت سی عجیب و غریب تصویریں بنائی تہیں - برنسیفورڈ
صاحب کا بیان ہے کہ تخت طاؤس کا اب نام و نشان تک باقی نہیں رہا لیکن اسکا ایک ٹکڑا
لکھنو کے ایک عالیشان اور مشہور امام باڑے میں میں نے دیکھا جو نہایت قیمتی اور اعجوبہ متصور
کیا جاتا تہا سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں وہ بھی لُٹ لُٹا گیا یہ بے نظیر اور لاثانی تخت طاؤس جسکی قیمت دنیا
کے مشہور جوہری ٹیورنیر نے تین کروڑ روپیہ جانچی ہے اپنی ساخت میں اتنا بے نظیر نہ تہا
جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے یعنے چار طے کیے ہوے فرش پر دو مور اور ایک طوطا ایستادہ تھے
لیکن سونا اور جواہرات جو اسمیں پچی کیے گئے تہے واقعی بیمثل اور لاجواب تھے وہ سنگ مرمر کا
تخت جسپر یہ نادر اور عجائب روزگار تخت طاؤس بچھا ہوا تھا اب تک دربار میں موجود ہے جسکے
ہر ایک کونہ پر یہ مشہور کتبہ سنہری حرفوں سے کندہ ہے ا

اگر فردوس بر روی زمین ست — ہمین ست وہمین ست وہمین ست

دیوان خاص کی چھت جہاں تخت طاؤس رکھا ہوا تھا خالص چاندی کے پتروں سے منڈی
ہوئی تھی مگر ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دہلی پر تاخت و تاراج کرکے تخت طاؤس کو توڑ ڈالا اور
چھت کے پترے مرہٹوں نے ۱۷۶۰ء میں اُکھاڑ لیے جبکہ دہلی اُنکے قبضہ میں چند مہینوں
کے لیے آگئی تہی لیکن اسکے چند ہی روز بعد افغانوں نے انہیں پانی پت کے میدان میں شکست
فاش دیکر بہگا دیا -

رنگ محل کے بائیں ہاتہہ کو جاکر تہوڑے سے فاصلہ پر ایک نہایت عالیشان حمام بنا ہوا ہے جسمیں
جابجا طلائی نقش و نگار کے علاوہ بہت ہی نادر جڑاؤ کام کیا ہوا ہے حمام کی پشت کی جانب شاہی

مسجد ہے جو سنگ مرمر کے نہایت باریک کام کی ساخت ہے گو آگرہ کی مسجد کی نسبت چھوٹی ہی لیکن نقش و نگار اور خوبصورتی میں اُس سے بہت بڑھی چڑھی ہوئی ہے۔ دیوان خاص کے سامنے یا جنوب کی طرف بہت سی عالیشان عمارتیں ہیں دگو یہ تمام عمارتین بعد کو منہدم کرادی گئین تاہم اُنکی بنیادون کے نشانات اب تک موجود ہیں خاص محل اور رنگ محل اتبک برقرار ہیں اگرچہ یہ اتنے بڑے وسیع نہین ہیں مگر بہر بہی شاہجہاں بادشاہ کی شاہانہ زندگی کے حالات کو کافی طور پر بتا سکتے ہیں) دیوان خاص اور تخلیہ کے محلات کے درمیانی منقش دیوار کے عین وسط میں ایک ترازو کندہ ہے جسمیں طلائی کام کیا ہوا ہے اور مختلف رنگ بھرے ہوے ہیں دیوان خاص مین نہایت پرتکلف اور نفیس کمرے ہیں اور اُن میں اعلےٰ درجہ کی نقاشی کے علاوہ بڑی قیمتی جواہر جڑے ہوے ہیں ان ہی کمروں کے قریب ایک نہایت دلکشا اور پرفضا مقام ہے جو مثمن برج کے سات شہرت رکہتا ہے یہ کل سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور جابجا طلائی اور جڑاؤ کام ہو رہا ہے۔

خاص محل

میزان عدل

ناظرین اب یہ مضمون بہت طول طویل ہوگیا اور ہمین خوف ہے کہ اگر زیادہ بڑہ گیا تو آپ اُسے دلچسپی کی نگاہ سے نہ دیکہین گے اسلیے ہم اسے یہین ختم کرکے تاریخ دہلی کی طرف رجوع کرتے ہیں مگر آپ سے التجا ہے کہ جس دعوے کے ثبوت میں ہیں نے اسقدر آپ کی سمع خراشی کی اور مضمون میں انتہا درجہ کی توسیع کی اُسے نظرانداز نہ کیجیے بلکہ دونوں شہادتوں کو مدِنظر رکہکر خود اندازہ کر لیجیے مجھے اِس بات کا نہ صرف زبانی بلکہ دلی اعتراف ہے کہ تمول و حشمت اور بعض عجیب و غریب عمارات کے لحاظ سے دہلی شاہجہاں کے عہد میں بڑی پُررونق اور باشان و شوکت تہی اور اِن دنوں اِسکا دربار بڑے جاہ و جلال کا دربار تھا لیکن ساتھ ہی میں یہ بہی کہتا ہوں کہ خاندان مغلیہ سے پیشتر جو رونق و آبادی دہلی کو نصیب تہی وہ اِس سے کچھ کم ہی نہ تہی بلکہ بعض وجوہ سے جنہیں آپ نے ابن بطوطہ کے ریمارک میں پڑہا ہے یہ اُسوقت بہت ترقی پر تہی اور خلجیون نیز خاندان تغلق کے دربارون میں جو عظمت و جبروت دکہائی تہی اُسکی نظیر کہین ڈھونڈہے نہین ملتی۔

رہا شاہجہان کے بعد کا زمانہ تاریخ دانوں پر واضح ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے

قدیم تاریخ

عہد ہی میں اُسمین تنزل ہونا شروع ہوا اور روز بروز زوال پہیلتا گیا باوجود مزید تحقیقات کے اب تک اِس بات کا پتہ نہین لگا کہ دہلی کا اصل بانی کون تہا اور اُسکا ابتدائی بنیادی پتہر کس شخص نے رکہا اور سچ یہ ہے کہ اُسکا پتہ لگنا نہ صرف ناممکن بلکہ سخت محال ہے کیونکہ قدیم زمانے ہیں کسی کو اِس ملک مین یہ خیال ہی نہین ہوا کہ جو واقعات اُسنے اپنی آنکہون سے دیکھے یا کانون سے سنے اُنھیں قلمبند کرتا اِس غفلت سے یہ خرابی پیدا ہوئی کہ مسلمانوں کی حکومت سے پہلے جسے ابہی پورے نوسو برس ہی نہین ہوے قدیم دہلی میں کوئی معتبر تاریخ نہیں لکہی گئی اور ایک مورخ جو آج یہان کے حالات قلمبند کرنا چاہتا ہے اُسی تاریخ سے ذرا مدد نہین مل سکتی اور نہ ملنے کی اُمید ہوسکتی ہے پس دہلی کے قدیم حالات جہانتک معلوم ہوے ہیں تاریخ سے معلوم نہین ہوے بلکہ اُنکا ماخذ اور ہی چیزین ہیں مثلاً اگلی داستانین یا قدیم روایتین جو زبان زد خلائق ہین قدیم مذہبی یا شاعرانہ کتابین جن سے اشارۃً بعض واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ وہ حوالے جو ہند کے معاملات کی نسبت اور ملکوں کے مورخوں نے اپنی کتابوں میں دئے ہین پتہر یا دہات کے قدیم کتبے پائے گئے ہیں جنکی عبارتوں سے کچہہ حالات دریافت ہوتے ہین چنانچہ ڈاکٹر رِی صاحب لکہتے ہین "کہ قدیم زمانہ کی کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ سلف میں یہاں آریہ ہند حکمران تہے جنکے مشہور و معروف قصے نظم راماین میں درج ہیں اگرچہ قدیم زمانہ میں یہ مقام ہندو خاندان کی سکونت گاہ تہا مگر عیسوی سنہ کے آغاز سے بہت پہلے تبدیل ہوگیا تہا جبکہ شمالی ہندوستان میں بدمذہب کا بادشاہ حکومت کرتا تہا ۵۰۰ عیسوی تک دہلی کی تاریخ کا ٹہیک ٹہیک حال معلوم نہیں ہوسکتا جبکہ ہندوستان کے راجپوتوں نے اِسے پایہ تخت اور دارالخلافہ قرار دیا"

دہلی ابتدا سے متبرک مقام ہے

لیکن قدیم ہندی مورخون کی تحریر سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچگیا ہے کہ دہلی ایک نہایت متبرک مقام اور قدیم آبادی ہے ابتدائی زمانہ میں یہاں دیوتا باس کرتے یعنے سکونت پذیر تہے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ طبقہ سرزمین میں یہی وہ پاک اور مقدس زمین ہے جہاں اندر دیوتا نے جشن خوشی کیا ہے **دلی مہاتم** جو ہندوؤں کی قدیم کتاب ہے اُسکے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح بنارس الہ آباد۔ ہردوار اہل ہند کے مقدس مقامات ہیں اُسی طرح دلی بہی ایک بڑا

تیرتھ گاہ ہے ہندوؤں کی کتابوں سے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ دہلی مین بڑے بڑے کاملین اہل ہند نے عبادت کی ہے اور یہاں رہنے اور مرنے کو مکتی کا باعث خیال کیا ہے چنانچہ دہلی سے چند میل کے فاصلہ پر بسوامتر رشی کی عبادتگاہ ہے جو اب سورج کنڈ کے نام سے مشہور ہے۔ کسی زمانہ میں یہ مقام اندر دیوتا کا سکونت گاہ تھا اسی وجہ سے اسے اندر پرست کہتے تہے اصل میں اندرا کاس کے راجہ کا نام ہے جو ہندوؤں کے مذہب میں ایک بڑا ممتاز ومعزز راجہ ہے اور پرست کہتے ہین دونوں ہاتہہ بہر کر دان کرنے کو ہندوؤں کا اعتقاد ہے

اندرپرست

کہ یہاں راجہ اندر نے اگلے زمانہ میں دونوں ہاتہہ بہر کر موتیوں کا دان کیا تہا اُس زمانہ سے یہ مقام اندرپرست مشہور ہوگیا مگر کثرت استعمال سے پرست کا پت ہگیا اور لوگ اندرپت اندرپت کہنے لگے چنانچہ اسوقت تک پرانے قلعہ کے متصل موضع اندرپت موجود ہے لیکن اسکی آبادی جہان پہلے تہی وہان سے ویران ہوگئی اور وہاں کے زمیندار خاص پرانے قلعہ میں آبسے اسبات میں لوگوں کا بڑا اختلاف ہے کہ اندرپت کو دلّی کب سے کہنے لگے اس مین

دہلی کی وجہ تسمیہ

تین مشہور روایتین ہیں ایک یہ کہ اصل میں یہ لفظ ڈہلی ہے اور ہندی زبان میں ڈہلی اُس نرم زمین کو کہتے ہیں جہاں میخ نہ گڑ سکتی ہو یا کثرت سے دلدل ہو چونکہ یہاں کی زمین بہی ایسی ہی تہی اسلیے دلی کہلائی دوسرے یہ کہ یہاں راجہ دلیپ یا دل پال نام نے اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا تہا اُسکے وقت سے اسکا یہ نام پڑگیا تیسرے یہ کہ دہلوا ایک زمیندار تہا اُسنے اپنے نام پر ایک گانو آباد کیا تہا جب سے اسکو دہلی کہنے لگے اِسکے قدیم وجدید نشانات آبادی سے معلوم ہوتا ہے کہ طول میں بارہ تیرہ کوس اور عرض میں پانچ چہہ کوس سے زائد نہین ہے اور جہانتک آبادی کے نشانات نظر آتے ہیں سب جگہ پہاڑوں کا سلسلہ قائم ہے۔ چونکہ یہ مقام قدیم سے متبرک خیال کیا جاتا تہا اِس وجہ سے اگلے زمانہ میں پانڈوں نے ہستناپور سے اپنا دار الخلافہ دہلی کو تبدیل کر لیا تہا اور بہت روز اِس سرزمین پر حکمران رہے۔ اہل ہنود کے ہاں تاریخ نہونے سے اگرچہ دہلی کی ابتدائی بنا اور آبادی کا ٹہیک ٹہیک پتہ نہین چلتا مگر جو عمارات کہ اُنکی نشانیان ابتک موجود ہیں وہ صاف بتا رہی ہیں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے قدیم شہروں میں دہلی بہی ایک قدیم شہر ہے۔

دہلی کا پرانا قلعہ جو ہندو راجاؤں کے عہد میں اندرپت اور شیر شاہ کے زمانہ میں شیر گڈہ ہمایوں
کے عہد دولت میں دین پناہ وغیرہ مختلف ناموں سے پکارا جاتا تہا اسے راجہ انیکپال بازدہ
رسو کہانے تعمیر کرایا ہے جو گڈہ دیس میں سنہ عیسوی سے تین ہزار تین سو تیس سال پیشتر حکومت
کرتا تہا اسکے بعد سے حملہ اسلام تک اسکے نام و مقام میں مختلف تغیر و تبدل ہوتا رہا لیکن با
بار افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قدیم ہند کی تاریخ ایسی تاریکی میں ہے کہ اُس زمانہ کے حالات
و واقعات کا ذرا سراغ نہین لگتا۔ اہل ہند کو اسلام کا ممنون ہونا چاہیے کہ جب سے اُسنے اپنا
عالیشان جہنڈا یہاں نصب کیا سلسلۂ واقعات کو برابر بنتا چلا گیا اُسکی بدولت آج ہر ایک
شخص کو یہ عزت حاصل ہو سکتی ہے کہ ہند کے تیرہ سو سال کے واقعات ٹھیک ٹھیک ملک و
قوم کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ الغرض تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ پانڈوں اور کوروں کی حکومت
کے بہت عرصہ بعد راجہ انیکپال تونور نے سمت ۱۱۰۰ بکرمی میں ایک قلعہ اور شہر اپنے نام پر آباد
کیا لیکن جب۔ تونوروں کی سلطنت میں زوال وابتری پہیلی اور اُنکے ہاتہوں سے حکومت
چہین کر چوہانوں کے پاس پہونچی تو رائے پتہورا جسکا اصلی نام پرتہی راج ہے بادشاہ ہوا اسنے
۵۸۰ھ ہجری یا سمت ۱۲۰۰ میں ایک نہایت مستحکم قلعہ اور عالیشان محل بنایا جسکے بعض نشانات اب تک

پتہورا کا راج

موضع مہرولی میں قطب صاحب کی لاٹہہ کے متصل موجود ہیں اسکا محل اور عبادتخانہ تا حال ہے
ہے بلکہ بعض مورخوں کی رائے ہے۔ قطب صاحب کی لاٹہہ جو نہ صرف دہلی بلکہ ایشیا و دنیا
میں اپنا نظیر نہیں رکہتی اُسکا پہلا درجہ اسی راجہ کا تعمیر کیا ہوا ہے یہ راجہ اسی درجہ پر چڑہکر
بہت سویرے اشنان کرتا اور سورج دیوتا کی پرستش کے بعد بہوجن کہایا کرتا تہا۔

اسکے بعد جب آفتاب اسلام نے دہلی کی پہاڑیون کی چوٹی پر اپنی چمک ڈالی اور ہندوستان
کے قدیم دار الخلافہ کے ستارہ اقبال نے طلوع کیا تو **شہاب الدین** غوری ہند پر حملہ آور
ہوا اگرچہ ۵۸۷ھ ہجری میں راجہ پرتہی راج نے بمعیت دیگر راجگان ہند اسے بمقام تہانیسر
شکست دی مگر دوسرے ہی سال وہ پہر ایک جرار فوج لیکر یہاں آدہمکا اب ہندوؤں کے
اقبال کا ستارہ غروب ہو چکا تہا چنانچہ بمقام **تراوڑی** راجہ پرتہی راج نے کہلی شکست پائی
کہانڈے رائو عین معرکۂ جنگ میں مارا گیا اور راجہ دریائے سرستی کے کنارہ گرفتار ہوا اُسوقت

شہاب الدین غوری کا ہند پر حملہ

قطب الدین ایبک اول بادشاہ ہند

سے مسلمانوں نے ہندوراج کی بنیادوں کو متزلزل کردیا اور پہر کبھی اُسے پنپنا نصیب نہیں ہوا بعد کو **قطب الدین** ایبک جو شہاب الدین کا وفادار غلام تہا لاہور کو فتح کرتا ہوا دہلی میں آیا اور بطور نیابت یہاں کا فرمانروا مقرر ہوا اس تاریخ سے دہلی سلاطین اسلام کا پایہ تخت قرار دی گئی اور قطب الدین ایبک اُسکا پہلا بادشاہ ہوا سلطان قطب الدین نے رائے پتہورا ہی کے قلعہ میں ایک عالیشان محل بنایا اور اُسے قصر سفید کے نام سے نامزد کیا لیکن اب اِس قصر کا نام نشان تک باقی نہیں رہا۔

شمس الدین التمش

سلطان قطب الدین کے انتقال کے اُسکا بیٹا **آرام شاہ** تخت نشین ہوا مگر چونکہ وہ نہایت عیش پسند آرام طلب تہا اسلیے اُسے معزول کرکے **شمس الدین التمش** جو قطب الدین کا باوفا غلام تہا تخت پر متمکن ہوا اسکے زمانہ میں فتوحات کا پیمانہ بہت وسیع ہوگیا اور سلطنت دہلی کی بنیاد کماحقہ مضبوط و مستحکم ہوگئی قطب صاحب کی لاٹھ اسینے تعمیر کرائی جسکا نام اُسنے اپنے آقائے نامدار قطب الدین ایبک کے نام پر رکہا۔

سلطان ناصر الدین محمود

سلطان شمس الدین التمش کی وفات کے بعد سلطنت میں طرح طرح کے جہگڑے اُٹھ کہڑے ہوے اور باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے کسی بادشاہ کو جم کر تخت پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوا ۶۴۴ہجری میں **سلطان ناصر الدین محمود** تخت نشین ہوا اور مستقل طور پر حکومت کی باگ ہاتھ میں لی اِسکے عہد میں رعایا نہایت خرم و شاد اور ملک آباد تہا **سلطان ناصر الدین** غازی نے پرتہی راج ہی کے قلعہ میں یا اِسکے آس پاس ایک عظیم الشان محل بنایا تہا اور اسکا نام قصر ہزار ستون رکہا تہا لیکن یہ عمارت ایسی وسیع تہی کہ اُسکے سامنے پوری نہوئی اور اُسکی عمر پوری ہوگئی غیاث الدین بلبن نے جو اُسکا وزیر خاص تہا اور اُسکی وفات کے بعد مستقل بادشاہ ہوا اپنے زمانہ حکومت میں اِس ادہوری عمارت کی تکمیل کی لیکن آج اِس عمارت کا بہی کوئی نام نشان باقی نہیں رہا۔

سلطان غیاث الدین بلبن

سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ ہوا تو اُسنے شہر کی درستی میں بہت کچھ کوشش کی اور ۶۶۶ہجری میں ایک قلعہ تعمیر کرایا جو سرزغن کے نام سے مشہور ہوا آج اِس قلعہ کا بہی نشان نہیں معلوم ہوتا مگر لوگ کہتے ہیں کہ جہاں حضرت نظام الدین کا مزار ہے وہاں یہ قلعہ تہا اور سی

آبادی کا نام غیاث پور تہا سلطان غیاث الدین کے عہد حکومت میں وسط ایشیا کے مختلف شاہزادے اور فرمانروا مغلوں کے خوف سے اسکے حکومت میں آ پناہ گزین ہوئے اور اُنہے اُنکے نام سے شہر مین مختلف محلے قائم کیے۔

سلطان معزالدین کیقباد

اسکے انتقال کے بعد جب اسکا پوتا **سلطان معزالدین کیقباد** تخت و تاراج کا وارث قرار دیا گیا تو اُسنے ۶۸۶ھ ہجری میں ایک نہایت پر فضا اور دلکش قلعہ دریائے جمن کے کنارہ تعمیر کرایا اُسکا کیلو کہڑی نام رکہا گو اُس قلعہ کا اب کوئی نشان موجود نہین مگر قیاسًا کہا جا سکتا ہے کہ یہ اُس مقام پر آباد ہوگا جہاں اب ہمایوں کا مقبرہ واقع ہے کیونکہ اسی مقبرہ کے متصل موضع کیلوکہڑی موجود ہے جو اب بہی اِسی نام سے یاد کیا جاتا ہے کیقباد کا مقبرہ اِسی جوار میں ہے اور وہ اپنے محل ہی میں دفن کیا گیا تہا موضع کیلوکہڑی اب بہی آباد ہے اور زمینداروں کے دس پانچ ٹوٹے پہوٹے جہوپڑے پڑے ہوئے ہیں طوطی ہند امیر خسرو شاعر نے اِس قلعہ کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے اور نظم کے پیرایہ میں اُس زمانہ کا پورا سین دکہایا ہے جبکہ وہ نہایت آباد اور پُر رونق تہا چونکہ وہ ایک بڑی طول طویل نظم ہے اسلیے ہم اُسے یہاں درج کرنے سے قاصر ہین شائقین کو قران السعدین ملاحظہ کرنا چاہیے۔

سلطان جلال الدین خلجی

سلطان معزالدین کے قتل ہونے کے بعد اِس خاندان سے سلطنت نکل گئی اور صلح و جنگ کے جملہ امورات کا حق خلجی خاندان کے بادشاہوں کو حاصل ہوا اِس خاندان کا اول بادشاہ **سلطان جلال الدین خلجی** ہے اسنے ۶۸۹ھ ہجری میں ایک بہت ہی مستحکم اور خوشنما محل بنایا اور اُسکا کوشک لعل نام رکہا اِسوقت اِس محل کا بہی کوئی نشان ڈہونڈے نہین ملتا اور نہین معلوم ہو سکتا کہ کہاں تہا اور کہاں گیا البتہ لوگوں کی زبانی سنا گیا ہے کہ کوشک لعل حضرت سلطان نظام الدین کی درگاہ کے قریب تہا ممکن ہے کہ یہ درست ہو کیونکہ تاریخ سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ جلال الدین خلجی نے سلطان معزالدین کے ویران شہر کو آباد کرکے اُسکا نام کوشک لعل رکہا تہا نیز ایک بڑی عمارت جو لعل محل کے ساتہ مشہور ہے اب بہی یہاں موجود ہے شاید یہ اُسی عمارت کا حصہ ہو۔ غرضکہ سلطان جلال الدین نے چند روز سلطنت کرکے تمام کاروبار کی باگ اپنے بہتیجے سلطان علاء الدین کے ہاتہوں میں دیدی اور خود عیش و عشرت مین مشغول ہو گیا لیکن اُسے اِس عیش پسندی مین مشغول

سلطان علاء الدین خلجی

تہوڑا ہی عرصہ گذرا تہا کہ **سلطان علاء الدین** نے موقع پاکر اُسے قتل کرڈالا اور سنہ ۶۹۵ ہجری میں خود مستقل بادشاہ بن بیٹہا۔ اسنے اپنے چچا کے شہر کو خوب رونق دی اور ساتھ ہی ایک عالیشان قلعہ اور نہایت خوبصورت محل تعمیر کرا کے اُسے کوشک لعل کے نام سے مشہور کیا۔ اب محل کا تو کوئی نشان موجود نہین البتہ قلعہ کے کچہہ کچہہ نشانات قطب صاحب کو جاتے ہوے بائین ہاتہہ کو ملتے ہیں یہ قلعہ بعد کو **سری** نام سے مشہور ہوا تہا۔ علاء الدین خلجی نے اسی قلعہ اور محل میں کولا دیوے رانی کے ساتہ عیش اُڑاے اور اِسکے بیٹے **خضر خان** نے

خضر خان

دیوی رانی سے یہین رنگ رلیان مچائین انجام کار جب خلجیون کی سلطنت میں زوال آیا اور ہر طرف ابتری پہیل گئی تو تغلق خاندان کے فرمانرواؤں نے اُنکی حکومت کے ٹمٹماتے ہوے چراغ کو اکسایا اور اپنی ہمت ولیاقت سے اُسکی وہی پہلی سرسبزی اُسے دیدی۔

سلطان غیاث الدین تغلق

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے خوب جم کر سلطنت کی اور شہر کی درستی وآراستگی میں کوئی دقیقہ اُٹہا نہ رکہا اُسنے سنہ ۷۲۱ ہجری میں ایک نیا شہر آباد کیا اور اُسکا تغلق آباد نام رکہا اِسی کے متصل ایک نہایت مستحکم قلعہ بنانا شروع کیا جسکی تکمیل اُسکے فرزند **سلطان محمد تغلق** کے عہد میں ہوئی یہ قلعہ اب تک موجود ہے اور اِسکی پوری کیفیت ہم تیسرے باب میں مفصل لکہین گے سلطان محمد تغلق نے تغلق آباد ہی کے قریب ایک نہایت وسیع محل اور عالیشان محل تعمیر کیا اسمین ہزار ستون قایم کیے اور اِسی وجہ سے اِسکا ہزار ستون محل نام رکہا علاوہ ازین دیگر عمارات سنگ رخام کی تعمیر کین یہ سب عمارتین ملکر ایک بڑا شہر ہوگیا اور بادشاہ نے اِسکا نام **عادل آباد** رکہا کیونکہ اُس زمانہ کے لوگ سلطان محمد تغلق شاہ کو عادل شاہ سے پکارتے تہے خاندانِ تغلق کی سلطنت منتقل ہوتے تہے جب **فیروز شاہ تغلق** تک پہونچی تو اُسنے نہ صرف ملک ورعایا ہی

فیروز شاہ تغلق

کی سرسبزی وبہبودی کی طرف توجہ مبذول کی بلکہ علوم وفنون کی ایک ایسی مستحکم بنیاد ڈالی کہ تہوڑے ہی زمانہ مین اُسکی ڈالی ہوی بنیادین آسمان سے باتین کرنے لگین علمی مجلسین بڑی رونق کے ساتہ قایم ہوئیں اور اُن میں مختلف مذاق کے علما فضلا حاضر ہونے لگے سلطان فیروز شاہ نے اپنی عہد سلطنت یعنے سنہ ۷۵۵ ہجری میں ایک نہایت خوش منظر اور دلفریب شہر دریائے جمن کے ساحل پر آباد کیا اور اِسی سنہ میں ایک جدید قلعہ بڑی عظمت وشان کا تعمیر کیا جب دونو عمارتین بنکر تیار

شہر فیروزآباد

ہوگئین تو جدید شہر اور نو تعمیر قلعہ میں ایک عظیم الشان جشن مرتب کیا اور اس شہر کا نام فیروزآباد رکھا جس زمانہ مین یہ عمارت شروع تھی تو اراکین سلطنت نے ہندوؤن کے ایک متبرک اور رفیع الشان منارے کو وسط ہند سے لاکر شہر کے متصل نصب کر دیا تھا اُسکے گرداگرد ایک عالیشان محل تیار کیا ایک خوبصورت و خوشنما مسجد بھی بنائی یہ مینارہ اب تک اپنی اصلی وضع پر موجود ہے جو فیروز شاہ کی لاٹ یا کوٹلے کی لاٹ کے ساتھ مشہور ہے یہان گو شہر کی عمارتوں کے بعض بعض نشانات پائے جاتے ہیں لیکن قلعہ کا کہیں پتہ نہین لگتا اور ہزار جستجو کے بعد بھی اُسکا کوئی ٹھیک نشان دریافت نہین ہوتا لوگ کہتے ہیں کہ یہ جدید قلعہ اُس مقام پر تھا جہان اب فیروزآباد گانو بستا ہے پچھلے دنوں انگریزی گورنمنٹ نے کوٹلے کے توڑے جانے کا حکم دیدیا تھا چنانچہ وہ منہدم ہونا شروع بھی ہوگیا تھا اور جہاں کہین پتھر کی خواہش ہوتی تھی یہان سے ٹوٹ کر جاتا تھا جس سے خوف تھا کہ یہ عمارت بھی دنیا سے مٹجائے گی اور دیگر عمارات کی طرح اسے بھی کوئی جاننے والا اور اسکی مظلومانہ حالت پر دو آنسو بہانے والا نظر نہ آئیگا مگر انتہا درجہ کے جوش مسرت سے لکھا جاتا ہے کہ ہماری عالی گورنمنٹ نے اُس حکم کو منسوخ کر دیا اور پھر بدستور سابق اُسکے توڑنے کی ممانعت کر دیگئی سلطان فیروز شاہ نے [illegible] میں دریا ستلج سے ایک نہر کاٹ کر جھجر تک لایا اور [illegible] ہجری مین جمنا سے ایک بڑی نہر کاٹ کر ہانسی و حصار کیطرف لیگیا قلعہ کے نیچے ایک نہایت وسیع حوض بنایا اور نہر مذکور کا منبع اُسے مقرر کیا علاوہ ازین اور بہت سی عجیب و غریب عمارتین فیروز شاہ کے اہتمام خاص سے تعمیر کی گئیں اور نہایت استحکامی کے ساتھ تعمیر کی گئیں حقیقت یہ ہے کہ خاندان تغلق مین اگر کسی فرمانروا کو تعمیر مکانات اور آراستگی شہر کا دعوے پہونچتا ہے تو وہ صرف ایک فیروز شاہ ذی تعلق ہے جسنے اپنی قابل قدر فیاضی سے نہ صرف موجودہ ملک و رعایا کی بہبودی کے سامان فراہم کیے بلکہ اُنکی آیندہ نسلوں کیلئے آسایش و راحت اور دینی و دنیاوی ترقی کی ایک نہایت مستحکم بنیاد ڈالی فیروز شاہ کے انتقال کے بعد پھر باہمی خانہ جنگیوں نے ہاتھ پانو پھیلائے اور خانگی نزاع کی وجہ سے سلطنت کی بنیاد متزلزل ہوگئی چنانچہ سنہ ۸۰۱ ہجری میں جبکہ **محمود تغلق** تخت نشین تھا امیر تیمور نے دہلی پر حملہ آور ہوا **محمود تغلق** گجرات کی طرف بھاگ گیا اور دہلی کو امیر کی جرار فوج کی پامالی کیلئے چھوڑ گیا مگر جب امیر یہان سے واپس چلا گیا تو محمود تغلق پھر دہلی چلا آیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد مر گیا

خضرخان کا تسلط

عالم آخرت ہوا سید **خضر خان** والی ملتان نے جب دہلی کی یہ کیفیت دیکھی تو اُسکے مُنہ میں پانی بھر آیا اور موقع پاکر تخت دہلی پر متمکن ہوگیا مگر اِس عہد میں اندرونی نزاع کی سبب سے سلطنت دہلی کا دائرہ اسقدر تنگ ہوگیا تہا کہ چند کوس سے زیادہ اُسکی حکومت نہ تہی باہر کے صوبجات برائے نام سلطان دہلی کے مطیع تھے اور ہر ایک کے دماغ مین حکومت دہلی کی ہوس بہری ہوئی تہی خضرخان نے سنہ ۸۱۷ ہجری میں دریا کے کنارہ ایک قلعہ آباد کرکے اُسکا نام اپنے نام پر خضرآباد رکہا تہا آج اگرچہ اِس قلعہ کا بہی نشان نہیں ملتا مگر لوگون کا بیان کہ خضر کی گمٹی کے پاس یہ قلعہ تہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاید خضر کی گمٹی اِس بادشاہ کی قبر ہو خضر خان کے بعد اُسکا بڑا بیٹا **مبارک شاہ** تخت پر بیٹہا اور اُسنے اپنی یادگار مین ایک اور قلعہ تعمیر کراکے اُسکا مبارک آباد نام رکہا یہ قلعہ صفدر جنگ کے مقبرہ کے سامنے تہا چنانچہ اب بہی اُس جگہ ایک گانو آباد ہے جو مبارک پور کوٹلہ کہلاتا ہے خاندان سادات کچھہ زیادہ عرصہ تک دہلی پر حکمران نہیں رہا بلکہ اُسکے تہوڑے ہی فرمانروا کے ہاتہہ سے حکومت نکل کر لودہی خاندان میں چلی گئی۔

بہلول لودہی

بہلول لودہی نے جو اِس خاندان کا اول بادشاہ تہا دہلی کو از سر نو آرائش کا جامہ پہنایا اور اِسی کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا مگر اُسکے فرزند

سکندر لودہی

سکندر لودہی نے آگرہ کو پایہ تخت قرار دیا سکندر کے وفات کے بعد اُسکا بیٹا

ابراہیم لودہی

ابراہیم لودہی تخت نشین ہوا یہ بڑا جابر اور سرکش بادشاہ تھا جب اِسکا ظلم حد سے بڑہ گیا تو

بابر بادشاہ

سلطان ظہیر الدین **بابر بادشاہ** نے بمعیت دولت خاں والی ملتان ہند پر چڑہائی کی اور سنہ ۹۳۲ ہجری میں ابراہیم کو پانی پت کے میدان مین شکست دیکر دہلی میں نزول اجلال فرمایا سنہ ۹۳۹ ہجری میں

ہمایون بادشاہ

نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے دہلی کو فتح کیا اِسی سنہ میں اُسنے پُرانا قلعہ جسکا اصل بانی راجہ اننگپال تونور تہا اور جو اسوقت بالکل منہدم ہوچکا تہا از سر نو تعمیر کیا اور دین پناہ کے نام سے مشہور کیا آج جسقدر عمارت اِس قلعہ میں دکہائی دیتی ہے اِسی بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے

شیرخان الملقب بہ شیرشاہ

ہمایون کو دہلی پر حکمرانی کو تہوڑا ہی زمانہ گذرا تہا کہ شیرخان افغان نے جو آگے چلکر شیرشاہ کے نام سے مشہور ہوا ہمایون کو یہانتک تنگ کیا کہ وہ مجبور ہوکر ایران چلا گیا ہمایوں کے ایران چلے جانے کے بعد **شیرخان** دہلی پر متمکن ہوا اور اُسنے پُرانے قلعہ مین کچھہ کچھہ مکانات تعمیر کرائے اِسکے علاوہ ایک بڑا عالیشان مکان بطور جہان نما کے تعمیر کرکے اُسکا شیر منڈل نام رکہا چنانچہ یہ مکان ابتک پُرانے قلعہ کی مسجد کے

پاس موجود ہے اِس عمارت کے بنانے کے بعد ۹۴۳ھ ہجری میں شیر شاہ نے پُرانے قلعہ کے متصل ایک مختصر سا قلعہ بھی تعمیر کرایا اور اُسکا بھی شیر منڈل نام رکھا لیکن اب اُنکا کچھ سُراغ نہین لگتا اور ٹوٹ پھوٹ کر زمین کے برابر ہو گیا۔

سلیم شاہ

شیر شاہ کے بعد اُسکے بیٹے سلیم شاہ نے ۹۵۳ھ ہجری میں ایک نہایت مستحکم قلعہ چار لاکھہ روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرایا اور اُسکا سلیم گڈہ نام رکھا یہ قلعہ لعل قلعہ کے سامنے دریا کے کنارہ پر موجود ہے بلکہ اب تو لعل قلعہ کا ایک حصہ شمار کیا جاتا ہے مسلطے زمانہ مین بادشاہی لوگوں نے اُسکا نام بدل دیا ہے اور بجائے سلیم گڈہ کے نورگڈھ کہتے ہیں سلیم شاہ نے اِسکے علاوہ دیگر مکانات بھی رفاہ عام کیلئے تعمیر کرائے تھے جیسے کہاری باولی لاہوری دروازہ کی مسجد وغیرہ۔ مگر سلیم شاہ کے زمانہ میں امورات سلطنت بالکل درہم برہم ہو گئے اور ہمایوں بادشاہ دوبارہ ہندوستان پر متصرف ہوا اُسنے پُرانے قلعہ مین بہت سے پُر نزہت اور خوش منظر مقامات تعمیر کرائے اور شیر شاہ کے بنائے مکانات کو کتبخانہ سے آراستہ کیا

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

ہمایوں بادشاہ کے انتقال کے بعد **جلال الدین محمد اکبر** کلانور میں تخت نشین ہوا اور ۹۶۲ھ ہجری میں ہیموڈ ہوسر کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر سلطنت کو افغانی خرخشون سے پاک صاف کر دیا اِس زمانہ میں بھی آگرہ ہی بدستور دارالخلافہ رہا لیکن جب سلطان ابن سلطان **شہاب الدین شاہجہان** تخت حکومت جہلوہ آرا ہوا تو اُسنے ۱۰۴۹ھ ہجری میں جلوس کے بارہوین سال جدید دہلی کی بنیاد ڈالی۔

شاہجہان بادشاہ

ایک یورپین مصنف کا رائے شاہجہان آباد کے متعلق

ایک یورپین مصنف دہلی کی تاریخ لکھتے ہوئے جدید شہر یعنے شاہجہان آباد کے بنیاد پڑنے کی عجیب وجہ بیان کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جدید دہلی جسکو شاہجہان نے بسایا جمنا کے کنارہ پر آباد ہے جسے میوات کی پہاڑیوں سے ہمیشہ آب رسانی پہنچتی ہے اسکے گرد و نواح خوب سیراب ہوتے ہیں اور طوفان سے محفوظ رکھنے کے لیے بہت سی عجیب و غریب تدابیر عمل میں لائے گئے ہیں تجارتی معاملات میں گو اسے آگرہ کی برابری کا دعوے نہیں مگر اور وجوہات میں اُس سے کہیں بڑہکر ہے اِسکے ارد گرد بہت ہی قریب پہاڑیان ہیں جہان فرحت حاصل کرنے کے عمدہ ذرایع موجود ہیں۔ یہان کی آب و ہوا نہایت معتدل اور خوشگوار ہے ۱۵۵۶ عیسوی میں ہمایون کی

وفات کے بعد سے شاہجہان کے عہد تک شاہی توجہ اِس شہر سے بالکل ہٹ گئی تھی کہ اکبر کے عہد سلطنت اور نیز اُسکے جانشین لڑکے کے وقت مین آگرہ ہی مستقل پایۂ تخت رہا مگر سنہ ۱۶۳۹ء میں شاہجہان نے ارکین دربار کو حکم دیا کہ ایک بالکل نیا شہر ہمارے پردادا کی ریاست کے شمال میں تعمیر کیا جائے ممکن ہے کہ آگرہ سے بادشاہ کا دل یوں اچاٹ ہو گیا ہو کہ اُسکی پیاری ملکہ عین شباب مین ایک اتفاقی حادثہ سے فوت ہو کر وہاں مدفون ہوئی۔ غرضکہ مرحوم ملکہ یا اُسکے ذاتی فہم و فراست نے اُسے اِسپر آمادہ کیا کہ وہ ان گنت دولت خرچ کر کے اپنے نایاب مذاق سے محظوظ ہو۔

شہر شاہجہان آباد کی تعمیر

شہر شاہجہاں آباد کی تعمیر سنہ ۱۰۴۸ ہجری میں شروع ہوئی اور سنہ ۱۰۵۸ ہجری دس سال کے عرصہ میں اختتام کو پہونچی جیساکہ ابن یحیی کاشی کے اس مصرعہ تاریخ سے واضح ہوتا ہے ع

شد شاہجہاں آباد از شاہجہاں آباد ؎ الغرض شہر کا دَور سات میل کا رکھا گیا اور اُسکے اندر مختلف عمارتین امرا وزرا کی رہایش کیلیے تعمیر ہوئیں بادشاہ نے اپنے لیے ایک نہایت مستحکم و وسیع قلعہ تعمیر کیا جب قلعہ بنکر تیار ہوا اور شہر نے کوچہ و بازار سے رونق پائی اور آبادی روزافزون ہونے لگی تو شہر کی حفاظت و مزید رونق کیلئے بادشاہ نے حکم دیا کہ اِس شہر کی فصیل

شہر پناہ

بھی بنائی جائے چنانچہ شاہجہانی جلوس کے چوبیسوین سال مکرمت خاں کی کوشش سے ڈیڑہ لاکھہ روپیہ خرچ ہو کر مٹی اور اینٹ کی فصیل تیار ہوئی لیکن ناپختگی کی وجہ سے اسی برسات مین جابجا سے منہدم ہونے شروع ہو گئی اِسلیے جلوس کے چھبیسوین سال ربیع الاول کی بائیسوین تاریخ کو دوبارہ حکم ہوا کہ اِس شہر پناہ کو اوکھا کر از سر نو نفیس و مستحکم چونے اور پتھر سے نئی شہر پناہ بنائی جائے چنانچہ اور ساڑہے تین لاکھہ روپیہ خرچ کر کے ۱۰ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۹ میں یہ فصیل بنکر تیار ہوئی۔ اِسکا طول چھہ ہزار تین سو چونسٹھہ گز دیوار کا عرض چار گز اور کنگروں کا ارتفاع نو گز کا ہے فصیل میں بارہ دروازے چار بڑی کھڑکیاں چھین برج اکیس اژسٹھہ دمدمے رکھے گئے تھے جنمین سے بعض مختلف بربادیوں میں منہدم ہو گئے اور اب صرف ذیل کے دروازہ باقی ہیں

شہر کے دروازے

دہلی دروازہ۔ ترکمان دروازہ۔ اجمیری دروازہ لاہوری دروازہ۔ کشمیری دروازہ۔ نگمبود دروازہ۔ اجمیری دروازہ یہ سب دروازے باستثنائی لاہوری دروازہ اور موری دروازہ ابتک اپنی اصلی وضع پر

قایم ہین موری دروازہ لاہوری دروازہ اور چھوٹے دروازہ کا ہر چند نشان موجود ہے کہ فصیل برقرار ہے دروازہ مسمار کردیا گیا باقی کابلی دروازہ اور دیگر دو دروازون کا اسوقت نام نشان بہی نہیں دروازون کی فہرست مین ایک نیا دروازہ مغلیہ خاندان کے آخر بادشاہ بہادر شاہ کے عہد میں قائم ہوا جو کلکتہ دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور اب تک قائم ہے کہڑکیون میں فراشخانہ کی کہڑکی اور مسجد گہٹا کی کہڑکی اب موجود ہے باقی دو کا پتہ نہین لگتا۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے شہر کی فصیل جابجا سے شکستہ ہوگئی تہی مگر حکام انگریزی نے ہر مقام سے اُسکی مرمت کی اور بہت جگہ سے درست کیا

شہر کی کہڑکیان

چار بڑی کہڑکیوں کے علاوہ جنکا ذکر اوپر ہوچکا اور بہی چند کہڑکیان تہی جو ان ناموں کے ساتہ پکاری جاتی تہیں نواب احمدبخش خان کی کہڑکی۔ نواب غازی الدین خان کی کہڑکی۔ مثمن برج کی کہڑکی سلیم گڈہ کی کہڑکی۔ نصیر گنج کی کہڑکی شاہ گنج کی کہڑکی اجمیری دروازہ کی کہڑکی سید بھولی کی کہڑکی تلمند باغ کی کہڑکی امیر خان کی کہڑکی خلیل خان کی کہڑکی بہادر علی خان کی کہڑکی نگمبود کی کہڑکی یہ سب کہڑکیاں اب بند ہوگئی ہیں اور بعض بعض کے نشان دریافت ہوسکتے ہین۔

دہلی کا تنزل

شاہجہان کے بعد جب اورنگ زیب عالمگیر کا دور دورہ ہوا تو اُسنے شہر کو بہت کچہہ رونق دی اور چند خاص خاص عمارتیں بڑی شان وشوکت کی ایزاد کین مگر افسوس جو شہر کہ اپنی عظمت و شان اور خوبی کمال میں لاجواب و بے نظیر کہا جاتا تہا اندرونی خانہ جنگیوں اور بیرونی حملون نے اُسے چند ہی روز میں ایسا تباہ و برباد کردیا کہ بیان سے باہر ہے سب سے پہلے شہنشاہ عالمگیر کے قیام دکن نے جو ایک عرصہ دراز تک رہا دہلی کی رونق مین ضعف پیدا کردیا مگر یہ ضعف کچہہ ایسا نہ تہا جس سے شہر یا حکومت میں تزلزل پڑتا بلکہ بہت جلد رفع ہوگیا اور شہر بدستور آباد رہا عالمگیر کے انتقال کے بعد اُسکے تینون بیٹوںمین معرکہ آرائیاں ہوئین مگر بجز ایک خفیف سی جنگ کے اور کچہہ نہیں ہوا اور دہلی صدمہ سے بچی رہی۔ جہاندار شاہ کا سارا خاندان اُسکی بدقسمتی اور سوء تدبیری سے دشمن ہوگیا چنانچہ فرخ سیر نے جو اُسکا حقیقی بہتیجا تہا اُسے قید کرکے حکومت کی باگ اپنے ہاتہہ مین لی اور اس تاریخ سے شہر مین زوال وابتری پہیلنی شروع

ہوئی۔ خاندان سادات اور اہل دربار کی باہمی مخالفت نے ہزاروں مظلوموں کی جانیں لیکر چھوڑا یہانتک کہ فرخ سیر بھی سیدوں کے ہاتھ سے نہ بچ سکا اور آخر کار چند روز کے بعد خاندان سادات کے دوسر غنے سید حسن اور سید عبد اللہ اپنے بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ قتل کیے گئے اب شہر نے بھی یکسو ہوکر رونق پکڑی اور محمد شاہ کی رنگیلی طبیعت نے تھوڑے ہی زمانہ میں اِس شہر کی کایا پلٹ دی دار الخلافہ میں چاروں طرف امن واماں پھیل گیا اور ہر شخص عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے لگا لیکن محمد شاہ کی نازک مزاجی اور عیش پسندی نے پھر دہلی کی بنیادوں میں تزلزل ڈالدیا اور نادر شاہ افغانستان سے پنجاب پر تسلط کرکے دار الخلافہ دہلی کے قریب آپہونچا جانبین سے صف آرائی ہوئی مگر بعد کو صلح ہوگئی اور نادر شاہ محمد شاہ کے ہمراہ قلعہ میں چلا آیا۔

غمزدہ محمد شاہ بہمراہی نادر شاہ دیوان خاص میں آیا اور تخت طاؤس پر بیٹھ کر دونوں نے جام نوشی کی دوسرے دن نادرشاہی سپاہیوں نے اپنے حکمراں کے سامنے قتل عام کرنا شروع کردیا جبکہ اُسنے روشن الدولہ کی چھت پر نظر ڈالی کا ل دوپہر تک شہر میں قتل کا بازار گرم رہا اور عام رستوں گلی کوچوں میں خونی دریا بڑے زور شور سے لہریں لینے لگا تقریبًا دو لاکھ آدمی قتل ہوے اور باقی تباہ و برباد ہوگئے نادر شاہ نے تخت طاؤس کو توڑ ڈالا اور دہلی کو بے چراغ کرکے ایران چلا گیا اس حملہ میں جو غنیمت اُسکے ہاتھ لگی اُسکا تخمینہ آٹھ لاکھ پونڈ بیان کیا جاتا ہے۔ ابھی دس برس بھی نہ گذرے تھے کہ نادر شاہ کے انتقال کے بعد احمد خان درانی والی کابل نے جو پہلے نادر شاہ کی افواج کا نامور افسر تھا دہلی پر حملہ آور ہوکر اُسے لوٹا اور قلعہ کی بقیہ دولت پر تصرف کیا ۵۶ء میں مرہٹوں نے زور پکڑا اور دہلی کو بالکل تاخت وتاراج کرڈالا مگر پانی پت کی لڑائی میں منہ کی کھائی اور احمد شاہ ابدالی نے انکی بڑھتی ہوئی قوت پر ایسی ضرب لگائی کہ اُنہیں عرصہ تک سنبھلنا دشوار ہوگیا مرہٹوں نے یہانتک دست غارت گری دراز کیا کہ دیوان عام کے تمام روپہلی پترے اکھاڑ لیے موتی مسجد میں گرا تھا موتیوں کا جو گچھا بیگات نے لگایا تھا اُتار لیا اور جہانتک بن پڑا رعایا سے زر ومال وصول کیا ۸۸ء میں دہلی کے بچی کھچی مال کو غلام قادر کی توپوں نے غارت کیا اور پھر خود بدولت

نے آکر اپنا کیسہ الگ گرم کیا یہاں تخت طاؤس پر بیٹھ کر حقے کے دم اُڑائے اور اسی مقام پر شاہی خاندان کو طرح طرح کی ایذائیں پہونچائیں اور سلطنت کے چشم وچراغ مظلوم شاہ عالم ثانی کی آنکھیں نکال لیں سیندھیا نے غلام قادر کو قتل کرکے بادشاہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اس تاریخ سے دوبارہ دہلی پر مرہٹوں کا قبضہ ہوا اور اُنکے ظلم و سرکشی کے افسانے لوگوں کی زبانوں پر جستہ جستہ آنے لگے آخر کار لارڈ لیک صاحب نے ۱۵ ستمبر ۱۸۰۳ء میں دہلی کو فتح کیا اور شام کے وقت اُنکے سوار دیوان عام و خاص تک آ گئے جہاں کہ تیموریہ خاندان کا بادشاہ ایک نہایت شکستہ اور ٹوٹے پھوٹے سائبان کے تلے بیٹھا ہوا تھا لارڈ موصوف نے بادشاہ کو مرہٹوں کے نرغے سے چھڑا کر ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کی ماہوار پنشن مقرر کردی اور قلعہ پر اختیار بدستور رہا سلطنت کے داب و آداب میں کچھ فتور پڑا نہ حکم و احکام میں ذرا فرق آیا لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر نے یہ بھی باقی نہ رکھا اور بالکل تباہ و برباد کر ڈالا افسوس صد افسوس۔

دہلی اور اُسکے تمام ساز و سامان اگرچہ کبھی کے مٹ چکے اور اب اُسمیں بجز مختصر سی آبادی کے اور کچھ باقی نہیں رہا مگر تاہم اسکی عظمت و شان لوگوں کے دلوں میں اس درجہ جاگزیں ہے کہ وہ ابتک اسکے نام کی تعظیم کرتے اور اسے وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ سینکڑوں دل اسکے دیکھنے کی حسرت میں مرتے ہیں فن تعمیر کے شیدائی یہاں کی قدیم عمارات کی صنعت کے اشتیاق میں دور دراز کا سفر طے کرکے آتے اور اُنہیں دیکھکر عش عش کر جاتے ہیں مورخوں کا گروہ یہاں کے تاریخی مقامات کے حسرت دیدہ میں قدیم تاریخوں کو بڑی جانکاہی اور عرقریزی سے ٹٹولتا ہے اہل تصوف اور خدا آگاہ اسے بہت سے اولیائے کرام کا مسکن جانکر ہر چہار طرف سے امڈے چلے آتے اور اولیاء اللہ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب جنابہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصرہ ہند کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوئیں تو حضور مرحومہ نے اسکی خوشی میں ایک عظیم الشان دربار کا حکم دیا اور جناب لارڈ لٹن نے ۱۸۷۷ء عیسوی میں اسی سرزمین دہلی میں جشن دربار منعقد کیا اور مختلف الحکام و نوابان ہند کو مدعو کرکے سرفراز فرمایا اسی تفاخر کی وجہ سے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی جشن تاجپوشی کی تقریب میں جناب لارڈ کرزن

صاحب نے سال رواں یعنے سنہ ۱۹۰۲ عیسوی میں ایک عظیم الشان دربار کے لیے دہلی ہی کو منتخب فرمایا آج ہندوستان کے تمام طبقوں مین یہ فخر صرف دہلی ہی کو حاصل ہے اور وہ اسپر جسقدر ناز کرے بجا اور زیبا ہے دہلی کی تاریخ کے متعلق جسقدر ہمین لکھنا تہا لکھہ چکے اب ہم اُن مشہور اور قابل یادگار عمارتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو شہر کے اندرونی حصہ میں لائق زیارت اور قابل دید ہین لیکن اِس سے قبل کہ ان عمارات کا ذکر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن بادشاہون کی ایک مختصر سی فہرست جدولون میں دکھا دیجائے جنہون نے تخت دہلی پر حکومت کی ہے جس سے اُنکے سنین جلوس اور سنین وفات بھی ناظرین کو اچھی طرح دریافت ہو سکین کیونکہ عمارات کے سلسلہ ذکر مین بہت سی اِس قسم کی باتین بیان ہونگی جو خاصکر شاہان اسلام سے تعلق رکھتی ہین جو اُنکے اصل بانی یا محرک ہوئے ہیں یا اُنکے عہد میں وہ عمارتین تعمیر ہوئی ہیں۔

اُن شاہان اسلام کی فہرست جو تخت دہلی پر جلوہ آرا ہوئے

خاندان غلامان

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	کیفیت
قطب الدین ایبک	۶۰۲ھ	۶۰۷ھ	یہ بادشاہ بہاؤ الدین شاہ والی غزنی کے فرزند بہت بیانہ [illegible] سلطان شہاب الدین غوری کا غلام [illegible] تہا سلطان [illegible] نے ۵۸۹ھ ہجری میں دہلی پر [illegible] اور [illegible] میں دہلی کو فتح کرکے تخت نشین ہوا اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور بطور نیابت قطب الدین ایبک کو یہاں کا حکمران مقرر کیا جسنے چند ماہ چار سال حکومت کی۔
آرام شاہ	۶۰۷ھ	۶۰۷ھ	چونکہ قطب الدین ایبک لاولد تہا اسلئے اُسنے آرام شاہ کو اپنا متبنے کر لیا تہا جو اپنے فرضی باپ کے بعد بادشاہ ہوا اور صرف ایک سال حکمرانی کرکے معزول ہوگیا۔

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان شمس الدین التمش	سنہ ۶۰۷ھ	سنہ ۶۳۳ھ	یہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تہا لوگون کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اسے سلطنت نصیب ہوئی یہ بادشاہ نہایت متواضع اور رحمدل تہا۔ ہمیشہ باوضو رہتا اور تہجد کی نماز کبھی قضا نہ کرتا تہا۔ تہجد کی نماز کے لیے اٹھتا تو کبھی خدمتگارون کو وضو کرانے کے لیے نہ جگاتا ڈول سی پلنگ کے نیچے رہتی تہی خود اٹھکر کنوین سے پانی نکالکر وضو کرلیتا۔ سلطنت کا ایک پیسہ تک اپنے اوپر صرف نہین کیا بلکہ کلاہ دوزی یا اجرت تحریر سے زندگی بسر کی زاہد اوّل درجہ کا تہا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا معتقد تہ مرید تہا۔
رضیہ سلطان بیگم	سنہ ۶۳۴ھ	سنہ ۶۳۷ھ	یہ سلطان شمس الدین التمش کی لڑکی ہے اسکا مفصل واقعہ ہم ابن بطوطہ کے بیان میں لکھ آئے ہین وہان دیکھنا چاہیئے۔
معز الدین بہرام شاہ	سنہ ۶۳۷ھ	سنہ ۶۳۹ھ	
علاء الدین مسعود	سنہ ۶۳۹ھ	سنہ ۶۴۴ھ	
نصیر الدین محمود	سنہ ۶۴۴ھ	سنہ ۶۶۴ھ	سلطان نصیر الدین محمود کا حال قدرے بسط کے ساتہ پہلے گذر چکا ہے وہان ملاحظہ ہو
غیاث الدین بلبن	سنہ ۶۶۴ھ	سنہ ۶۸۶ھ	یہ سلطان ناصر الدین محمود کا وزیر اعظم تہا اور نہایت ہوشیار اور باتدبیر وزیر تہا اپنے شہر کی درستی و آبادی میں بہت سرگرمی دکہائی اور انجام کار اپنے آقا کو قتل کرکے خود بادشاہ بنگیا۔
معز الدین کیقباد	سنہ ۶۸۶ھ	سنہ ۶۸۹ھ	موضع کیلوکہڑی جو دریا کے کنارہ ایک نہایت پرفضا اور دلکشا شہر تہا اسیکا آباد کیا ہوا ہے اسکی قتل ہوتے ہی اس خاندان کی سلطنت مین تنزل شروع ہو گیا اور اسکے بعد خلجیونکا دور دورا ہوا
شمس الدین کیومرث	سنہ ۶۸۹ھ	سنہ ۶۸۹ھ	خاندان غوری کا یہ آخر بادشاہ ہے جسنے چند مہینے سلطنت کی اس خاندان میں صرف آپ کو دو سال یوم سلطنت رہی اور اس زمانہ مین گیارہ بادشاہ ہوئے جنکے نشانات قطب مینار دہلی مین اب تک موجود ہین

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان جلال الدین خلجی	۶۸۹	۶۹۵	اسکا اصلی نام شائستہ خان تہا اور خالج خان کی اولاد میں سے تہا جو قوم ترک میں ایک بہادر اور مشہور جری شمار کیا جاتا تہا۔ شائستہ خان اصل میں سلطان معزالدین کیقباد کا سپہ سالار تہا موقع پاکر اپنے آقا کو قتل کر ڈالا اور خود تخت نشین ہو کر جلال الدین کے لقب سے مشہور ہوا خاندان خلجی میں کل چار بادشاہ ہوے جنہوں نے صرف چونتیس سال سات ماہ بیس دن سلطنت کی۔
علاء الدین خلجی	سنہ ۶۹۵ھ	سنہ ۷۱۵	یہ وہی علاء الدین خلجی ہے جسکے مقابلہ میں راجپوتوں نے متواتر شکستیں کہائیں اور آخرکار اپنے ننگ و ناموس تک کو اپنے ہاتھوں سے اسکے سپرد کر دیا
شہاب الدین خلجی	سنہ ۷۱۵	سنہ ۷۱۶	یہ علاؤالدین خلجی کا بڑا بیٹا ہے جو اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا
قطب الدین مبارک شاہ	سنہ ۷۱۶	سنہ ۷۲۰	یہ علاء الدین خلجی کا دوسرا فرزند ہے جو اپنے بہائی شہاب الدین کے بعد تخت دہلی پر متمکن ہوا۔ سنہ ۷۲۰ میں اسکے ایک ملازم حسن نامی نے جو نو مسلم تہا اسے قتل کر ڈالا اور تخت نشین سلطان خسرو خان کے لقب سے مشہور ہوا۔
ناصر الدین خسرو خان	سنہ ۷۲۰	سنہ ۷۲۰	یہ شخص کل چار مہینے سلطنت کر کے فوت ہو گیا۔
سلطان غیاث الدین تغلق	سنہ ۷۲۰ھ	سنہ ۷۲۵ھ	چونکہ خسرو خان کوئی وارث تخت و تاج نہ رکھتا تہا اسلیے غیاث الدین تغلق جو شاہی امرا کی فہرست میں ایک بڑا نامور اور مشہور امیر تہا اسکے بعد تخت نشین ہوا اس خاندان میں آٹھ بادشاہ ہوے جنہوں نے چہانوے سال گیارہ ماہ اور تیس دن سلطنت کی۔ خاندان تغلقیہ نے پرانی دہلی میں بہت عمارات تعمیر کیں جنمیں بعض کے نشانات ابتک موجود ہیں جو سیاحوں کو حیرت میں ڈالنے کا کافی سامان رکہتے ہیں۔
سلطان محمد عادل یا سلطان محمد تغلق	سنہ ۷۲۵ھ	سنہ ۷۵۲ھ	ایام ولیعہدی میں اسکا نام جونہ شاہ تہا مگر بعد کو اسنے اپنا نام سلطان محمد تغلق اور کنیت ابو المجاہد رکہی اور چونکہ اکثر عمر انصاف پرستی میں گذاری تہی اسلیے اس زمانہ کے لوگ اسے عادل شاہ کے لقب سے

خاندان خلجی

علاء الدین خلجی

خاندان تغلقیہ

اسماء بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان فیروز شاہ	سنہ ۷۵۲ھ	سنہ ۷۹۰ھ	یاد کرتے تھے تعلق آباد کی تکمیل اسکی یادگار ہے یہ وہی بادشاہ ہے جو فیروز آباد کا اصل بانی شمار کیا جاتا ہے کوٹلہ اور جہاں نما یعنے بدیع المنزل وغیرہ مشہور عمارتین بھی اسکی تعمیر کی ہوئی ہین جو نہرین کہ دہلی سے حصار اور حصار سے کہگر تک کے اطراف وجوانب کو سیراب کر رہی ہین وہ بہی اسکی بہائی ہوی ہین۔
سلطان تغلق شاہ	سنہ ۷۹۰ھ	سنہ ۷۹۱ھ	
ابوبکر شاہ	سنہ ۷۹۱ھ	سنہ ۷۹۳ھ	
سلطان محمد شاہ	سنہ ۷۹۳ھ	سنہ ۷۹۶ھ	
علاء الدین سکندر شاہ	سنہ ۷۹۶ھ	سنہ ۸۱۶ھ	
سلطان محمود شاہ	سنہ ۷۹۶ھ	سنہ ۸۱۶ھ	یہ خاندان تغلقیہ کا آخر بادشاہ ہے اسی کے عہد حکومت میں امیر تیمور نے ہند پر حملہ کیا اور دہلی کو فتح کر کے تخت پر بیٹھا سلطان محمود شاہ گجرات بہاگ گیا اور امیر تیمور نے ملک مردان کو جو معزز شاہی امرا بین ایک بہادر اور سید زادہ تہا یہاں کا فرمانروا مقرر کر کے ولایت کی طرف مراجعت کی جب ملک مردان چند روز حکومت کر کے فوت ہوا تو والی ملتان آندہی سینہہ کی طرح دہلی میں آدہمکا اور افسران فوج سے موافقت پیدا کر کے فرمانروائے دہلی مقرر ہوا اسنے چند روز مصلحۃً امیر تیمور کا خطبہ وسکہ جاری رکہا مگر آخر کار موقع پا کر خود مستقل بادشاہ بن بیٹھا اسکی اولاد میں تین بادشاہ ہوے جنہوں نے کل انتالیس سال سات ماہ سولہ دن حکومت کی اور پہر سب کا خاتمہ ہوگیا۔
سید خضر خان	سنہ ۸۱۷ھ	سنہ ۸۲۴ھ	یہ خاندان سادات کا پہلا بادشاہ ہے جسکے عہد مین سلطنت دہلی مین بہت کچہ تنزل واقع ہوا

خاندان سادات

خاندان سادات

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان مبارک شاہ	۸۲۴ھ	۸۳۷ھ	یہ سید خضر خان کا بڑا فرزند ہے جو قلعہ مبارک آباد کا اصل بانی ہے اسکے عہد حکومت میں شہر کا انتظام بالکل خراب ہو گیا اور صوبوں نے بغاوت کے جھنڈے اونچے کیے۔
سلطان محمد شاہ	۸۳۷ھ	۸۴۹ھ	اِسکے زمانہ میں لودھی خاندان کو عروج ہوا اور اُنہوں نے بڑی شان کے ساتھ دہلی میں قدم جمائے۔
سلطان علاؤالدین	۸۴۹ھ	۸۵۵ھ	خاندان سادات کا یہ آخری بادشاہ ہے جو ۸۵۵ھ ہجری میں حکومت سے معزول کیا گیا اِس تاریخ سے سلطنت دہلی کی باگ خاندان لودھی کے ہاتھ میں گئی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ بہلول لودھی جو سلطان محمد شاہ کا مشہور کارکن اور سرہند وغیرہ صوبجات کا حاکم تھا اپنے بادشاہ کو غافل پاکر اول پنجاب کو اپنے تحت تصرف میں لایا پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھاکر مستقل بادشاہ بنگیا اور سارے پنجاب میں اپنے نام کا سکہ خطبہ جاری کیا۔

خاندان لودھی

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
بہلول لودھی	۸۵۵ھ	۸۹۴ھ	یہ خانخانان کے خطاب سے ملقب تھا پہلے علاقہ سرہند کا صوبہ تھا پھر اپنے ولی نعمت سے بغاوت کرکے مستقل بادشاہ ہوگیا سلطان علاؤالدین کو معزول کرکے خود حکمران مقرر رہوا ۳۰ سال آٹھ ماہ ستائیس دن حکمرانی کی اور ۸۹۴ھ ہجری میں فوت ہوگیا۔
سلطان سکندر لودھی	۸۹۴ھ	۹۲۳ھ	یہ بہلول لودھی کا فرزند ہے بادشاہ نے اپنے حیات ہی میں اسے ولیعہدی کا منصب دیدیا تھا اور اُس زمانہ میں یہ شاہزادہ نظام خان کے ساتھ مشہور تھا اسنے آگرہ کو دارالخلافہ اور پایہ تخت ٹھہرایا۔ چھبیس سال ۵ ماہ برسر حکومت رہا۔
سلطان ابراہیم لودھی	۹۲۳ھ	۹۳۲ھ	سلطان ابراہیم لودھی اِس خاندان کا آخری بادشاہ ہے جو ۹۳۲ھ ہجری میں بمقابلہ سلطان ظہیر الدین محمد بابر شاہ پانی پت میں مارا گیا اسنے کل سات سال بادشاہت کی بیچ میں مدھو شاہ کھتری جو سلطان

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
			سکندر کا ملازم خاص تہا کسی وجہ سے پانچ مہینے تک بادشاہ رہا مدہو شاہی سکہ اسی وقت کا ہے خاندان لودہی مین کل ۷۵ سال چہہ مہینے سات روز سلطنت رہی اس خاندان نے بہی بہت سی عمارتین قایم جنمین بعض کے نشانات اب بہی موجود ہین۔
ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ	۹۳۲ھ	۹۳۷ھ	اسنے تخت نشین ہوتے ہی امرائے قدیم اور رؤسا عظام کو شاہانہ الطاف سے معزز کیا اور اپنے فرزند ہمایوں کو آگرہ آباد کیطرف روانہ کیا جسنے وہاں کا کافی طور پر انتظام کیا سلطان ابراہیم کی ماں اور اسکے دونوں فرزندوں دونوں بیبیون کو دہلی روانہ کیا جنپر رحمدل بادشاہ نے خسروانہ الطاف مبذول فرمائے اور سات لاکہہ روپیہ سالانہ کی جاگیر انہیں عطا کی لیکن صرف سات سال پانچ مہینے حکومت کرکے رہگرائے عالم آخرت ہوا
نصیر الدین محمد ہمایون بادشاہ	۹۳۷ھ		اس بادشاہ نے دس سال حکومت کی تہی کہ فرید خاں سہسرام جاگیردار کا لڑکا جو آخر مین شیر شاہ کے لقب سے مشہور ہوا صرف اپنی شجاعت و بہادری کی بدولت ملک اڑیسہ اور بنگالہ کا حاکم ہوا اور تدریجا قوت بڑہاکر ہمایوں بادشاہ سے مقابلہ کیا دو جنگلون مین شکست پائی مگر ۹۴۷ھ ہجری مین جب تیسری دفعہ معرکہ آرائی ہوئی تو ہمایوں بادشاہ پر فتحیاب ہوکر تخت دہلی پر جلوس کیا شیر شاہ کے خاندان مین چار بادشاہ ہوے جنہون نے سولہ سال ۲۴ دن سلطنت کی اس خاندان کی بہی بعض عمارتین موجود ہین جب سلطان محمد عادل خان شیر شاہ کا بہتیجا دہلی کا حکمران تہا تو ہمایوں بادشاہ نے دوبارہ ہندوستان کو فتح کیا اور ۹۶۲ھ ہجری مین تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔

خاندان مغلیہ یا تیموریہ

خاندان تیموریہ جسے خاندان گورگانی اور خاندان مغلیہ یا چغتائی بہی کہتے ہین ایک بڑا عالیشان اور باجاہ و جلال خاندان ہے جسکی پر شوکت سلطنت نہ صرف ہند بلکہ دیگر ممالک مین چار سو اٹہانوے

سال رہے اور چھبیس فرمانروا تخت نشین ہوئے چونکہ یہ خاندان نہایت قریب العہد ہے اور اسکے بہت سے تاجدارون کے ناموں سے اکثر لوگون کے کان آشنا ہین اسلئے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونکے سنین جلوس و وفات کا گوشوارہ دکہانے سے اونکا پورا شجرۂ النسب جدولون مین بیان کردون تاکہ ناظرین ادسنے بخوبی واقفیت حاصل کرسکین شجرۂ نسب مین جہان جہان خطوط وحدانی دیکر ہندسے قایم کئے گئے ہین اون سے اون تاجدارون کے نمبر معلوم ہوسکتے ہین جو یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔

خاندان تیموریہ یا مغلیہ شجرۂ النسب

امیر تیمور صاحبقران گورگانی ابن امیر طراغان

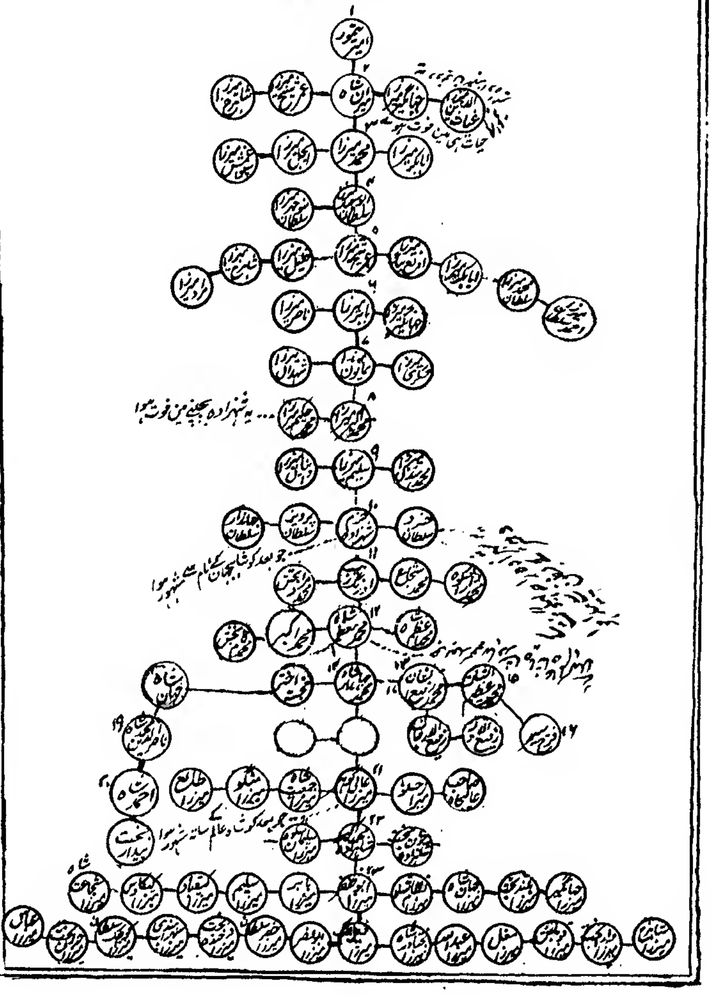

بقیہ خاندان مغلیہ کے فرمانرواؤن کے سنین جلوس و وفات

کیفیت	سنہ وفات یا معزولی	سنہ جلوس	نام بادشاہ
یہ کلانور مین تخت نشین ہوا اور سنہ ۹۶۲ھ ہجری میں ہیمو ڈہوسر کو پانی پت کے میدان مین شکست دیکر سلطنت ہند کو افغانی خرخشون سے پاک کیا۔	سنہ	سنہ	ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر شہنشاہ ہند
	سنہ	سنہ	ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ
	سنہ ۱۰۶۸ھ	سنہ ۱۰۳۷ھ	شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ
	سنہ ۱۰۷۶ھ	سنہ ۱۰۶۸ھ	اورنگزیب عالمگیر بادشاہ
اِس بادشاہ کا نام محمد معظم تہا بعد کو شاہ عالم یا بہادر شاہ کہلایا۔	سنہ ۱۱۲۴ھ	سنہ ۱۱۱۹ھ	محمد معظم شاہ
	سنہ ۱۱۲۵ھ	سنہ ۱۱۲۴ھ	محمد معزالدین جہاندار شاہ بادشاہ
	سنہ ۱۱۷۳ھ	سنہ ۱۱۶۷ھ	عزیزالدین محمد عالمگیر ثانی
	سنہ ۱۲۲۱ھ	سنہ ۱۱۷۳ھ	ابوالمظفر شاہ عالم بادشاہ
	سنہ ۱۲۵۳ھ	سنہ ۱۲۲۱ھ	ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی
	سنہ ۱۲۷۵ھ	سنہ ۱۲۵۳ھ	ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی

دوسرا باب۔ جدید دہلی کی مشہور عمارات

ازبسکہ ہماری اس تاریخ میں زیادہ حصہ اُن لوگوں کا ہے جو بیرونجات سے دہلی کے عظیم الشان دربار میں شریک ہوکر یہان کی عمارات قدیمہ کو ملاحظہ کرنا چاہتے ہین اور سچ پوچھیے تو یہ کتاب بھی اُنہین حضرات کے لیے لکھی گئی ہے اسلیے ہمین ضرور ہے کہ قدیم وجدید دہلی کی مشہور اور قابل دید عمارات کے دکھلانے میں وہ رستہ اختیار کرین جس سے شائقین بغیر کسی بدرقہ اور رہبر کے ٹھیک اُن مقامات پر پہونچ سکین میں پہلے لکھہ آیا ہون کہ جدید دہلی جسے شاہجہان آباد کہتے ہین تقریبًا چھہ میل کے دَور میں واقع ہے سابق مین شہرپناہ کے بارہ دروازہ تھے لیکن اب دس بڑے دروازہ ہیں جنکے نام میں پیشتر بتا چکا ہوں اُن ہی دروازون سے داخل ہوکر لوگ شہر مین آسکتے ہین جب آپ چھاؤنی کی سیدھی اور لمبی سڑک سے چلکر باؤٹے کی ڈھلوان سڑک پر آئینگے تو اِس سے تھوڑی دور آگے آپ کو بڑے صاحب بہادر کی کوٹھی ملیگی وہان سے بہت تھوڑے فاصلہ پر بائین جانب ایک قدیم باغ دکھائی دیگا یہ نواب قدسیہ بیگم کا باغ ہے اور قدیم باغ ہے اسمین سنگ سُرخ کی ایک نہایت خوشنما اور وسیع مسجد ہے جو اب بالکل ویران اور غیر آباد پڑی ہے باغ کے اندر ایک بہت بڑی بارہ دری ہے جسکے شہ نشین نہایت خوشنما اور دلچسپ ہین بارہ دری کے عقب مین ایک پائین باغ ہے جو کسی زمانہ مین بہت آراستہ ہوگا ہر چند اس باغ کی آراستگی کی جانب کسی کو زیادہ توجہ نہین ہے لیکن تاہم البیاسر سبز اور تازہ و شاداب ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

باؤٹا

قدسیہ بیگم کا باغ

اِس باغ سے آگے بڑھیئے گا تو شہر کا کشمیری دروازہ دور سے نظر پڑے گا اِس دروازہ سے شہر مین داخل ہوجیئے یہان سے دہلی پنجاب ریلوی کی طرف سڑک ہملٹن سے ہوکر سیدھا رستہ جاتا ہے سڑک سے دائین طرف کو جو کہ دہلی کی بڑی سڑک کہلاتی ہے اُسپر سے گذر کر لوگ کچہری اور گرجا گھر جاتے ہیں کشمیری دروازہ کے قریب ہی ایک نہایت دلکش مسجد واقع ہے جسے فخر المساجد کہتے ہیں۔ نواب شجاعت خان کی چہیتی بیگم فاطمہ فخر النسار اسکی اصل بانی ہے جسنے سنہ ۱۱۴۱ ہجری میں اپنے نامور خاوند کے انتقال کے بعد اُسکی یادگار میں یہ مسجد تعمیر کی اگرچہ

کشمیری دروازہ

مسجد فخر المساجد

مسجد زیادہ بڑی نہیں ہے لیکن خوشنمائی میں منظر ہے خاصکر اسکے برج ایسے خوبصورت ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں یہ مسجد سربازار کرسی دیکر بنائی گئی ہے اور کرسی میں بہت سی دکانیں نکالی گئی ہیں مسجد کی تمام رو کار سنگ مرمر کی ہے اور جابجا سنگ سرخ کی دہاریاں بڑی موزونیت کے ساتھ پڑی ہوئی ہیں برج نرے سنگ مرمر کے ہیں اور اُن میں سنگ موسے کی تحریر ہے جو بہت ہی بہلی معلوم ہوتی ہے۔ کلس بالکل طلائی ہیں اندر کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور صحن میں سرخ پتھر کے صاف چوکے بچھے ہوئے ہیں جنوبی ضلع میں ایک سنگین دالان بنا ہوا ہے اور اسکے بالمقابل شمالی ضلع میں ویسا ہی ایک اور دالان ہے شمالی جانب میں ایک نہایت خوش قطع اور پاکیزہ حوض تہا مگر اب وہ بالکل خراب ہوگیا - مسجد کے دروازہ پر ایک سنگ مرمر کے چوکٹے میں یہ لفظ "فخر المساجد" ذرا جلی حروفوں میں کندہ ہے اور پیشانی پر یہ اشعار کہدے ہوئے ہیں - سے

خان دین پرور شجاعت خان جنت یافت جا — بارضائے حقتعالے از طفیل مرتضے
صدر خاتوناں کنیز فاطمہ فخر جہاں — یادگارش ساخت این مسجد بفضل مصطفے
۹ع

گرجا

مسجد کی سڑک چھوڑ کر سامنے کی سڑک پر آجائیے یہاں آپ کو ایک نہایت خوشنما گرجا ملیگا اس گرجا کی عمارت قابل دید ہے اسکا کلس جو بشکل صلیب بنایا گیا ہے سنہری ہونے کے علاوہ نہایت خوبصورت ہے گنبد اور اندر کے کئی کمرے بڑے شاندار بنائے گئے ہیں کمروں کے اندر سنگ مرمر کا نفیس فرش ہے اسکے بانی کرنیل جمس سکنر صاحب بہادر ہیں جنہوں نے اپنی عالی ہمتی اور حوصلہ مندی سے اپنا ذاتی روپیہ صرف کرکے تعمیر کرایا اسکی تعمیر سنہ ۱۸۲۶ عیسوی میں شروع ہوئی اور دس برس کے عرصہ میں علاوہ اُس قیمتی سنگ مرمر کے جو کرنیل صاحب کے پاس موجود تہا نوے ہزار روپیہ کی لاگت سے تکمیل کو پہونچی گرجا کے صحن میں مغربی جانب ولیم فریزر صاحب بہادر کی قبر ہے جو شاہی زمانہ میں شہر کے کمشنر تہے اور جنہیں بعض جاہل کوتاہ بینوں نے قرابین سے ہلاک کر دیا تہا یہ قبر بھی نہایت قیمتی سنگ مرمر کی منبت کاری ہوئی ہے جسے آہنی کٹہرہ چاروں طرف سے محیط ہے - اسی گرجا کے عقب

عدالتہاے دیوانی و فوجداری

میں فوجداری و دیوانی کی عدالتیں تہیں یہ زمین جہاں اب عدالتیں قائم ہیں نواب عبدالاحد خاں

فخر المساجد

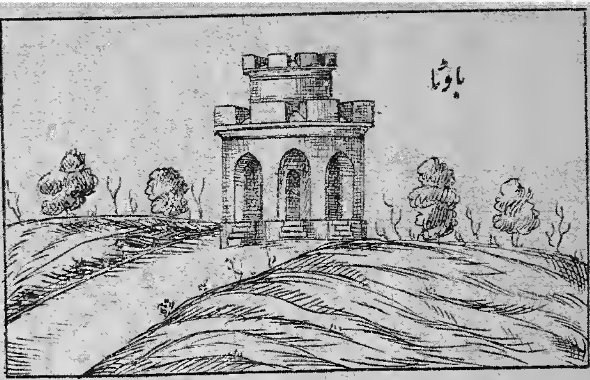
باوٹا

گرجا گھر متصل کچہری

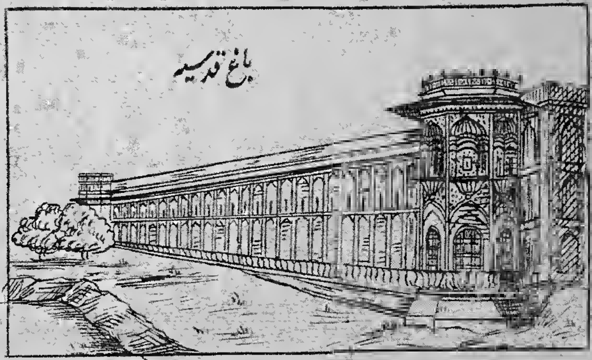
باغ قدسیہ

حویلی عبدالاحد خان

کی عظیم الشان حویلی کے بعض مکانات ہیں جو کسی زمانہ مین نہر حوض اور باغ سے بڑے آراستہ وپیراستہ تھے اِسی نواح میں اِسی حویلی کے قریب منصور علیخان کی شاندار حویلی ہے جو اُن دنون نہروں اور فواروں سے آراستہ تھی۔ حویلی کے قریب ایک نہایت نفیس حمام بنا ہوا تھا اگرچہ حویلی کا اب پتہ نہیں مگر حمام کے نشانات موجود ہین۔ اِن حویلیون سے ذرا آگے بڑھکر دہلی کا گورنمنٹ کالج ہے یہ نہایت شاندار اور بلند عمارت ہے اور ستون دار برآمدے بنے ہوئے ہین کالج سے آگے ایک بڑا وسیع میدان پڑتا ہے جسمین ایک بڑا شفاف حوض اور نہایت سرد کنواں تھا قریب قریب بہت سے گنجان میوہ دار درخت تھے مگر اب حوض خراب اور کنواں پٹ گیا ہے درخت بھی کہین کہین نظر آتے ہین باقی صاف میدان پڑا ہے۔

منصور علیخان کی حویلی

دہلی کا گورنمنٹ کالج

میگزین

اِسکے آگے سرکاری میگزین ہے جسمین سب طرح کے آلات حرب اور اسباب جنگ ہر وقت موجود رہتے تھے مگر اب بطور ڈاک بنگلہ تار گھر اور ڈاکخانہ کے استعمال میں لایا جاتا ہے جسکا تھوڑا سا حصہ لفٹننٹ ولوگوبی صاحب بہادر نے ۱۸۵۷ء مین باغیوں کے حملہ سے بچنے کیلئے گرا دیا تھا۔ اِسکے آگے ایک نہایت مستحکم اور مضبوط ریلوی پل ہے جہاں سے گذر کر لوگ ملکہ کے سڑک کو جاتے ہین۔ اسی سڑک کی بائین جانب سرکاری موری سرائے ہے جسے میونسپل کمیٹی نے ایک لاکھ پانچسو ستر روپیہ کی لاگت سے بنایا ہے یہ نہایت وسیع اور مستحکم سرائے ہے جسمین پہلے بڑے بڑے تاجر اور دور دراز کے مسافر قیام پذیر ہوتے تھے مگر اب ایسٹ انڈیا ریلوی کمپنی نے ایک لاکھ روپیہ کو خرید لیا ہے اِس سے ذرا آگے بڑھ کر ملکہ کے باغ کے دوسری جانب کا دروازہ ہے اور اسکے سامنے ہی داہین طرف کو کاٹ کا پل ہے جسپر سے عبور کرکے لوگ دہلی کی گورنمنٹ کالج اور کچہری کو جاتے ہین پل سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر اِسی جانب ایسٹ انڈیا ریلوی کا بڑا اسٹیشن ہے جہان ہر وقت مسافرون کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے ریلوی اسٹیشن سے ایک خاص رستہ موری دروازہ سے ملحق ہے وہان پر سیدھے ہاتھ کو سینٹ میری صاحب کا رومن کیتھولک گرجا ہے جہان تمام مسیحی جمع ہوکر اپنے مذہب کے مطابق عبادت مین مصروف ہوتے ہین ایک زاویہ کی صورت میں بائین جانب میں جہان سے کہ موری دروازہ اور اسٹیشن کو سیدھا رستہ جاتا ہے ملکہ کے باغ کے تیسری

سرکاری سرائے

کاٹ کا پل

اسٹیشن

گرجا

جانب کا دروازہ ہے۔ اور اسکے مقابل میں احمد بائی کی مشہور سرا ہے اسی سڑک پر تھوڑی دور چلکر آوٴگے تو مسجد فتحپوری کے اونچے اونچے مینار نظر پڑینگے۔

کہاری باؤلی

سڑک کی داہنی جانب جو رستہ جاتا ہے وہ کہاری باولی کا بازار کہلاتا ہے جہان اب غلہ کی منڈی لگتی ہے یہان ہر قسم کا غلہ بہتر سے بہتر اور سستے سے سستا دستیاب ہو سکتا ہے وہ باؤلی جسکے نام سے یہ بازار مشہور ہے، اگرچہ اب آراستہ نہین رہی بلکہ دوکانون مین دبکر خراب ہوگئی ہے مگر اُسکا پتہ نشان معلوم ہوتا ہے یہ باؤلی بہت قدیم ہے بلکہ شاہجہان آباد کی آبادی سے بہت پہلے کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۵۲ھ ہجری عہد شیر شاہ میں اسکی بنیاد پڑی اور اسلام شاہ ابن شیر شاہ تکمیل کو پہونچی باؤلی کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دیوار شمالی پر یہ کتبہ کھدا ہوا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم
درعہد وزمان شاہ سلطان السلاطین ابوالمظفر اسلام شاہ بن شیر شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بنا کردہ این چاہ بتوفیق اللہ و بروح رسول اللہ ملک عماد الملک عرف خواجہ عبد اللہ لاذر قریشی بدار الملک حضرت دہلی فی سنتہ اثنی وخمسین وتسع مائتہ۔

حافظ خان کا پھاٹک

کہاری باولی کے بازار کے وسط میں ایک بڑا محراب دار دروازہ ہے جو حافظ خان کا پھاٹک کہلاتا ہے اسکے اندر اکثر اہل تجارت اور سوداگر لوگ رہتے ہیں اور اس کثرت سے رہتے ہین کہ اگر سوداگرون کا مسکن کہا جائے تو مبالغہ اور نازیبا نہو گا اسی پھاٹک مین خاتم المحدثین تاج المفسرین یادگار سلف شیخ الکل حضرت شمس العلما مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسجد و مدرسہ ہے جو اپنی خداداد شہرت مین محتاج بیان نہین مولانا موصوف اسی سنہ میں انتقال کر گئے اور اب اُنکے جانشین درس و تدریس میں مصروف ہین۔ اس پھاٹک کے انتہا پر ایک اور نہایت شاندار مگر شکستہ دروازہ ہے جہان سے شیر افگن خان کی بارہ دری کو رستہ جاتا ہے اسمین بھی اب اہل تجارت اور بعض غریب تیلی سکونت رکھتے ہین یہین سے سعادت خان کی نہر کو عبور کر کے ایک سڑک بائین جانب کو موری دروازہ کو جاتی ہے اور ریلوے کی حد بدل کو طے کر کے کشمیری دروازہ کو جانا ہوتا ہے۔

بتاشوں کی گلی

حافظ خان کے پھاٹک کے مقابلہ مین بتاشوں کی گلی ہے جہان آچار مربہ والوں کی بہت

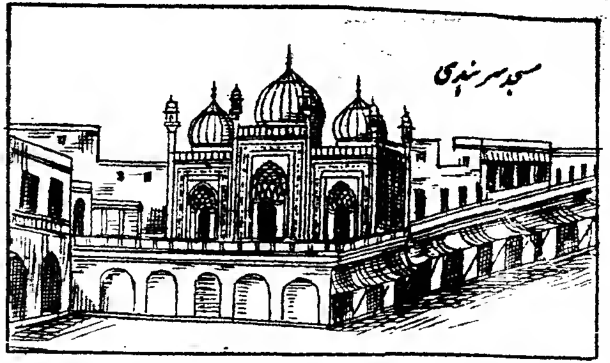

مسجد سرہندی

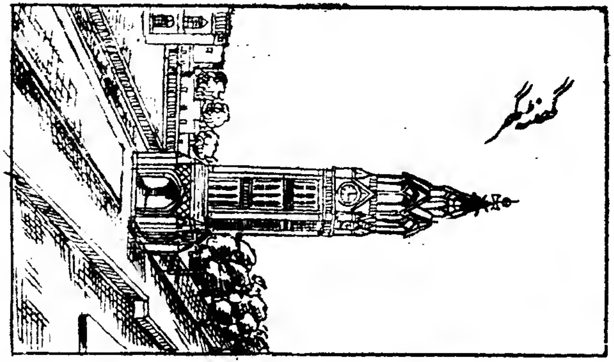

گھنٹہ گھر

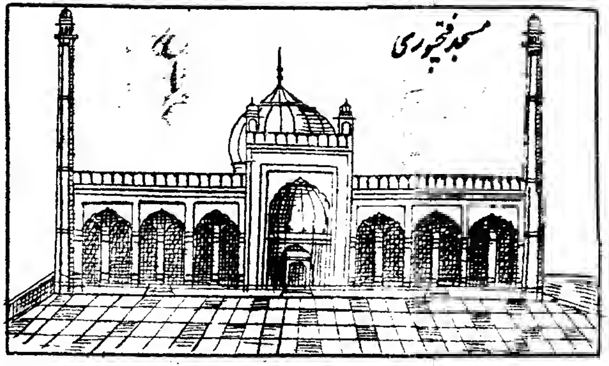

مسجد فتحپوری

سنہری مسجد متصل کوتوالی

چودہ گز ہے چاندنی چوک کی نہر بہین بہین سے ہوکر باہر جاتا ہے صحن کے گرد اُنہتر حجرے طالب العلمون کی سکونت کیلئے بنے ہوئے ہیں خاص مسجد کا صحن کامل سو گز مربع ہے غرضکہ نہایت پُر فضا اور نزہت بخش مسجد ہے۔

چاندنی چوک کا بازار

مسجد فتحپوری سے آگے بڑہکر مشہور چاندنی چوک کا بازار آتا ہے یہان ہروقت نہایت عمدہ نظارہ معلوم ہوتا ہے شہر کے امرا عمدہ عمدہ لباس پہنکر گھوڑون اور بگھیوں پر بڑی شان وشوکت سے سیر کرنے نکلتے ہین یہ بازار اسقدر وسیع وعریض ہے کہ شہر مین کوئی بازار ایسا نہین ہے بیچ میں پٹی ہوئی نہر ہے جسپر سے آدمی چلتے ہین اسکی دونون طرف نہایت فراخ سڑکین ہیں جہان ہروقت آنے جانے والون کا ہجوم رہتا ہے اس بازار کے پہلے حصہ میں داہنی جانب سوداگروں کی دوکانین اور بائین جانب مختلف قسم کی اہل تجارت ہیں داہنی جانب کی دوکانوں کی لین مین سے ہوکر بلیمارون کا مشہور بازار گیا ہے اوراس سے آگے جفت فروشوں کی دکانین نظر آتی ہین وسط بازار مین بائین طرف ملکہ کا باغ ہے۔ باغ کے اول حصہ میں ایک نہایت عالیشان عمارت ہے جسمین لائبریری عجائب

ملکہ کا باغ

خانہ میونسپل کمیٹی کا بڑا دفتر دربار ہال یعنے ٹون ہال اور مجلس کے لیے عمدہ عمدہ کمرے بنے ہوئے ہین یہ عمارت میونسپل کمیٹی کی لاگت سے بنائی گئی ہے جسپر ایک لاکھ چھتیس ہزار چارسوستاون روپیہ خرچ ہوئے اسی مقام پر جنابہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا یادگاری بُت بھی قایم کیا گیا ہے۔ اس عمارت سے آگے چلکر ملکہ کا باغ ہے جہان شہر کے لوگ بڑی کثرت کے ساتہ چارون طرف سیر کرتے ہین باغ نہایت سرسبز وشاداب ہے اور قسم قسم کی پہولون کی خوشبو سے ہروقت مہکار رہتا ہے اسکی روشین نہایت نفیس ولطیف ہین اور آمدورفت کا رستہ انگریزی طریقہ سے بنایا گیا ہے۔ باغ میں بینڈ باجے کے لیے بھی ایک جگہ مقرر کی گئی ہے جہاں اکثر موقعون پر فوجی لوگ باجا بجاتے ہیں علی مردانخان کی نہر کی ایک شاخ بھی باغ مین سے ہوکر گذرتی ہے اور اُس سے بہت سی شاخین کاٹ کر جابجا لائی گئین ہیں۔

گھنٹہ گھر

باغ کے دروازہ کے متصل چاندنی چوک کے عین وسط مین ایک بڑا خوبصورت اور بہت عمدہ گھنٹہ

سی دکانین ہین اُنکے ہان ہرقسم کا نہایت نفیس اور عمدہ آچار و مربہ ہروقت تیار رہتا ہے
اسی گلی مین بائین جانب ایک محلہ ہے جو نواب وزیر کی گلی کے ساتہہ مشہور ہے یہان
بہی تین برج کی ایک نہایت قدیم مسجد ہے جو تعمیر کی پرانی ساخت کو یاد دلاتی ہے مسجد
سے چند قدم آگے بڑہکر ایل ایل ڈی شمس العلما جناب مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد صاحب
کا مکان ہے جو دہلی کے ایک معزز رکن اور مشہور لکچرار ہین کہاری باولی کے انتہائی بازار
پر لاہوری دروازہ ہے اور اُسکے عقب مین ایک نہایت مستحکم اور شاندار مسجد بنی ہوئی — لاہوری دروازہ
ہے جسے سرہندی بیگم نے زر کثیر صرف کر کے تعمیر کرایا اور اپنے نام پر اُسکا نام بہی مسجد سرہندی — مسجد سرہندی
رکہا مسجد نہایت مرتفع اور دلکش ہے سنگ سُرخ کے تین گنبد نہایت عالیشان اور خوبصورت
بنے ہوئے ہین صحن وسیع اور خوشنما ہے پہلے زمانہ مین لاہوری دروازہ کے باہر مردہ اکرام کی
سرا آباد تہی جہاں کثرت سے مسافرون کی آمد و شد رہتی تہی اُسوقت پانچون وقت کی جماعتین
یہان بڑی دہوم دہام سے ہوتی تہین مگر جب سے وہ سرا حکام انگریزی کے حکم سے منہدم
ہو گئی مسجد کی پہلی رونق جاتی رہی اب مغرب کے وقت کچہہ لوگ جمع ہو جاتے اور بڑی جماعت
کے ساتہہ نماز پڑہتے ہین سرا کے دروازہ پر جو تاریخی مصرع کندہ تہا اُس سے معلوم ہوتا ہے
کہ سرائے مذکور سنہ ۱۲۲۸ ہجری مین تعمیر ہوئی تہی چونکہ مصرعہ تاریخ نہایت لطیف ہے اسلئے
اُسکا لکہنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے ؎ "شب کرمے کن برائے اکرام"
۱۲۲۸ھ
جہان سے کہاری باولی کا بازار شروع ہوتا ہے اُسکے متصل مسجد فتحپوری ہے جو نہایت — مسجد فتحپوری
نفیس اور وسیع ہے اِسکی اصل بانی نواب فتحپوری بیگم شاہجہان بادشاہ کی چہیتی بی بی ہے
یہ مسجد طولاً بینالیس گز اور عرضاً بائیس گز ہے سر سے پاؤن تک سنگ سُرخ سے بنی ہوئی
ہے گنبد کے دونون طرف تین تین در کے دو ایوان قائم ہین اور کرسی نبز اجارہ مین تمام
منبت کاری کی ہوئی ہے فرش سنگ مرمر کا ہے اور دونو کونون پر پینتیس گز کے اونچے اونچے
برجی دار مینار نہایت خوشنما اور دلکش ایستادہ ہین مگر اب برجیان ٹوٹ گئی ہین اور مینار صحیح
سالم بدستور باقی ہین مسجد کے آگے سنگ سُرخ کا ایک چبوترہ ہے جسکا طول پینتالیس گز اور
عرض پینتیس گز کا ہے چبوترہ سے نیچے ایک نہایت خوشنما حوض ہے جو طولاً سولہ گز اور عرضاً

گہر کہڑا ہوا ہے جسکے چار رخ ہین اور چارون طرف سے گہنٹے بجتے ہین یہ گہنٹہ بہی شہر کی سوشیل
کیٹی کی پچیس ہزار پانچسو روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے اور ایکسو اٹہائیس فیٹ زمین سے
اونچا ہے اہل شہر اس گہنٹہ کی تعمیر سے میونسپل کمیٹی کے نہایت شکرگذار ہین گہنٹہ گہر کے بیچ
زاویہ مثلثہ کی صورت میں دونو طرف بزازون کی بے شمار دوکانین ہین جہان ہر قسم کا دیسی
وولایتی عمدہ سے عمدہ کپڑا بکتا ہے ان دکانون مین سے ہوکر ایک بڑا اور مشہور بازار نئی سڑک
کو گیا ہے جسکی انتہا پر سڑک کی دو شاخین ہوگئی ہین داہنی جانب کی سڑک قاضی کے حوض
کو گئی ہے اور بائین طرف کی سڑک دہلی کی مشہور ونامور جامع مسجد کو جاتی ہے یہین سے جامع مسجد
کا عقب معلوم ہوتا ہے۔ گہنٹہ گہر سے آگے چاندنی چوک کے بازار کے دوسرے حصہ مین بائین
جانب کو بڑے بڑے انگریزی سوداگرون اور مشہور جوہریون کی دوکانین دور تک چلی گئی ہین
اور داہنی طرف بڑے بڑے ہندوستانی تاجرون کی دوکانون کا سلسلہ ہے جہان دہلی
کی ساخت کی ہر چیز دستیاب ہوسکتی ہے بازار کا یہ حصہ بہی بہت آباد ہے اور تیسرے پہر کو
یہان عالم طلسم نظر آتا ہے۔ دہلی مین چاندنی چوک کا بازار ایسا عمدہ تیار ہوا ہے جسے ہر وقت
دیکہنے کو دل چاہتا ہے اور یہان کی سیر وتفریح سے کبہی سیر نہین ہوتا یہ نہایت بڑی
عمارت ہے جو ہندوستان کے حصہ میں انگریزی طرز پر بنائی گئی ہے اور اسمین ذرا شک نہین
کہ شہر کو جسقدر زینت ورونق اس بازار سے ہے اتنی کسی اور بازار سے نہین ہے چوک کے
جانب شمال میں بڑے دلکشا اور دلچسپ مکانات بنے ہوے ہین اور یہین ایک مشہور بیگم
کا باغ بہی تہا جو طول مین۔ نوسو ستر گز اور عرض میں دوسو چالیس گز کا تہا باغ کے اندر دلچسپ بیگم کا باغ
مین عجیب عجیب بارہ دریان اور پرفضا مکانات تعمیر کیے ہوے تہے جابجا صاف اور نتہرے
ہوے پانی کی نہر جاری تہی اور ہر مقام پر خوشنما حوض اور حوض میں خوبصورت فوارے
لگے ہوے تہے یہ باغ اور عمارت شاہجہان بادشاہ کی عزیز بیٹی جہان آرا بیگم کے حکم سے بنا
تہا جسکے اب دیکہنے سے شکستہ عمارت کا نقشہ آنکہون تلے پہر جاتا ہے ؎

از نقش ونگار در و دیوار شکستہ ٭ آثار پدید ست صنادید عجم را ٭ باغ کی وہ صورت جو پہلے
تہی اگرچہ اب بالکل مفقود ہے جابجا لوگون نے مکانات بنالیے ہین اور ایک خاصی اچھی

بگڑگئی ہے لیکن تاہم باغ کا نمونہ موجود ہے نہر جاری ہے اور ایک وسیع قطعہ سرسبز و شاداب ہے جو اگلے زمانہ کی کیفیت و رونق کو یاد دلا رہا ہے ابتدا میں یہ باغ صاحبہ آباد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مگر اب جو بیگم کے باغ سے مشہور ہو گیا باغ کی عمارتون کے جواب میں چوک کے جنوب کی جانب بھی ایک بڑی دلکشا اور نزہت بخش عمارت بنی ہوئی تھی جسکا کچھ نمونہ اب بھی موجود ہے۔

سنہری مسجد

اِس سے ذرا آگے بڑھکر داہنی ہاتھ کو سنہری مسجد ہے جو بالکل سر بازار واقع ہے اور قطع نظر اسکے اپنی دلچسپی اور خوش منظری مین نظیر نہیں رکھتی گو یہ عمارت چونے اور اینٹ سے بنی ہوئی ہے لیکن ایسی خوشنما اور خوش قطع ہے کہ بیان سے باہر ہے مسجد کے تین خوبصورت گنبد ہین جنپر سنہری چادرین مڑھی ہوئی ہیں تمام برجیان اور کلس سونے کے ہین اِسی وجہ سے سنہری مسجد کہلاتی ہے پہلے اِس مسجد کے برج ٹوٹ کر گر پڑے تھے اور عجیب اتفاقی بات ہے کہ جس طرح اِس مسجد کے برج ٹوٹ کر گر پڑے اِسی طرح فیض بازار کی مسجد کے برج بھی جو بالکل سنہری اور طلائی تھے گر پڑے تھے چونکہ ان دونون مسجدون کا بانی ایک ہی شخص تھا اسلیے لوگون نے دونون مسجدون کے برج ملا اِس مسجد کے برج از سر نو بنا دیے اور نہایت پکائی اور خوبصورتی سے بنائے۔ اِس مسجد کی تعمیر نواب روشن الدولہ ظفر خان نے ۱۱۳۴ھ ہجری عہد محمد شاہ بادشاہ میں کی جیساکہ اُن اشعارون سے معلوم ہوتا ہے جو اِسکی پیشانی پر بطور کتبہ کندہ ہین اور وہ یہ ہین سے بعہد بادشاہ ہفت کشور ٭ سلیمان فر محمد شاہ داور ٭ بہ نذر شاہ بھیکہ آن قطب آفاق ٭ شد این مسجد بہ زینت درجہان طاق ٭ خدا بانی ست لیک از روے احسان ٭ بنام روشن الدولہ ظفر خان ٭ بتاریخش ز ہجرت تا شمارست ہزار و یکصد و سی و چہار است ٭ ۱۱۳۴ ہجری

کوتوالی

اِسی مسجد کے پیچھے کوتوالی چبوترہ ہے جہان مجرم لوگ گرفتار ہو کر آتے ہین شہر کی تمام پولس لائینوں کا بھی صدر مقام ہے اور مجرمون کا چالان یہین سے ہوتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مقام ہمیشہ آفت خیز رہا ہے ایک زمانہ میں یہان دریا بہتا تھا اور سنا ہے بڑے زور شور سے بہتا تھا ہزارون کشتیان غرق ہوتی تہین اور لکھو کہا جانین ضایع

ہوتی تہین اِسکے بعد ایک اور زمانہ آیا کہ یہ مقام بالکل جنگل بیابان ہوگیا اور ایک خونخوار شیر گگنے لگا کہ جو ذی روح اور جاندار اِدہر کو آنکلتا موت کا فرشتہ اُسے شیر کے منہ مین جھونک دیتا آخر مین ۱۷۳۹ء عیسوی مین دہلی کے ہزارون باشندون کا اِسی مقام پر خون بہا جبکہ نادر شاہ افغانی نے قتل عام کا حکم دیا۔ اِسی مقام پر ہڈسن صاحب نے شاہزادون کی نعشین دبائین جنکو اُسنے ۱۸۵۷ء مین قتل کیا تہا ایک زمانہ تک اِس مقام کی ہر ایک جگہ خون آلود معلوم ہوتی تہی لیکن اب یہان سب طرح کا امن و امان شاہی قایم ہے اِسکے سامنے سیدہی سڑک ہے بجکہ عین وسط بازار مین ایک بڑا خوبصورت اور بہت اونچا فوارہ لگا ہوا ہے جو ولائتی مٹی سے نہایت صنعت کے ساتہ بنایا گیا ہے گرمیون کے موسم مین جب یہ فوارہ چلتا ہے تو ہزارہا مخلوق کا ہجوم یہان ہوتا ہے اور شہر کے باشندے اکثر اوقات تفریحاً یہان آنکلتے ہین یہین سے ایک سیدہی سڑک باغ کمپنی کے کنارے کوڑیا پل کو گئی ہے جہان سے است انڈین گودام اور ریلوی اسٹیشن آتا ہے۔

شمرو بیگم کی کوٹہی

کوتوالی سے چلکر بائین جانب شمرو بیگم کی کوٹہی ہے جو نہایت دلکشا اور فرحت بخش ہے اِس کوٹہی کو کرسی دیکر بنایا ہے اور کرسی مین گودام اور شاگرد پیشہ کے کمرے تعمیر کیے گئے ہین اِسکا ایک درجہ تو ایسا آراستہ ہے جسے دیکہکر طبیعت نہایت ہی محظوظ ہوتی ہے۔ عمارت کی خوبی کے علاوہ باغ کی آراستگی اور خوشنمائی قابل دید ہے اور اُسپر نہرون کے جابجا بہنے کا زور شور سونے پر سہاگا یہ کوٹہی انگریزی گورنمنٹ کی ابتدائی حکومت مین تعمیر ہوئی ہے اور اسکی بانی شمرو صاحب کی بیگم ہین جو سردہنہ کی جاگیردار تہیں اب یہان تک قائم ہے۔ کوٹہی کے دروازہ کے سامنے بازار کے رخ ایک بڑا محراب دار دروازہ بنا ہوا ہے جسے خونی دروازہ کہتے ہین۔

دریبہ کا بازار

یہین سے دریبہ کا مشہور بازار شروع ہوا ہے اِس بازار کی وسعت اگرچہ اور بازارون جیسی نہین ہے لیکن آبادی اور رونق اِس کثرت سے ہے جسکا بیان نہین ہو سکتا نیز مہاجنون اور ہنڈوی والون کی دوکانین یہین ہین اور بہت اقسام کے سودے والے اور اہل تجارت یہان موجود ہین جو صبح سے شام تک لاکھون روپیہ کا بیوپار کرتے ہین اس بازار مین سر راہ ایک نہایت وسیع

مسجد روشن الدولہ

و خوشنما مسجد ہے۔ مسجد اگرچہ چونہ اور اینٹ سے بنائی گئی ہے لیکن تینون گنبد سنگین ہین گنبدون کی

جو پتھر مڑھا ہوا ہے گو وہ سنگ مرمر ہے لیکن ایک ایسی عجیب قسم کی زردی لیے ہوے ہے کہ دیکھنے والا اُسے سنگ مرمر نہیں کہہ سکتا ان زردی مائل پتھروں پر اُسکے سنہری عکس عجیب بہار دیتے ہین خاصکر جب کہ ابر ہوا ور کالی کالی گھنگور گھٹائین چارونطرف چھائی ہوئی ہون مسجد کے متصل ہی ایک مدرسہ ہے جسمین طالب العلمون کی رہائش کیلئے متعدد حجرے بنے ہوے اور ابتک طالب العلم قرآن وحدیث پڑہتے ہین اِس مسجد اور مدرسہ کا بانی وہی نواب شرف الدولہ ہے جسنے کوتوالی چبوترہ کی سنہری مسجد بنائی ہے یہ مسجد سنہری مسجد سے ایک سال بعد تعمیر ہوئی یعنے ۱۱۳۵ہجری مین بنکر تیار ہوئی جیساکہ اُس تاریخی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مسجد کی پیشانی پر سنگ مرمر کے پتھر پر کندہ ہے۔ و ہو ہذا

درزماں شہ خورشید سریر ٭ ظل حق ماہ زمین شاہ زمان ٭ ناصرالدین کہ محمد شاہ ہست ٭ تیغ او کفر شکن در دوراں ٭ شرف الدولہ بنا فرمودہ ٭ مسجد و مدرسۂ عالیشان ٭ ابن دو بیت الشرف علم و عمل ٭ ہمچو سعدین فلک کرد قران ٭ سال تاریخ بنا گفت خرد ٭ قبلہ حج ارادت کیشان ٭

مسجد کی جانب شمال مین بہی ایک بڑا بازار جاتا ہے جسے کناری بازار کہتے ہین یہان ہر قسم کا گوٹہ کناری بٹھا اور قیمتی پوشاکین سجائی جاتی ہیں دریبہ بازار کے آخری حصہ میں زیورات اور کتب فروشوں کی دوطرفہ دوکانین ہین اور سامنے کے رُخ ایک بہت بڑا انگریزی شفاخانہ ہے جہاں صدہا مریض علاج کیلئے رہتے ہیں۔

اردو بازار

خونی دروازہ کے متصل جو بازار ہے اسے پہلے لاہوری بازار یا اُردو بازار کہتے تھے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شروع ہوکر فتحپوری تک سیدھا چلا گیا ہے اِسی بازار مین دائین جانب لب سڑک لشنیون کے دو بڑے مندر ہین جہان سے دسہرہ کے موقع پر رام لچھمن کی سواری بڑی دہوم دہام سے اُٹھتی ہے۔ سامنے قلعہ معلے کا نہایت عالیشان و شاندار لاہوری دروازہ ہے جسکی سنگ مرمر کی سفید اور کلس دار برجیان یہاں سے نمایاں طور پر معلوم ہوتی ہین اس مقام سے صرف ایک چکر دار سڑک طے کرکے آدمی دروازہ مین پہنچ جاتا ہے

قلعہ کی تاریخ بنا

قلعہ معلے کے عمارات بیان کرنے سے پہلے مین نہایت مختصر طور پر اُسکی تاریخ بنا کا واضح

کرنا نہایت مناسب سمجھتا ہوں اگرچہ اس سے قبل ایک فرانسیسی مورخ کے زبان سے کچھ کیفیت بیان بہی کی جاچکی ہے مگر وہ اسقدر مجمل تہی جس سے ناظرین خاطر خواہ محظوظ نہیں ہوسکتے۔

قلعہ معلے شہاب الدین محمد شاہ جہان کے عہد سلطنت مین تعمیر ہوا اور ذیحجہ سنہ ۱۰۴۸ شب جمعہ مطابق نویں اردی بہشت سمت ۱۶۹۵ ملک کو استاد حامد و احمد معماروں نے اسکی بنیاد ڈالی جو نازک خیالی اور ہندسہ وحساب کے فن میں اپنا نظیر نہ رکہتے تہے جب اس قلعہ کی بنیاد پڑی اور بننا شروع ہوا تو بادشاہ کی طرف سے تاکید مزید ہوئی کہ جہانتک بن پڑے اس عمارت کو بہت جلد پورا کیا جائے چنانچہ قلمرو سلطانی سے بڑے بڑے صناع سنگ تراش اور نازک خیال معمار طلب کیے گئے اور نہایت سرگرمی اور مستعدی سے اسکے بنانے مین مصروف ہوے ابتدا مین اہتمام تعمیر عزت خان کے سپرد تہا لیکن جب وہ ٹھٹھہ کی صوبداری پر مامور ہوا تو الہ وردی خان صوبدار کو اس کا اہتمام سپرد ہوا دو سال ایک مہینے گیارہ دن اسکے زیر نگرانی قلعہ تعمیر ہوتا رہا اس اثنا میں قلعہ کی دیوارین ہر چہار طرف سے بارہ بارہ گز اونچی ہوگئی تہیں اسکے بعد یہ خدمت مکرمت خان کی تفویض کی گئی اور اسکے اہتمام وسعی سے شاہجہان کے بیسویں جلوس کے سال میں قلعہ بنکر طیار ہوگیا اس زمانہ مین بادشاہ کابل میں رونق افروز تہا اور وہاں کی سرسبز و شاداب پہاڑیوں کی سیر و سیاحت میں مصروف تہا کہ مکرمت خاں نے بایںمضمون عرضی لکہی کہ دولتخانہ بادشاہی بنکر طیار ہوگیا حضور قدم رنجہ فرماکر اپنی قدوم میمنت لزوم سے لیے رشک فردوس کرین بادشاہ نے اس عرضی کے پہونچتے ہی کوچ کا حکم دیا اور چوبیسویں ربیع الاول سنہ ۱۰۵۸ ہجری میں یہاں جلوہ آرا ہوا اس قلعہ کی وسعت قلعہ اکبرآباد سے دوگنی ہے اور باوجود اسقدر سعی و اہتمام کے آٹھ سال کے عرصہ میں پچاس لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے لیکن لاگت کا یہ تخمینہ علاوہ اُن عمارات کے بتایا جاتا ہے جو قلعہ کے اندرونی حصے میں واقع ہیں۔ جنپر پچاس لاکھ روپیہ کا خرچ بتایا جاتا ہے اس مین چار دروازہ دو کہڑکیاں اکیس برج قایم کیے گئے۔ تہے جنمین سے سات برج مدور اور چودہ مثمن ہین چار دیواری کا احاطہ طولاً ہزار گز اور عرضاً چہ سو درجہ ہے قلعہ معلے

بنیاد گیارہ گز نیچی ہے اور زمین سے کنگرہ تک پچیس گز کا ارتفاع ہے قلعہ کی زمین کل چھہ لاکھ گز کی
اُردو بازار جہانتک آپ پہنچ گئے ہین اِسکے سامنے سے قلعہ کا بلند اور عالیشان دروازہ
نظر آتاہے جسے لاہوری دروازہ کہتے ہین یہین سے دیوان عام مین جانے کا رستہ ہے
اورنگ زیب نے اِس دروازہ کے آگے ایک بڑا گہوگس بنا دیا ہے کیونکہ پہلے یہان سے
بلکہ دیوان عام سے چاندنی چوک کا تمام بازار نظر آیا تہا اور امرائے شاہی کو فتحپوری کی مسجد
کے پاس سے اُترکر پا پیادہ دربار مین حاضر ہونا پڑتا تہا دروازہ کے آگے ایک وسیع خندق
تہی اور وہان ایک تختہ لگا ہوا تہا مگر اکبر بادشاہ ثانی نے اُسکے آگے پُل بنا دیا تہا۔ لاہوری دروازہ
اور اُسکے چہتہ سے ذرا آگے بڑہکر ایک اور عالیشان دروازہ ہے جسپر دل کشا دالان اور فرحت بخش
کمرے بنے ہوئے ہین ان کمروں مین شاہی نقار خانہ ہے اور دنرات اپنے معمول پر نوبت
بجتی ہے جسکی گونج سے سلطنت کے جان نثار وہی خواہوں کی دلیری بڑہتی اور دشمنون کی
جانین دہلتی ہین یہ ساری عمارت سنگ سُرخ کی ہے نیچے میں ایک بڑا شاندار دروازہ ہے
اور اِدہر اُدہر دو بڑے محراب دار حجرے ہیں اوپر جانے کو نہایت خوبصورت دونون طرف
سیڑہیان چلی گئی ہین اوپر جاکر ایک پنج درہ دالان ہے جہان نوبت خانے کا محکمہ قایم ہے۔

نقار خانہ

نقار خانہ سے آگے بڑہکر ایک بڑا چوک ہے جہان دیوان عام بنا ہواہے چونکہ بادشاہ اِس
مکان میں دربار عام کرتے تہے اور یہاں ہر ادنےٰ اعلےٰ شخص کو حضوری کی اجازت تہی
اِسی لئے دیوان عام کہلاتا تہا اِسکی شرقی جانب نو نو در کا نو گہا دالان بنا ہواہے اور ہر ہر
دالان کی بغل میں ایک ایک در قائم ہے دیوان کا طول اسی گز اور عرض ۲۴ گز کاہے
ہر درجہ میں محراب دار ستون ہیں جو چہت کو تہامے ہوے ہیں اگرچہ سارا دالان اور چہت
سنگ سُرخ سے بنا ہواہے لیکن اُسپر ایک اِسی قسم کی سفیدی پہیر کر سونے کا کام کر دیا گیا
ہے کہ سنگ مرمر کا عالم نظر آتاہے باہر کے درون میں سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت
اور دلکش کٹہرہ لگا ہواہے جسپر ایک سنہری قبہ اور بہت سی کلسیان چڑہی ہوئی تہین
مگر اب کلسیون کا تو نام نشان بہی باقی نہیں رہا۔ البتہ کٹہرے کے کچہہ کچہہ نشانات معلوم ہوتے
ہیں۔ یہ وسیع دالان ایک چبوترے پر واقع ہے جسکا طول ایک سو چار گز اور عرض ایک سو

دیوان عام

گز کا ہے چبوترے کے گرد اگر نگ سُرخ کا قد آدم کٹہرا لگا ہوا تہا جسپر سنہری کلسیان قایم تہین مگراب باقی نہین ہین کٹہرا بہی مسمار ہو گیا تہا لیکن خاندان مغلیہ کے اخیر بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی نے جلوس کے پہلے سال مین از سر نو مرتب کیا۔ کٹہرہ کے آگے بڑا وسیع صحن ہے جسکا طول دو سو چار گز اور عرض ساٹہہ گز کا ہے۔ دیوان عام مین جنوبی جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے محلات شاہی کو رستہ جاتا ہے اور شمالی جانب بہی ایک دروازہ ہے جہاں سے باغات کی طرف رستہ جاتا ہے دیوان عام کے وسطے دالان مین تخت سلطانی نصب کیا گیا ہے جو عجیب و غریب صنعت کے ساتہ بنایا گیا ہے سر سے پانو تک نرا سنگ مرمر ہے جو بنگلہ کے وضع پر چار گز مربع ہے اسپر سنگ مرمر کے چار ستون نہایت استحکامی کے ساتہ قائم کیے گئے ہین جو سنگ مرمر کے بنگلہ کو تہامے ہوے ہین اسکی پشت کی جانب سات گز کا لنبا اور ڈہائی گز کا چوڑا سنگ مرمر کا بیش طاق ہے جسمین طرح طرح کا رنگین بیش قیمت پتہر لگایا گیا ہے اور منبت کاری اور نقش و نگار کے علاوہ ہندوستانی پہولون اور جانورون کی ایسی حیرت انگیز تصویرین کہنچی گئی ہین جنہیں دیکہکر لوگ عش عش کرتے ہین بیش طاق کے پیچہے شاہی محلات ہین اور اسمین دروازے لگے ہوے ہین دربار عام کے وقت بادشاہ یہین سے تشریف لا کر تخت پر جلوہ آرا ہوتے ہین تخت کی کرسی آدمی کے سر سے بہی بہت اونچی ہے اسلیے اسکے آگے سنگ مرمر کی ایک خوبصورت چوکی بچہی ہوئی ہے تاکہ جب کسی کو کچہہ عرض کرنا ہو تو اجازت حاصل کرکے اسپر قدم رکہے اور پایہ تخت کو بوسہ دیکر مودبانہ عرض کرے۔ اس سنگ مرمر اور سنگ سُرخ کے دونوں کٹہرون کے پاس افسران فوج اور امراے شہر علی قدر المراتب سینوں پر ہاتہہ رکہکر صف بستہ ایستادہ ہوتے

رنگ محل

دیوان عام کی پشت پر رنگ محل واقع ہے جو پچہلے دنون نہایت آراستہ اور بارونق تہا اب بالکل برباد ہو گیا اور اُسکی جگہ نہایت ناموزون مکانات بنگئے پیشتر اس محل کے صحن مین ایک نہایت ستہرا حوض تہا پچاس گز سے اڑتالیس گز مین جسمین پانچ فوارے لگے ہوے تہے ایک نہر تہی جہان ۷ میں فوارے چہٹتے تہے اور ایک مختصر مگر نہایت آراستہ باغچہ تہا

جسکے گرد سنگ سرخ کا محجر لگا ہوا تہا اور جس پر دو ہزار سنہری کلسیان چڑہی ہوئی تہین غرضکہ بڑی شان و شوکت کا محل تہا جسکا اب کوئی نشان ڈہونڈنے سے نہین ملتا اِسکی اندرونی حصہ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ عبارت کے ردکار مین محراب دار پانچ در بنائے گئے تہے اور اسی طرح اندر کے رُخ بہی محرابدار تہے درون اور محرابون کے وسط مین ایک چوکہنڈی سی واقع ہوگئی تہی محل کے اندر سنگ مرمر کا ایک خوبصورت حوض تہا جس مین رنگین بیش قیمت پتہر نصب کیے گئے تہے اگرچہ حوض ساڑہے سات گز کا مربع ہے لیکن عمق بہت ہی کم ہے جب اِسمین پانی بہر کر لہراتا ہے تو تمام بیل بوٹے جو اِسپر منقش ہین ہلتے دکہائی دیتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک پُر لطف باغ ہے جس مین ہزارون طرح کے رنگ برنگ کے پہول کہلے ہوے ہین حوض کے وسط مین سنگ مرمر کا ایک کمرکی پیالہ پہول کی صورت مین کہدا ہوا رکہا تہا اِسمین ایک سوراخ تہا اور ایک نہر تلے تلے یہانتک لائی گئی تہی جو اس پیالہ مین سے اُبلتی تہی پیالہ کے لبون پر سے پانی کا گرنا اور اُس پانی پر دون مین سے گل بوٹون کا لہراتا ہوا دکہائی دینا ایک عالم طلسمات معلوم ہوتا تہا جو نہر موتی محل اور دیوان خاص مین سے ہوتی آئی ہے اِس محل کے وسط مین سے گذر کر گئی ہے۔ رنگ محل کے تمام پایہ نما ستون اور محرابین سنگ مرمر کی ہین جسمین نہایت عمدہ پچی کاری کی گئی ہے اور جا بجا بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے ہین اِسکے تمام در و دیوار پر سونا بسا ہوا ہے اور ہر موقع پر طلائی گل بوٹے بنے ہوے ہین کہتے ہین اِسکی چہت بالکل چاندی کی تہی فرخ سیر کے عہد مین کسی ضرورت کی وجہ سے اُکہاڑ لی گئی اور اُسکی جگہ تانبے کی چہت بنائی گئی لیکن محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد مین تانبے کی چہت بہی اُکہاڑ لی گئی اور کاٹ کی چہت قایم کی گئی۔

اُسکے آگے جنوبی حصہ مین ایک مکان تہا جو چہوٹی بیٹہک کے نام سے نامزد تہا یہ عمارت بہی چہوٹی بیٹہک
پہلے زمانہ مین نہایت نفیس و لطیف تہی لیکن مرزا جہانگیر نے اپنے جدید تصرفات سے اُسکی وہ صورت باقی نہین رکہی اِسکے بعد کہڑکیوں دار ایک اور عمارت تہی جو بعد کو جہروکے کے نام سے مشہور ہوئی اِس عمارت کی کہڑکیان دریا کی جانب واقع تہین اور یہان بادشاہ کبہی کبہی تفریحاً رونق افروز ہوتے تہے اِسکے قریب مین ایک بڑا برج ہے جسے اسد برج کہا جاتا ہے اسد برج

اِسکا قطر سو گز کا ہے اور عمارت تین طبقون کو شامل ہے پہلے طبقہ کو زمین سے بارہ گز کرسی دیکر
بنایا ہے اِسکی چھت اندر سے گول اور اوپر سے مسطح ہے یہ عمارت سرتاپا سنگین ہے اجارہ تک
سنگ مرمر لگایا گیا ہے جسمین رنگین جواہر کی پچی کاری کی ہوئی ہے اور اجارہ سے چھت تک
سنگ بہائی لگا ہوا ہے جسے سفید کر کے سنہری نقش ونگار سے آراستہ کیا گیا ہے یہ درجہ مثمن ہے
اور اِسکا قطر کل آٹھ گز کا ہے اِسمین چار طاق دو نشیمن بنائے گئے ہیں ایک طاق شمالی شرقی
ہے جسکا طول عرض چار گز کا ہے دوسرا غربی جنوبی ہے اِسکا طول چار گز عرض تین گز کا ہے
مثمن درجہ کے وسط مین تین گز کے قطر کا حوض ہے جو بہت ہی خوشنما اور دلکش ہے غربی طاق
میں ایک آبشار اور چھوٹے چھوٹے محراب دار کئی طاق ہیں۔ آبشار کے آگے سنگ مرمر کا
ایک حوض ہے ساڑھے تین گز کا لنبا اور ڈھائی گز کا چوڑا اِس حوض سے شرقی طاق کے
کنارہ تک ڈیڑھ گز چوڑی نہر ہے جو نری سنگ مرمر کی بنائی گئی ہے اِسی نہر میں سے ایک شاخ
نکلکر غربی طاق کے حوض میں پڑتی ہے اور وہاں سے برج کی نہر مین آکر اور مثمن حوض سے گذر کر
شرقی طاق کی جانب بہتی ہے قلعہ میں جہاں کہین نہر بہتی ہے سب کا منبع اور خزانہ یہی نہر ہے
دوسرے طبقہ کی عمارت بھی مثمن ہے اور آٹھ گز کے قطر میں واقع ہے اِسکے آٹھون ضلع
پر چھجین ستون کا ایک سراسر دیوان قایم ہے تیسرے طبقہ کی عمارت گنبدی ہے جسے
آٹھ ستون تھامے ہوے ہین اِسکا برج سنگ مرمر کا ہے جسپر سنہری کلس چڑھا ہوا ہے
یہ برج ہنزانۂ چیلہ کے ہنگامہ مین گولہ باری کی صدمہ کی وجہ سے بالکل شکستہ ہوگیا تھا لیکن
محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد مین دوبارہ بنایا گیا اور بالکل پہلی وضع پر بنایا گیا۔ رنگ محل کی جانب
شمال مین ایک نفیس و پاکیزہ عمارت تھی جسے بڑی بیٹھک یا خوابگاہ اقدس کہا کرتے تھے — خوابگاہ اقدس
یہ بھی تمام سنگ مرمر کی تھی اور منبت کاری کے علاوہ سنہری بیل بوٹے ہر جگہ بنے ہوے
تھے اِسکے بیچ مین شہ نشین جیسا ایک مختصر سا مکان تھا اور اِسکے جنوب و شمال مین بڑے
بڑے دو ڈلاؤ در تھے جو سنگ مرمر سے بنے ہوے تھے۔ شہ نشین کا طول ۵ اگز اور
عرض ۶ گز کا تھا اِسکی دونون محرابون پر سعد اللہ خان کا انشا کیا ہوا کندہ ہے اور
اجارہ کے آس پاس سونے کے پانی سے بہت سے اشعار لکھے ہوئے ہین۔ شہ نشین

دیوان عام قلعہ معلیٰ

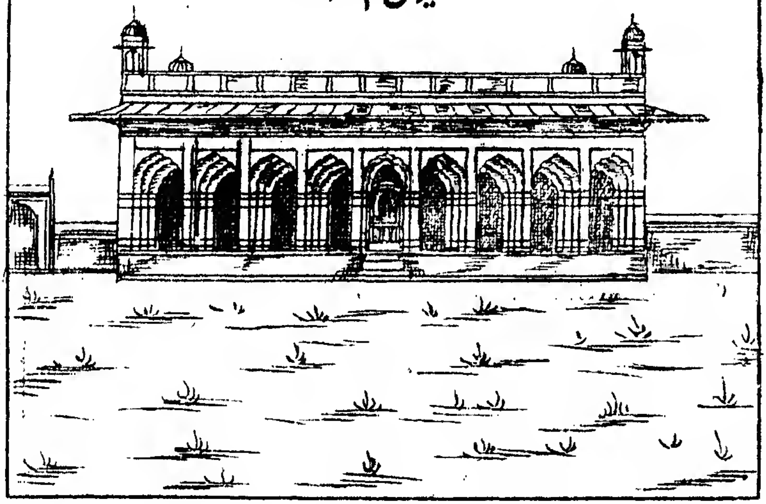

دروازہ قلعہ معلیٰ بجانب دریا

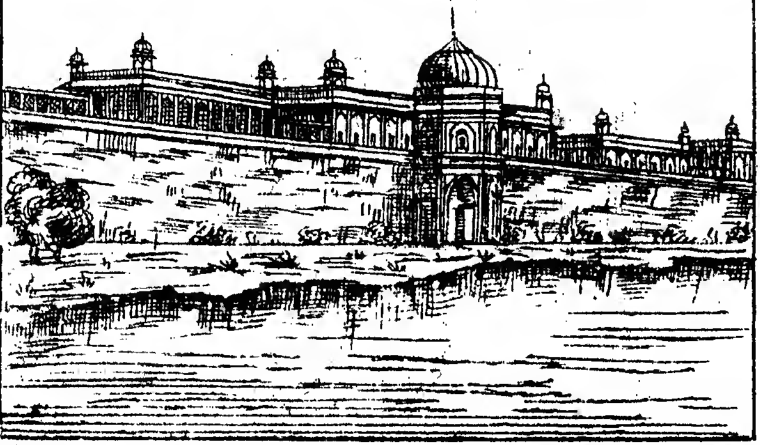

دیوان خاص قلعہ معلی

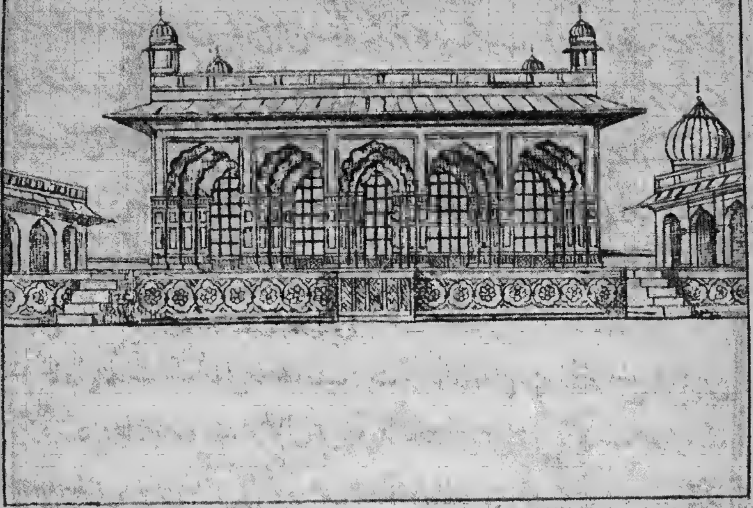

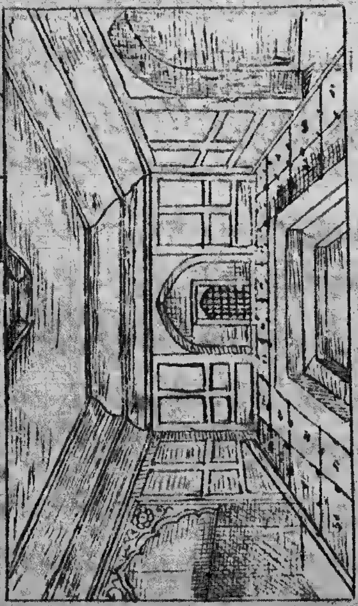

دروازہ خاص قلعہ معلی

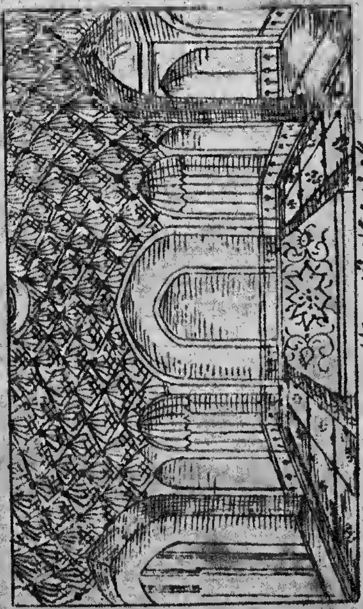

دیوان عام قلعہ معلی

کے آگے سنگ مرمر کا پنج درہ دالان بہت نفیس بنا ہوا ہے جو طولاً بیس گز اور عرضاً چھ گز کا ہے دائین بائین جانب بہت سے محراب دار دالان اور حجرے ہین ہین سے دیوان خاص کو رستہ جاتا ہے دالان کے بیچ مین سنگ مرمر کا ایک عجیب غریب حوض ہے جسکا پورا نقشہ اس مختصر مین کہنچ نہین سکتا اس عمارت کے شرقی جانب ایک اور برج ہے جیسے برج طلا یا مثمن برج بہی کہتے ہین یہ بہی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور علاوہ منبت کاری کے سب جگہ سونے کا نہایت نفیس کام بنا ہوا ہے اسی وجہ سے اسے زرین برج بہی کہتے ہین اسکے تین ضلع خوابگاہ کی جانب واقع ہیں اور پانچ دریا کی طرف جنمین سنگ مرمر کی جالیان لگی ہوئی ہین۔

مثمن برج

خوابگاہ کی عمارت کے شمالی جانب ایک بہت بڑا چوک واقع ہے جسکے ضلع شرقی میں ڈیڑہ گز کا اونچا چبوترہ ہے جو طول میں اسی گز اور عرض مین چھبیس گز کا ہے چبوترہ کے عین وسط میں دیوان خاص کی مشہور عمارت ہے یہ عمارت چونتیس گز لمبی چھبیس گز چوڑی ہے جو سرتا سر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے بیچ مین چار گز چوڑی نہر بہتی ہے عمارت کی چہت بہت سے پایہ دار ستونون پر رکہی ہوئی ہے جو اٹھارہ گز کے طول اور دس گز کے عرض میں برابر پہیلی ہوئی ہین دیوان خاص کے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک تخت بچھا ہوا ہے جسپر تخت طاؤس کہا جاتا ہے حضور جہان پناہ اسی پر اجلاس فرماتے ہیں اس عمارت مین اجارہ تک تو عقیق و مرجان اور بہت سے بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے ہین اور اجارہ سے چہت تک سونے کا کام کیا ہوا ہے اسکی شرقی جانب سے دریا دکہائی دیتا ہے مگر اُس طرف کے دردن مین سنگ مرمر کی جالیان لگا کر آئینہ بندی کر دی گئی ہے غرب کی طرف ستر گز سے ساٹھ گز کا صحن ہے جسکے گرد مختلف مکانات اور متعدد ایوان سُرخ پتہر کے بنے ہوئے ہین اسی طرف صحن مین دروازہ ہے جہان سے دیوان عام کو رستہ آتا ہے دروازہ کے آگے لال پردہ تنا رہتا ہے جہان سے شہر کے امرا اور دربار کے ارکین آداب بجالاتے ہین۔

دیوان خاص

دیوان خاص کے چبوترہ کی جانب جنوب اور خوابگاہ اقدس کے عقب مین ایک بڑا شاندار

تسبیح خانہ

والان بنا ہوا ہے جسے تسبیح خانہ کہتے ہین جہان پناہ کو جب کبہی خلوت منظور ہوتی تہی یا خاص خاص امرا کا دربار ہوتا تہا تو حضور یہان بہی جلوس فرمایا کرتے تہے اِس دالان کی دیوار پر سنگ مرمر کی ایک نہایت خوبصورت ترازو بنی ہوئی ہے اور جلی حرفون مین میزان عدل لکہا ہوا ہے اِسی تسبیح خانہ سے خوابگاہ کا رستہ ہے جو خاص ڈیوڑہی کہلاتی ہی

عقب حمام

دیوان خاص کیجانب جنوب مین جسقدر مکانات ہین سب عقب حمام کہلاتے ہیں حمام اپنی طرز مین بالکل بے نظیر ہے اور اسکے تین درجے ہیں پہلا درجہ جو جامہ کن کے نام سے مشہور ہی اسکی عمارت نہایت نفیس ہے اور کمرہ نما درجے بنے ہوے ہین شرقی جانب جالیان لگا کر آئینہ بندی کیگئی ہے جنمین سے دریا اور جنگل کے سبزہ کی کیفیت پوری نظر آتی ہے دوسرا درجہ سرد خانہ کے نام سے پکارا جاتا ہے یہ درجہ عجیب وغریب صنعت سے بنایا گیا ہے شمال کی جانب سنگ مرمر کا ایک شہ نشین ہین جسمین جواہرات پچی کیے ہوے ہین اِسکے آگے سنگ مرمر کا ایک مربع درجہ ہے جسمین فرش سے لیکر چہت تک گرانبہا جواہرات اور طرح طرح کے رنگین بیش قیمت پتہر نصب کیے گئے ہین اسکے بیچ میں ایک مربع حوض ہے جسکے چارون کونون پر چار سنہری فوارے نصب ہین یہ عجیب جامع الصفتین حمام ہے کہ جب چاہین سرد کرلین اور جب چاہین گرم کردین۔ حمام کا تیسرا درجہ گرم خانہ کے نام سے مشہور ہے اس کے جانب غرب مین گرم پانی کے کئی حوض نہایت خوبصورت بنے ہوے ہین اور نرے سنگ مرمر کے ہین آگے کی جانب ایک مربع درجہ ہے اور اسکے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک بڑا خوشنما چبوترہ ہے جسپر بیٹہکر غسل کرتے ہین جانب شمال مین دوسرے درجہ کا شہ نشین ہے جسپر ایک بڑا مستطیل حوض بنا ہوا ہے اس مین یہی خوبی ہے کہ چاہین گرم پانی سے لبریز کرین یا سرد پانی سے بہرین اس کا فرش اور چبوترہ اور حوض اور چارہ تک کی دیوارین بالکل منبت کار ہین اور رنگ برنگ کے بیش قیمت جواہر سے آراستہ ہین۔ حمام کے جانب شمال مین ہیرا محل واقع ہے اسمین اور حمام مین ایک مختصر صحن چہوٹا ہوا ہے جہان چار گز کی عریض نہر بڑی خوشنمائی کے ساتہہ بہتی ہے اسی کو نہر بہشت کہتے ہین اور یہی دیوان خاص اور رنگ محل مین جاتی ہے

ہیرا محل

نہر کے کنارہ پر سنگ مرمر کی ایک بڑی بارہ دری بنی ہوئی ہے جسکی چہت کے چارون کونون پر چار چہوٹی چہوٹی چوکہنڈیان بنی ہوئی ہیں اور ان پر سنہری برجیان قائم ہین سارا محل سنگ مرمر کا ہے جسے خاندان مغلیہ کے اخیر بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی نے اپنے عہد حکومت مین تعمیر کیا ہے اسکے متصل

موتی محل ۔ موتی مسجد

ایک اور محل ہے جسے موتی محل کہتے ہین یہ محل سنگ سرخ کا ہے جسے سنگ پٹہانی سے سفید کرکے رنگامیزی اور طلاکاری کے گل بوٹون سے آراستہ کیا گیا ہے۔

حمام کے عقب مین موتی مسجد ہے جو سر تا پانون تک سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور طرح طرح کی منبت کاری اور طلاکار گل بوٹون سے آراستہ ہے حقیقت یہ ہے کہ جیسی منبت کاری اس مسجد مین ہے تمام قلعہ مین اور صرف قلعہ مین بلکہ روئے زمین کے کسی مشہور مقام مین نہوگی مسجد کے تین در ہین نہایت خوشنما اور چھوٹی چھوٹے دو مینار اور تین گنبد ہین سنہری اور اسی وجہ سے بعض لوگ اسے سنہری مسجد کہتے ہین مسجد کے صحن مین ایک چھوٹا سا خوشنما حوض ہے جس مین بہادون مین سے پانی آتا اور ہر وقت اوبل کر بہتا رہتا ہے مسجد کے جانب شمال مین ایک مختصر سا حجرہ بنا ہوا ہے جس مین ایک چھوٹا سا حوض نہایت نفیس و لطیف بنا ہوا ہے اسکے گرداگرد آئینہ بندی کی ہوئی ہے۔ یہ مسجد اورنگ زیب نے اپنے تخت نشینی کے دوسرے سال مین ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار کرائی جسکا تاریخی مادہ یہ ہے۔ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔

بہادون ۔ باغ حیات بخش

مسجد کے قریب ہی ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ ہے جو حیات بخش کے نام سے نامزد ہے اس باغ کے جانب جنوب مین سنگ مرمر کا نہایت نفیس ایک مکان ہے جسے بہادون کہتے ہین مکان کا نقشہ یہ ہے کہ ایک وسیع چبوترہ کرسی دیکر بنایا گیا ہے اور اسپر سولہ ستون قائم کرکے ایک دلکشا ایوان تعمیر کیا گیا ہے جسکے شرق و غرب کی دونون جانبون مین آگے پیچھے دو بنگلے نہایت خوبصورت بنائے گئے ہین اس مین سنگ مرمر کا ایک بہت ہی خوبصورت حوض ہے جہان ہر وقت چادر پڑتی ہے یہ ایک عجیب و غریب عمارت ہے جس مین پانی کا پڑنا اور چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بہادون کا مینہ برستا ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام بہادون کہا گیا لیکن اب

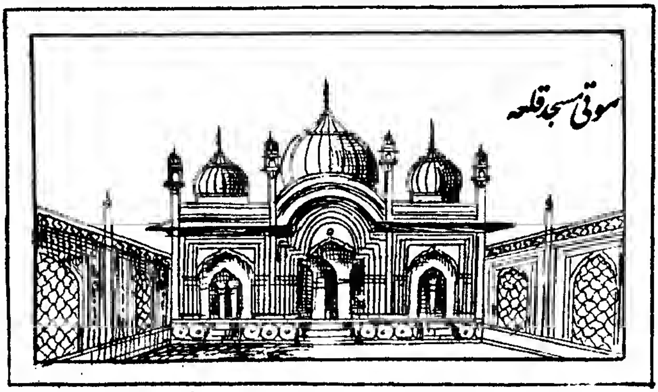

اس مین پانی کی آمدورفت کا رستہ بالکل بند ہو گیا ہے اور اگلے زمانہ کی تمام آراستگی خاک مین ملگئی ہے ۔ باغ حیات بخش
کے عین وسط مین ایک بشادو سیع حوض ساٹہہ گز کا مربع تہا جس مین چاندی کے انچاس فوارے لگے ہوے تہے ان
فواروں کے علاوہ چاندی کے ایک سو بارہ فوارے اور تہے جو حوض کے گرداگرد نصب تہے اور ہر وقت چہوٹتے رہتے تہے ۔ اب
ان کا نام و نشان تک بہی باقی نہین ہا اسی حوض مین سنگ سرخ کا ایک خوبصورت محل ہے جسے سراج الدین محمد بہادر شاہ
نے اپنے عہد سلطنت مین تعمیر کیا ہے ۔

باغ حیات بخش کے شمالی ضلع مین سنگ مرمر کی ایک بڑی نفیس عمارت ہے جس کا نام ساون ہے یہ عمارت بجنسہ بہادون جیسی (ساون)
ہے اور اسمین اُسمین ذرا فرق نہین چونکہ اس مکان مین پانی کی آمدورفت چادرون کا پرناز و پر شور ہے پانی کا ابلک
بہنا بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیساکہ ساون کا مینہ اسلیے اس کا نام ساون کے ساتہہ مشہور ہوا ۔ باغ مذکور کے غربی جانب
مین مہتاب باغ تہا کسی زمانہ مین بڑا پُررونق اور لطیف ہوگا مگر اب کچہہ نہین اخیر زمانہ مین بہادر شاہ ثانی نے اس (مہتاب باغ)
باغ کی نہر کے متصل جانب غرب مین ایک جہرنا بنایا تہا جو بالکل قطب صاحب کے جہرنے کا نمونہ تہا ۔ مہتاب باغ سے
آگے چلکر باورچیخانے کے دو مکان ہین جن مین سے ایک کا نام چہوٹا خاصہ اور دوسرے کا بڑا خاصہ ہے انکے پاس احمد شاہ کے
وقت کی ایک چہوٹی سی مسجد بنی ہوئی تہی جو اب بالکل نیست و نابود ہو گئی ۔ قلعہ کے متصل جانب شمال مین سلیم گڈہ ہے جسکا (سلیم گڈہ)
اصل بانی شیر شاہ کا لڑکا اسلام شاہ ہے اور جو ۹۵۳ہ ہجری مین بنکر تیار ہوا مگر خاندان تیموریہ کے عہد سلطنت مین
اسے نور گڈہ کہتے تہے یہ عمارت قلعہ معلی اور پل کے بیچ مین واقع تہی اور اسلام شاہ کے عہد مین دریا اسکے نیچے ہو کر بہتا ہوا
جاتا ہوتا تہا اسکا اصلی دروازہ جانب غرب بطرف گہاٹ نگمبود واقع تہا لیکن عہد جہانگیر مین جانب شمال ایک پل
تعمیر ہوا اور اس طرف بہی ایک دروازہ قائم کیا گیا شاہجہان کے وقت مین وہ پل قلعہ معلی مین ایسا ملگیا کہ گویا اس
قلعہ ہی کے لیے بنایا تہا سلیم گڈہ مین کسی خاص قسم کی خوبی یا دلچسپی نہین تہی لیکن اسوجہ سے مشہور تہا اور ابتک ہے
کہ مغلیہ خاندان کے عہد مین شاہی قیدخانہ رہا ہے ۔

قلعہ کی یہ تمام عمارتین جن کا اس مقام پر ذکر ہوا ہے اگرچہ باستثناے چند عمارات مشہورہ ۵۷ء کے غدر سے
پیشتر ہی منہدم ہو گئی تہین مگر جو بہت سی عمارتین باقی تہین وہ غدر کے بعد منہدم کرادی گئین اور اُنکی جگہ فوج کے
رہنے کیلیے بارگین تیار کرائی گئین بعض بعض عمارتون کے ابتک نشانات پائے جاتے ہین مگر ان سے اصلی کیفیت
ہرگز معلوم نہیں ہوتی اب قلعہ مین بجز دیوان عام اور دیوان خاص عقب حمام موتی مسجد وغیرہ کے اور کوئی عمارت
قابل دید باقی نہیں رہی ۔

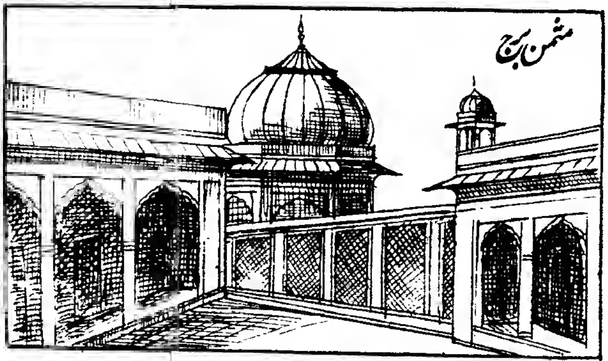
مثمن برج

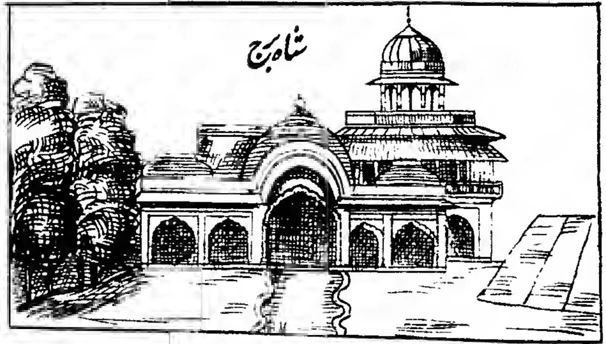
شاه برج

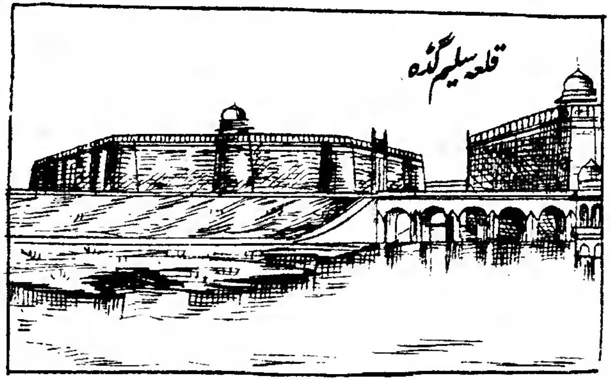
قلعه سلیم گڈه

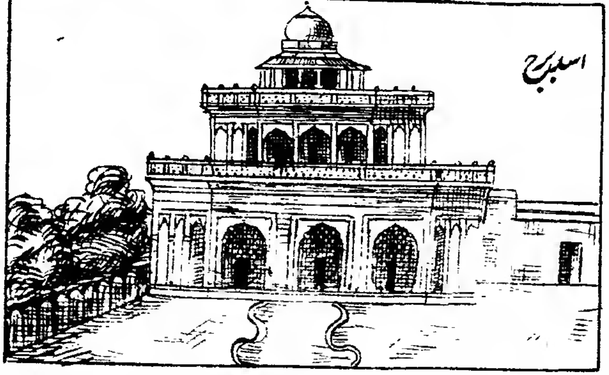
اسبرج

جب آپ قلعہ کی سیر سے فارغ ہون تو جنوبی جانب چلیے تہوڑی دور کے فاصلہ پر آپکو ایک بڑا شاندار دروازہ نظر پڑے گا جسے قلعہ کا دہلی دروازہ کہتے ہین کیونکہ پرانی دلی کیطرف واقع ہے عہد شاہجہان مین اس دروازے کے سامنے کوئی اوٹ نہ تہی اور نظر کا قاصد شہر دہلی دروازہ مین سے ہوکر دور تک جنگل مین چلا جاتا تہا اورنگزیب کے زمانہ مین دروازہ کے آگے ایک اوسہوکن بنا اور اُسکا دروازہ دوسرے ضلع یعنی جانب غرب مین کہا گیا جس سے بالکل اوٹ ہوگئی یہ اُس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ اورنگ زیب نے بعض مصلحتون کی وجہ سے اپنے والد شاہجہان کو کنج عبادت مین بٹہا دیا تہا اور مہمات سلطنت کی باگ اپنے ہاتہہ مین لیلی تہی۔ پہلے اس دروازہ کے آگے ایک خندق تہی اور اُسپر ایک بڑا تختہ لگا ہوا تہا جس کے اُٹہا لینے سے خندق اور پانی کی وجہ سے قلعہ کا رستہ بند ہوجاتا تہا لیکن اکبر شاہ ثانی کے زمانہ مین حکام انگریزی کی طرف سے دروازہ کے آگے ایک پل بنگیا اور تختہ اُٹہا لیا گیا۔

قلعہ کے دہلی دروازہ سے نکلکر جب آپ شہر کی جانب آئیگا تو آپکو چند قدم کے فاصلہ پر تین سڑکین نمودار ہونگی دائین جانب کی سڑک جو اب ٹہنڈی سڑک کے نام سے مشہور ہے، کچہریون سے ہوتی ہوئی سیدہی ریلوے کے پل اور ڈاکخانہ کو چلی گئی ہے سامنے کی سڑک جامع مسجد کو آتی ہے اور بائین جانب کی سڑک فیض بازار کو ہوتی ہوئی شہر کے دہلی دروازہ کو چلی گئی ہے اسی سڑک کے بائین جانب قلعہ کے نیچے سنہری مسجد ہے جو سر سے پاؤن تک سنگ باسی سے بنی ہوئی ہے اسکے دو خوبصورت مینار تین شاندار گنبد ہین نازک خیال معمار نے کاٹ کے گنبد بناکر اُنہین تانبے کے موٹے موٹے پترون سے جڑا تہا اور ان پترون پر سونیکی چادرین مڑہی تہین اسی طرح مسجد کی تمام برجیان اور کلسیان سنہری تہین اور اندر تمام در و دیوار سونے اور لاجورد کے نقش و نگار سے لدے ہوئے تہے مسجد کے بائین طرف ایک کاٹ کا دالان تہا جسمین کچہہ تبرکات رکہے گئے تہے اور جنکی ہر سال زیارت کیجاتی تہی دائین طرف بڑا خوشنما حوض تہا اور اُسمین ایک بہت بڑا فوارہ لگا ہوا تہا حوض مین اُس کنوین سے پانی آتا تہا جو مسجد کے متصل ہی واقع تہا اور اب بہی ہے، لیکن اب یہ مسجد بالکل شکستہ اور ویران ہے، اور بجز ایک شکستہ ہیئت کے اور کچہہ باقی نہین رہا ذیل کے اشعار مسجد کے بیچ کے در مین کندہ ہین جن سے اُسکی تاریخ بنا اور بانی کا حال معلوم ہوتا ہے اشعار

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ ٭ خلق پرور دادگر شاہان عالم را پناہ ٭ مسجد کردہ بنا نواب قدسی عز و جاہ ٭ باد دائم فیض عام آن ملائک سجدہ گاہ ٭ سعی نواب بہادر صاحب لطف و کرم ٭ ساخت تعمیر چنین جاوید عالی دستگاہ ٭ چاہ و حوض و صاف صحنش آبروئے زہد ہست ٭ ہرکہ از آبش طہارت کرد شد پاک از گناہ ٭ سال تاریخش خیر حرم

سنہری مسجد

یافت از الہام غیب ؛ مسجد بیت المقدس مطلع نور آلہ ؛ اسی مسجد کے عقب مین ایک پختہ قبر ہے جسے مختصری چار دیواری احاطہ کئے ہوئے ہے لیکن تاریخ سے پتہ نہین لگتا کہ صاحب قبر کون ہے ۔

اسی سڑک کی دائین طرف خاص بازار کی انتہا پر جہان کہ اگلے زمانہ مین گلابی باغ تہا گورمنٹ انگریزی کا بنایا ہوا ایک نہایت خوبصورت حوض ہے جسے لال ڈگی کہتے ہین اسکے بانی نواب جالی جناب لارڈ الن صاحب بہادر ہین یہ حوض پچاس ہزار روپیہ کی لاگت سے بنا ہے اس کا طول پانسو فیٹ اور عرض ڈیڑہ سو فیٹ ہے یہین سے بائین طرف کو ایک سڑک دریا گنج کو جاتی ہے جہان دیسی افسری رجمنٹ ہتی ہے اور بہت سے انگریزون کی کوٹہیان بہی ہین فیض بازار کے ابتدائی حصہ مین مسجد اکبر آبادی واقع ہے جو سر سے پاؤن تک سنگ سرخ سے بنائی گئی ہے اسکے گردا گرد طالبعلمون کی رہایش کے لئے مکانات اور حجرے تعمیر کئے گئے ہین قطع عربی سے ملحق کرسی دیکر مسجد بنائی گئی ہے اور عجب شان و شوکت سے بنائی گئی ہے تین گنبد سات در دو مینار ہین شمالی مینار بجلی کے صدمہ سے ٹوٹ گیا ہے جو ابتک ٹوٹا پڑا ہے خاص مسجد کا طول تریسٹھ گز کا ہے اور عرض سترہ گز کا پیش طاق سنگ مرمر کا ہے جس مین نہایت عمدہ منبتکاری کی گئی ہے مسجد کے آگے تریسٹھ گز کا لنبا ستاون گز کا چوڑا اور ساڑھے تین گز کا بلند چبوترہ ہے جسپر سنگ سرخ کا کٹہرہ لگا ہوا ہے صحن مین بارہ گز کا مربع حوض ہے جس مین فیض بازار کی نہر کا پانی آتا تہا لیکن جب سے نہر خراب ہو گئی اس حوض مین بہی پانی نہین آتا اس عالیشان مسجد کو شاہجہان کی عفت مآب بی بی اعزالنسا بیگم نے سنہ ۱۰۶۰ ہجری مین تعمیر کرایا چونکہ اعزالنسا بیگم کا خطاب اکبر آبادی محل تہا اس لئے اس نے اپنے خطاب پر اسکا نام مسجد اکبر آبادی رکہا مسجد کے دروازہ پر بخط نسخ ایک کتبہ بہی لکہا ہوا ہے چونکہ وہ بڑا لنبا چوڑا ہے اسلئے ہم یہان نقل کرنا مناسب نہین سمجہتے ۔

اسی بازار مین قاضی واڑے کے متصل ایک اور عالیشان مسجد ہے جسے روشن الدولہ نے محمد شاہ کے عہد مین تعمیر کرایا ہے اگلے زمانہ مین اس مسجد مین تمام جگہ سونے کا کام کیا ہوا تہا اور سنہرے برج بڑے تکلف سے بنائے گئے تہے یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ اسے سنہری مسجد کہتے تہے لیکن اب وہ کام بالکل خراب ہو گیا اور برج شکستہ ہو کر ٹوٹ گئے بازو کے مینار بہی ٹوٹ گئے ہین جنکے اب کچہہ کچہہ نشانات معلوم ہوتے ہین اس مسجد کے ٹوٹے ہوئے برج شہر کی کوتوالی چبوترہ کی سنہری مسجد مین صرف ہوئے اس مسجد کی تاریخ بنا ان اشعار سے واضح ہوتی ہے جو اسکی پیشانی پر کندہ ہین اور وہ یہ ہین سنہ ۱۱۳۹ شکر حق کز عین فیض سید عرفان پناہ ؛ شاہ بھیکوان مرشد کامل ولایت دستگاہ ؛ در زمان شاہ اسکندر نشان جمشید قدر ؛ معدلت گستر محمد شاہ غازی بادشاہ ؛ روشن الدولہ ظفر خان صاحب جود و کرم ؛ کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ ؛ مسجد کاندر فضا صحن قدر ش آسمان

سنہری مسجد

گروہ از نورشعاع مہر روز وشب نگاہ ٭ حوض صاف او نشان از چشمۂ کوثر دہد ٭ ہر کہ از آبش وضو سازد شود پاک از گناہ ٭
سال تاریخش رسائی یافت از الہام غیب ٭ مسجد چون بیت اقصےٰ مہبط نورالہ ٭

پھول کی منڈی

اس مسجد سے ذرا آگے بڑھکر پھول کی منڈی ہے یہان پہلے زمانہ مین گلفروشون کی بہت سی دوکانین تہین جنسے رستہ چلنے والون کا دماغ معطر ہوتا تہا اگرچہ اب وہ دوکانین نہین ہین لیکن نام چلا جاتا ہے اسکے آگے شہر کا دہلی دروازہ ہے جہان بہادر شاہ کے بیٹون اور دیگر شہزادون کی لاشین لاکر رکہی گئی تہین جنہین ہاوسن صاحب نے بندوق مارا تہا یہ ٹہیک واقعہ شہر ۱۸۵۷ء کے غدر کے متعلق ہے فیض بازار کی ابتدا سے جو سڑک دریا گنج کو گئی ہے

زینت المساجد

یہان سے ذرا آگے چلکر زینت المساجد کی شاندار برج اور اونچے اونچے مینار نظر آتے ہین یہ مسجد بہی شاہجہان آباد کی بہی مشہور اور نامور مسجد ہے اسکے بلند اور اونچے مینار دور دور سے دکہائی دیتے ہین اور مسجد کو سون سے نظر پڑتی ہے دریا کے کنارہ واقع ہے اور منبت کاری کی صنعت مین لاجواب و بیمثل ہے اسکی تمام عمارت سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہے اور تینون برج سنگ مرمر کے ہین جن مین سیاہ پتھر کی دہاریان عجب بہار دیتی ہین برجون پر نہایت خوشنما سنہری کلس چڑہے ہوے ہین جو سورج کی شعاعون سے جگمگا اٹہتے ہین مسجد کے نہایت خوشنما سات در ہین اور بیچ کا در بہت بڑا ہے مسجد کے صحن مین ایک بڑا خوبصورت حوض ہے جو اس کنوئین کے پانی سے لبریز رہتا تہا جو اسی مسجد کے متصل واقع تہا اسکی بانی اورنگزیب کی دختر زیب النسا بیگم ہے جسکا مدفن بہی اسی مسجد کے صحن مین شمال کیطرف موجود ہے چنانچہ اسکی قبر کے پاس ایک چہوٹا سا برج بنا ہوا ہے اور اسکے نیچے دو محجر ہین ایک سنگ باسی کا اور ایک سنگ مرمر کا اس کا فرش اور تعویذ بہی سنگ مرمر ہی کا ہے قبر کے سرہانے یہ آیت کندہ ہے ۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الخ اور اسکے بعد یہ کتبہ کندہ ہے ۔ ٭ مونس ما در لحد فضل خدا تنہا بس است ٭ سایۂ از ابر رحمت قبر پوش ما بس ست ٭ امید وار حسن خاتمہ فاطمہ زیب النسا بیگم بنت شاہ محی الدین محمد عالمگیر غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۱۱۲۲ ہجری ۔ مسجد کی تعمیر تو عالمگیر کے عہد مین ہوئی تہی مگر یہ محجر اسکے بعد بنے تہے

قلعہ کے باہر کی تیسری سڑک جو جامع مسجد کو جاتی ہے اس سے تہوڑی دور آگے داہین جانب کو شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کا مزار ہے ۔ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ اعظم مشائخ اکابر اولیاء ہند کی فہرست مین ایک بڑے پایہ کے ولی اللہ ہین آپ خاندان چشتیہ سے تعلق رکہتے ہین اور حضرت خواجہ یحیےٰ مدنی کے مرید ہین شیخ یحیےٰ مدنی سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے ایک فرد ہین انکا سلسلہ دس واسطون سے حضرت محبوب رب العالمین سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ تک پہنچتا ہے حضرت شیخ کی ولادت ہندوستان مین ہوئی عمر کے ابتدائی مراحل طے کرکے جب آپ سن رشد

مین قدم رکہا تو مذہبی علوم کی تحصیل کے لئے دہلی کے مقدس علما کی خدمت مین حاضر ہوئے و فراغ تحصیل علم کے بعد دستار فضیلت حاصل کرکے طلب حق مین کوشش کی اور مرشد کامل کی جستجو مین ہر شیخ یقین کا سفر اختیار کیا مدینہ طیبہ حضرت شیخ یحیی مدنی قدس سرہ کے سلسلہ بیعت مین داخل ہوے اور زمانہ دراز تک شیخ کی خدمت مین حاضر رہکر کمالات معنوی کی اکتساب کئے تکمیل و خلافت ہندوستان خرقہ حاصل کرنیکے بعد وطن مالوف مین تشریف فرما ہوے اور شاہجہان آباد دہلی مین قلعہ اور جامع مسجد کے وسط مین سکونت اختیار کی اور خاص بازار مین ایک دینی علوم کا مدرسہ جاری فرمایا اور آخر عمر تک طالبان حق کی ہدایت اور مخلوق کی تلقین میں سرگرمی سے مصروف رہے۔
آپنے علوم حقائق و معارف مین متعدد کتابین تصنیف فرمائی ہین جنمین سے کشکول کلیمی تفسیر کلیمی مرقعہ شریف سواء السبیل وغیرہ زبان زد خلائق اور مشہور عام ہین آپکے مریدین اور خلفا کی تعداد بیشمار ہے لیکن انمین سے دو خلفاء اعظم زیادہ مشہور ہین حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی اور حضرت مولانا مولوی سید محمد علی قدس سرہ آپکی وفات شریف ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ ہجری کو شہر دہلی مین ہوئی اور جس مقام پر آپ سکونت پذیر تھے وہین مدفون ہوے آپکی تاریخ وفات ذیل کے قطعہ سے واضح ہوتی ہے جو آپکے مزار مبارک کے سرہانے ایک پتھر پر کندہ ہے۔ قطعہ تاریخ فضل و کمال خویش بعوہ حرم قلب روشن بود ۔ سال رحلتش گفتہ ہاتف قطب جہان خویش بود

اس سے آگے بڑھکر جامع مسجد کا مشرقی دروازہ ہے چونکہ جامع مسجد شاہجہان آباد کی مشہور عمارات مین ایک اعلے درجہ کی عمارت ہے اسلئے اسکا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ قلمبند کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ مسجد قلعہ معلے سے ہزار گز کے فاصلہ پر غرب کی جانب ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے لیکن اب پہاڑی نظر نہین آتی ملک ہندوستان مین یہ مسجد بے نظیر ہے شاہجہان بادشاہ نے اپنے جلوس کے چوبیسوین سال ۱۰۶۰ ہجری مین اسکی تعمیر کا حکم دیا اسکی تعمیر پانچ مہینے تک جعفر خان اور دو برس تک خلیل خان اور تین برس پانچ ماہ تک سعد اللہ خان وزیر کے زیر اہتمام رہی لیکن اسکی تکمیل روح اللہ خان کے ہاتھ سے ہوئی غرضکہ چھ سال مین پانچہزار راج مزدور جو کام سے جو روزانہ کام کرتے تھے دس لاکھ روپیہ کی لاگت سے مسجد تیار ہوئی۔
مسجد مین پہونچنے کیلئے بتیس سیڑہیان چڑہنا پڑتا ہے جو بالکل سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہین اسکے تین دروازے ہین مشرقی دروازہ بہ نسبت جنوبی اور شمالی دروازون کے زیادہ بلند اور زیادہ خوبصورت ہے مسجد کے باہر کیجانب سے کمر پاؤن تک سنگ سرخ لگا ہوا ہے اندر کی کیفیت یہ ہے کہ فرش میں سے اجارہ تک کی دیوارین سنگ مرمر کی ہین جنمین سنگ موسے کی ہلکی ہلکی تحریر ہے باقی دیوارین سنگ سرخ کی ہین جنمین سبز سنگ مرمر کی دہاریان اور سنگ موسے کی پچی کاری کی ہوئی ہے چھت پر تین بڑے گنبد سنگ مرمر کے ہین جنمین سنگ موسے کی عجیب و غریب دہاریان پڑی ہوئی ہین اندر کا سارا فرش سنگ مرمر کا ہے و مصلے کی صورت بطور محراب سنگ موسے کی تراشی ہوئی ہے اندر کیجانب بڑی خوبصورت ستائیس محرابین اور باہر صحن کیطرف گیارہ نہایت خوشنما در ہین بیچ کا در تو بہت بلند اور شاندار ہے اور ادہر ادہر کے پانچ پانچ در کسیقدر چھوٹے مگر نہایت خوبصورت ہین بڑے

درپر بصورت طغرے یا ہادی لکھا ہوا ہے اور باقی دروں پر بخط عربی جلی قلم سے کتبے
تحریر ہیں جنمیں شاہجہان کا نام نامی تعمیر کی تاریخ زر مصارف کندہ ہے درون کے دو نو
طرف دو عالیشان منار ہیں جو انچھتیس فیٹ اونچے ہیں ان میں سنگ سرخ کے زینے
بنے ہوے ہیں جنکے ذریعے سے اوپر جاسکتے ہیں مینار سنگ سرخ کے ہیں اور ہر طرف تہوڑے
فاصلہ پر سنگ مرمر کی طویل دھاریاں سیدہی چلی گئی ہیں ہر مینار پر ایک دوسرے
مساوی فاصلہ پر تین باہر نکلے ہوئے چھجے ہیں جہان آدمی اچھی طرح گھوم سکتا ہے
سب سے اوپر بارہ دری کی برجیاں سنگ مرمر سے نہایت دلکشا اور دلربا بنی ہوئی ہیں
اوپر سے شہر کا عجیب نظارہ معلوم ہوتا ہے تمام شہر مثل کٹورہ کے دکہائی دیتا ہے دریچون
کی رونق اور دور دور کے مکانات اس جگہ سے نظر آتے ہیں قطب صاحب کی لاٹ آسمان
کو چھیدتی ہوئی اسجگہہ سے معلوم ہوتی ہے فتح گڈہ کا برج انگریزوں کی فتح کو یاد دلاتا
ہے مقبرہ ہمایون یہان سے صاف نظر آتا ہے اکا شمالی منار بجلی کے صدمہ سے گر پڑا
تہا جس سے اس عالیشان عمارت کو ایک طرح کا زخم پہونچا تہا اور صحن کا فرش بہی جابجا
سے بگڑ گیا تہا حکام گورنمنٹ نے محمد اکبر بادشاہ کے عہد میں منار کو بنوایا اور فرش بہی درست
کرادیا اب عرصہ دس گیارہ سال کا ہوا کہ بجلی اور زلزلے کے صدمہ سے جنوبی منار کی
برجی شق ہوکر گر پڑی تہی جسے نواب بہاولپور نے اپنی لاگت سے درست کرایا چونکہ اس
مسجد میں نمازیوں کی کثرت مور و ملخ سے زیادہ ہوتی اور امام کی تکبیر کی آواز سب نمازیون
تک نہیں پہونچ سکتی تہی اسلیے محمد اکبر بادشاہ ثانی کے فرزند رشید شہزادہ مغفور مرزا
سلیم نے بڑے در کے بیچ میں سنگ باسی کا ایک خوبصورت مکبر تعمیر کرایا جسپر ایک یا دو آدمی
کہڑے ہوکر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں مسجد کا ممبر سنگ مرمر کا ہے اور ایسا خوش قطع بنا ہوا
ہے جسکا بیان نہیں ہوسکتا اس مسجد میں شمال کیطرف والان عربی میں درگاہ شریف ہتی
لوگون کا بیان ہے کہ یہان جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف رکہے ہوے
ہیں اورنگ زیب کی عہد سلطنت میں الماس علیخان خواجہ سرانے اسکے آگے سنگ سرخ کا
ایک محجر بنوادیا تہا جسپر یہ تاریخی اشعار کندہ تہے ــــ

پیش آثار مبارک سرور آخر زمان	در زمان شاہ عالمگیر خاقان جہان
تا سیادت ساخت دیوار حجر از سنگ سرخ	بندۂ با اعتقاد از صدق دل الماس خان
سال تاریخ بنا چون دیر جستاز عقل و ہوش	گفت ہاتف بہر خود واکرد ابواب جنان

مگر کچھہ عرصہ کے بعد ایک تیز آندہی کی وجہ سے یہ حجر گر پڑا تہا آبو الظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ نے از سر نو مرتب کیا لیکن اب وہ بہی نہین ہے اور صرف ایک شرقی دالان مین آثار شریف رکھے ہوے ہین۔

مسجد کا صحن نہایت وسیع اور دلکشا ایکسو چھتیس گز کا مربع ہے او بعض پیمایش کرنیوالون نے ایکسو اٹھارہ گز کا طول اور سو گز کا عرض بتایا ہے اسکے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک خوشنما حوض ہے جو پندرہ گز طولا اور بارہ گز عرضاً ہے اسکے بیچ مین ایک فوارہ لگا ہوا ہے جو اکثر جمعہ اور الوداع اور عید کو چھوٹا کرتا ہے حوض کے غربی گوشہ پر سنگ مرمر کا ایک چھوٹا سا کٹھرہ محمد حسین خان محلی کا تعمیر کرایا ہوا ہے جسپر ذیل کے اشعار کندہ ہین۔

کوثر محمد رسول اللہ سنہ ۱۱۸۰

رسول دیدہ اند اینجا دلی و اہل اللہ	بجاست گر شود این سنگ ہم زیارتگاہ
بنائے سال بہ تحسین و آفرین ہاتف	بگفت احاطۂ جائے نشست رسول اللہ

بانی جاے ادب داعی محمد حسین محلی بادشاہی

مسجد کے صحن کے چاروں طرف خوشنما دالان اور دلکش حجرے بنے ہوے ہین اور چارون کونوں پر بارہ دری کے چار برج بڑے دلچسپ بنے ہوے ہین جنوبی اور مشرقی دالان کے سامنے دائرہ ہندی قایم کیا گیا ہے جو نماز دن کا ٹہیک ٹہیک وقت بتاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ عمارت بہی شاہجہان آباد مین عجیب و غریب عمارت ہے جسکی نظیر سے نہ صرف شاہجہان آباد بلکہ ہندوستان کے تمام ممالک خالی ہیں اس مسجد کا تاریخی مادہ یہ ہے

مسجد شاہجہان قبلۂ حاجات آمدہ

ڈاکٹر برنیر صاحب اور ہرسن فورٹ صاحب اور فرگسن صاحب نے اپنے سفر نامو مین اسکی بہت کچھہ تعریف لکھی ہے اور اسکی خوشنما اور دلکش عمارت کو دنیا کے عجائبات مین

ذکر کیا ہے اگر ہمین اپنی کتاب کے زیادہ بڑہجانے کا خوف نہ ہوتا تو اِس مقام پر اُنکی عبارت نقل کرکے ناظرین کو بہت ہی محظوظ کرتے۔

جامع مسجد کے شرقی دروازہ کی طرف جسے شاہی دروازہ بہی کہتے ہین اور جو دونو دروازون سے بلند اور زیادہ خوبصورت ہے خاص بازار اور سعداللہ خان کا چوک واقع ہے یہ مقامات پہلے زمانہ مین نہایت آباد اور پر رونق تہے مگر اب بالکل ویران اور غیر آباد ہین اِس دروازہ کے نیچے تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر بزرگان دین کے چار مشہور مزارات ہین جو اب بہی مرجع خلایق اور عام زیارتگاہ ہین شمالی دروازہ کے نیچے پایے والون کا بازار ہے جہان انگریزی شفاخانہ کی بڑی وسیع عمارت بہت دور تک پہیلی ہوئی ہے قدیم زمانہ مین یہین ایک شاہجہانی دارالشفا تہا جہان بڑے بڑے حاذق و ماہر حکیم بیٹہتے تہے اور غریب بیمارون کیلئے ہر وقت دواخانہ کہلا رہتا تہا اِسی کے متصل رہٹ کا کنوان ہے۔ یہ کنوان بہی بڑا نامی اور مشہور شاہجہانی کنوان ہے جو پہاڑ کو کاٹ کر کہودا گیا ہے اسپر رہٹ لگا ہوا ہے اور اِسی وجہ سے اسے رہٹ کا کنوان کہتے ہین جامع مسجد کے حوض مین یہین سے پانی آتا ہے یہان پانی کے بہت سے خزانے بنے ہوئے ہین جن سے حوض کا فوارہ چہوٹتا ہے اِسی طرف مین ایک محلہ دہرم پورے کے نام سے مشہور ہے جہاں سراوگیون کا بڑا مندر ہے باہر سے یہ مندر چونے اور اینٹ کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے سنہ ۱۸۵۰ء مین اسکی بنیاد پڑی اور سات برس کے عرصہ مین بنکر تیار ہوا متی بیساکہ سدی پنچ سمت ۱۹۱۴ مین سراوگیون نے اپنے مذہب کے مطابق اِس مندر مین پوجا کی پانچ لاکہہ روپیہ اسکی تعمیر مین صرف ہوا کہتے ہین کہ لالہ ہرسکہہ رائے اور لالہ موہن لعل مہاجنون نے اپنے ذاتی روپیہ سے اِس مندر کو تعمیر کرایا تہا اِسی مندر کے متصل سیٹہہ کی گلی مین ایک اور چہوٹا مندر ہے جسے شہر کے تمام سراوگیون نے چندہ کے روپے سے بنایا اسکی تعمیر چودہ سمتاین شروع ہوئی سمت ۱۹۱۷ مین سراوگیون کے مذہب کے موافق اِس مندر مین مہاراج براجمان ہوئے ہین اِن دونون مندرون کے کلس سنہری ہین اور اندر بہت سے مکانات بنے ہوئے ہین۔ پایے والون کے بازار کی انتہا پر ایک تراہہ ہے جہان سے خانم کے بازار اور دریبہ کو رستہ جاتا ہے جامع مسجد کی پشت پر ایک بڑا وسیع بازار ہے

خاص بازار کا چوک

شفاخانہ

رہٹ کا کنوان

سراوگیون کا بڑا مندر

چہوٹا مندر

چاوڑی بازار
جو چاوڑی بازار کے ساتھہ مشہور ہے یہ بڑا دلچسپ اور عام سیرگاہ اور تفریح کا بازار ہے جہان سب طرح کے سودے والے اور ہر قسم کے دوکاندار بیٹھے ہین دال چاول والون اور کاغذی کسیرون کی بہت سی دوکانین ہین - چاوڑی سے کچھہ آگے شاہ بولا کا بڑ ہے

شاہ بولا کا بڑہ
شاہ بولا ایک فقیر تہا جسکا مسکن یہ مقام تہا اسی جگہ اُسکی قبر بھی تہی اگرچہ اب یہان بڑ کا درخت نہین ہے مگر نام وہی چلا آتا ہے یہان سے تہوڑی دور آگے چلکر قاضی کا

حوض قاضی
حوض ہے یہ حوض اگرچہ اب آراستہ نہین ہے مگر تاہم ٹوٹا پہوٹا نشان باقی ہے یہ مقام پر چوراہہ پڑتا ہے یعنے چار طرف کو چار بڑی بڑی سڑکین جاتی ہین ایک تو یہی سڑک جسپر

اجمیری دروازہ
تم چل رہے ہو دوسرے تمہارے مُنہ کے سامنے کی سڑک جو سیدہی اجمیری دروازہ کو جاتی ہے اجمیری دروازہ کے سامنے ایک نہایت سنگین اور خوبصورت عمارت تمہین نظر آئیگی یہ اصل مین نواب غازی الدینخان کا مدرسہ ہے جو سنگ سُرخ سے تعمیر کیا گیا ہے اسکے بڑے اور نہایت خوبصورت تین دروازے ہین جن کے دیکھتے ہی عمارت کی خوبصورتی دلنشین ہوجاتی ہے اندر کی جانب ایک بڑا وسیع صحن ہے اور اُسکے جنوب و شمال مین متعدد حجرے طلبہ کی رہائش کیلئے بنائے گئے ہین جنکی چہت پر بہت سے حجرے بنے ہوئے ہین - جانب غرب مین سنگ سُرخ کی ایک نہایت خوشنما اور وسیع مسجد ہے جسکے فرش مین سنگ سُرخ کے بڑے بڑے چوکے بچھے ہوے ہین مسجد کے دونون پہلوون مین کچھہ صحن چھوڑکر سنگ سرخ کے دو بہت بڑے دالان ہین جنوبی دالان کے پاس مسجد کے متصل ہی سنگ باسی کا جالیدار ایک مجر ہے اور اس مجر مین سنگ مرمر کا جالیدار ایک اور مجر ہے جہان تین قبرین بنی ہوئی ہین جنکے تعویذ سنگ مرمر کے ہین اس مجر کے سامنے دو درجے کا ایک دالان بڑا خوش وضع بنا ہوا ہے وسط صحن مین ایک وسیع و عمیق حوض تہا مگر اب پٹ کر زمین کے برابر ہوگیا ہے اس مدرسہ کا بانی غازی الدینخان ایک بڑا نامور اور رکن سلطنت ہے جسنے احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد مین اسکی تعمیر کرائی انگریزی حکام نے چاہا تہا کہ اسے منہدم کرادین مگر اسکی استحکامی اور خوبصورتی کی وجہ سے اپنے ارادے سے باز رہے اور ایک خندق اُسکے گرد کہودکر اُسے شہر مین لیلیا اور ساتھہ ہی چند فارسی عربی شاستری کے

مقرر کرکے یہان تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا ایک مدت کے بعد یہ مدرسہ دوسری جگہ منتقل ہوگیا اور یہ مکان دارالشفا کے مرضی قرار دیا گیا اِسکے بعد ایک عرصہ تک فوجی لوگون کا سکونت گاہ رہا مگر اب بدستور سابق تعلیم گاہ ہے اور دلی کا عربی سکول قائم ہے۔

جامع مسجد سے آنے والون کے داہنی جانب جو دُوسری سڑک جاتی ہے یہ لال کنوین کو ہوتی ہوئی کہاری باؤلی کے بازار تک پہونچتی ہے یہ سڑک بہی بہت بڑی اور وسیع ہے جسمین بدل بیگ خان دینا بیگ خان اور حافظ عبدالرحمن کی قدیم حویلیان اور چہوٹی چہوٹی بہت سی مسجدین واقع ہین دائین جانب کو قاسم جان کی گلی ہے جہان سے بلیماروں کے مشہور بازار مین پہونچ سکتے ہین اِس سے ذرا آگے بڑہکر ردگرون کا محلہ اور لال کنوین کا بازار پڑتا ہے یہ کنواں ابتک موجود ہے اور چونکہ نرے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اسلیے اسے لال کنوان کہتے ہین یہان سے تہوڑی دور کے فاصلہ پر زینت محل کا مشہور کمرہ اور لجرین کے کٹرہ کا بازار ہے۔

ستارام کا بازار

قاضی کے حوض کی تیسری سڑک جو جامع مسجد سے آنیوں کو بائین جانب واقع ہے بازار سیتارام کو جاتی ہے اس بازار کی انتہا پر بلبلی خانہ کا محلہ واقع ہے جہاں مولوی رشیدالدینخان اور منشی شیر علیخان کے مکانات ہین اِن مکانون مین ایک سنگین احاطہ کہنچا ہوا ہے جسمین دو قدیم قبرین موجود ہین ایک سلطانہ رضیہ بیگم دوسری سجعیہ بیگم کی سلطانہ رضیہ بیگم سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی ہے جو قطب صاحب کی لاٹ اور مسجد قوت الاسلام اور حوض شمسی کا بانی کہا جاتا ہے سلطان شمس الدین التمش کے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا لیکن چند روز کے بعد امرا‌ے شہر نے اُسے گرفتار کرکے سلطانہ رضیہ کو دیدیا اور سنہ ۶۲۴ھ مین سلطانہ رضیہ خود تخت پر بیٹھی مگر سنہ ۶۳۷ھ مین سلطان معزالدین نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور سلطانہ رضیہ ایک کسان کے ہاتھ سے مقتول ہوکر یہاں مدفون ہوئی۔

کلان مسجد

جہان سیتارام کے بازار کی سڑک ختم ہوتی ہے وہان سے دائین جانب ایک اور سڑک چلتی ہے اس سڑک پر تہوڑی دور چلکر کالی مسجد دائین ہاتھ کو پڑتی ہے۔ کالی مسجد

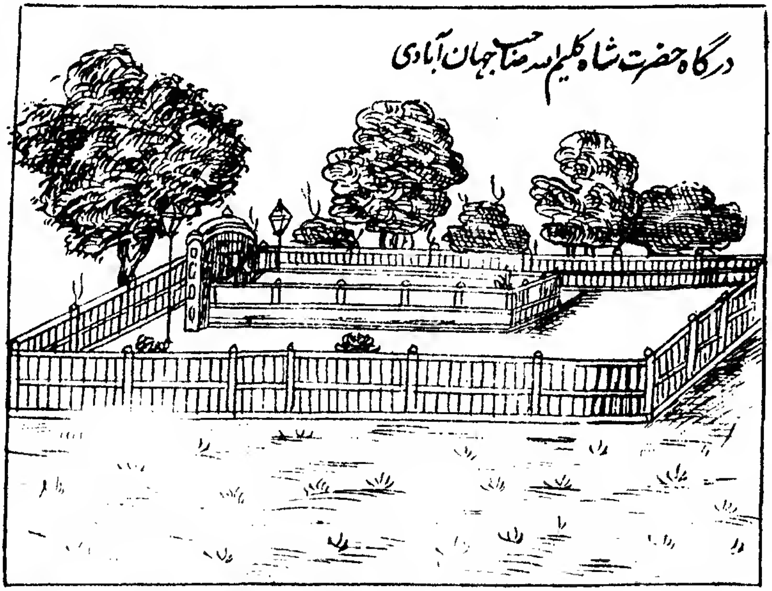

درگاہ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب جہان آبادی

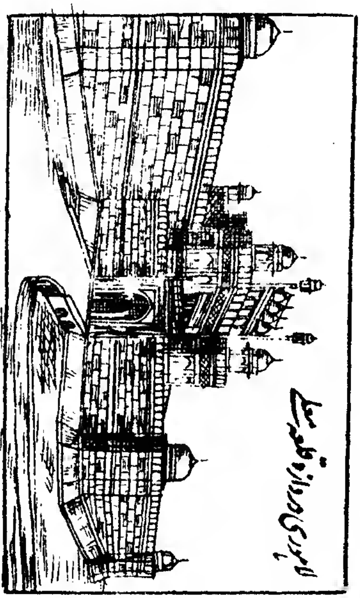

لاہوری دروازہ قلعہ معلی

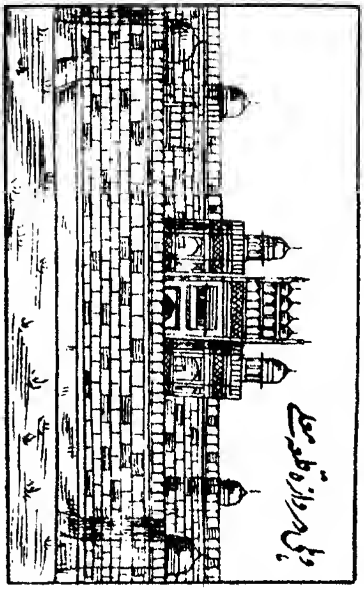

دہلی دروازہ قلعہ معلی

جسکا صحیح نام کلان مسجد ہے اسے جوتانشہ المخاطب بہ جان جہان ابن خان جہان وزیر نے فیروز شاہ کے عہد ۷۸۹ھ مین تعمیر کرایا ہے جیسا کہ اُس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مسجد کے دروازہ کی پیشانی پر کندہ ہے یہ مسجد بہت بلند کرسی دیکر بنائی گئی ہے بتیس سیڑہیان چڑہ کر جو بالکل سنگ خارا کی ہین صحن میں جانا پڑتا ہے مسجد کے نقشہ دیکھنے سے ابتدائی زمانہ کے پٹھانون کے عمارت کی قطع بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ اندر سے مسجد نگہی ہے اور پانچ پانچ در ہر گہ مین بنائے گئے ہین صحن میں کئی قبرین ہین جنمین ایک قبر خود اسکے بانی کی ہے اور دوسرے اُسکے باپ کی ہے سفورڈ صاحب اس مسجد کے متعلق لکھتے ہیں کہ جدید شہر کے جنوب مین ترکمان دروازہ کے قریب کالی مسجد ہے کہتے ہین کہ یہ مسجد شہر فیروز آباد مین تہی یہ مسجد پٹہان خاندان کے دوسرے بادشاہ کے عہد سنہ ۱۲۱۶ عیسوی میں بن چکی تہی کیونکہ اسکی دیوار پر جو کتبہ کندہ ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے مسجد بالکل سیدہی سادہی سی ہے اور جیدہ ہوین صدی میں ایسی قسم کی عمارتین بنا کرتی تہین غالباً اہل ہنود نے مسلمانونکو تعمیر کا کام سکہایا اور انہون نے چند روز کے بعد اس قطع کو چہوڑ کر نئی قطع اختیار کرلی اور اہل ہنود کی عمارات میں بہت کچہہ ردوبدل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پٹہانون کی اوائل زمانہ کی عمارات ذرا بہدی دیکہی جاتی ہیں مگر خاندان مغلیہ کے بادشاہوں کے وقت مین حسن تعمیر کو کمال عروج حاصل ہوا۔ کہنگم صاحب اس تعجب خیز عمارت پر ریمارک کرتے ہوئے لکہتے ہین کہ مسجد مین صرف ایک دالان ۱۰ فیٹ کا لمبا اور ۱۴ فیٹ چوڑا ہے وسط مین چار ستون ایستادہ ہین جنپر گول گول محرابین قایم ہین اگلی طرف دوہرے ستون کہڑے ہین جو کل رقبہ کو ۵ اگز مربع مین منقسم کرتے ہین ہر ایک ستون پر ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے اور درمیانی گنبد اوردون کی بہ نسبت اونچا ہے دیوار نہایت سنگین ہے اور اسمین سنگ سرخ کی تین جالیان لگی ہوئی ہین آگے کیطرف چوگوشہ صحن چہوٹا سا ہے اور صحن کے گرد بہت ہی سنگین دیوارین بنی ہوئی ہین اندر کی دیوارون کے بالائی حصون مین بہت سی چہریان پڑی ہوئی ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں ان پر بیل بوٹے ہونگے۔

کالی مسجد سے اُتر کر جب آپ سڑک پر آئیں گے تو مسجد کے دروازہ کے مقابل ایک قدیم قبرستان دیکہینگے تہوڑی سی قبرون کے طے کرنے کے بعد حضرت شاہ ترکمان کی درگاہ کا دروازہ ملیگا ترکمان کی درگا

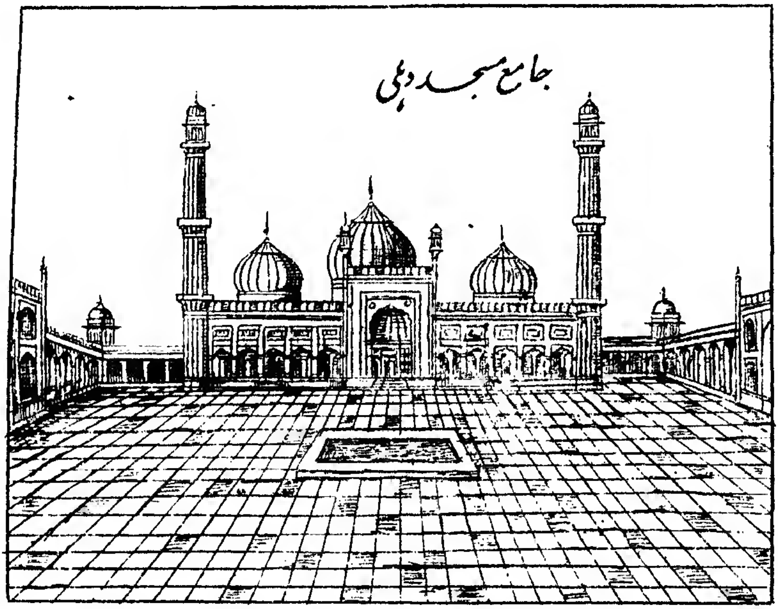
جامع مسجد دہلی

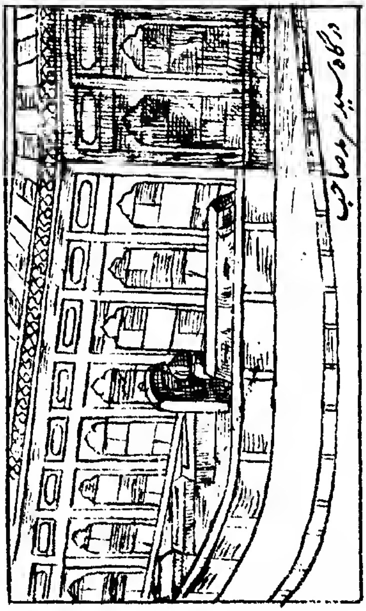
درگاہ سید سرمد صاحب

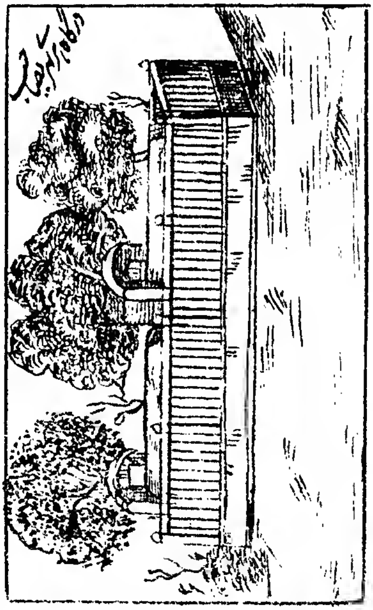

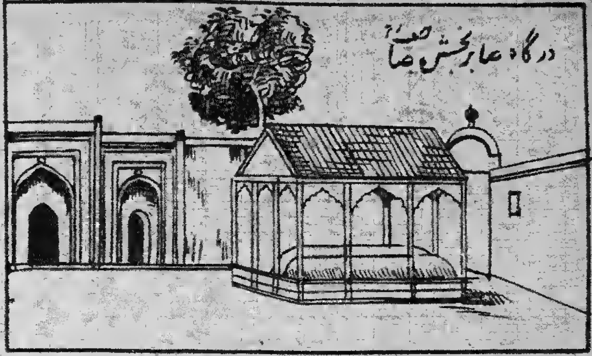

درگاہ عابد بخش صاحب

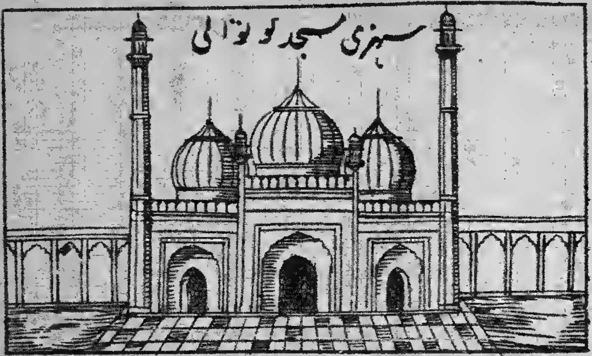

سنہری مسجد کوتوالی

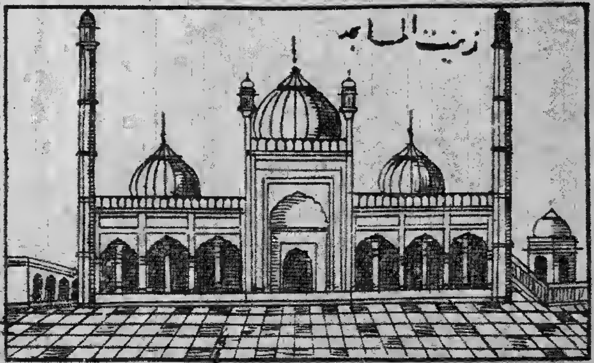

زینت المساجد

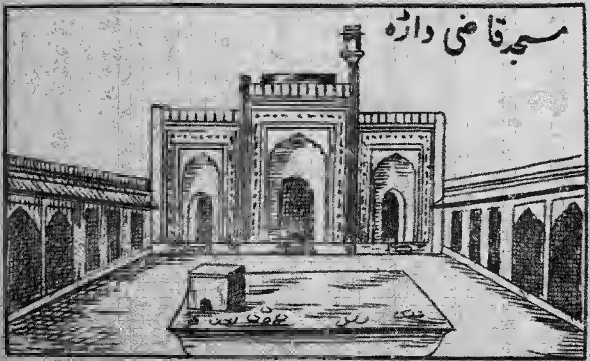

مسجد قاضی واڑہ

ہوگا یہ حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی کی درگاہ ہے۔ آپ کا اولیاء اللہ کے سلسلہ مین بڑا پایہ ہے اور آپ کے کمالات بیان سے خارج سنہ ۶۳۸ ہجری چودہوین رجب کو آپ کی وفات ہوئی یہی وجہ ہے کہ ہر سال اسی تاریخ کو یہان عرس ہوتا اور بسنت کی رسم بڑی دہوم دہام سے ادا کیجاتی ہے آپ کا مزار آسمان کے نیچے واقع ہے ایک مختصر سا احاطہ ہے اور اس مین آپکا مزار ہے مزار کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا لگا ہوا ہے اور تہوڑی دور تک سنگ مرمر ہی کا فرش ہے باقی سنگ سرخ کا یہان ایک قدیم کہرنی کا درخت ہے جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت نے اپنے دست مبارک سے لگایا تہا احاطہ مین چار قبرین اور بہی ہین جنمین سے ایک قبر تو آپ کے بھتیجے کی ہے

خاص زبان د

اور تین مریدون کی درگاہ شریف سے لوٹتون کو جب آپ اسی سڑک پر آئینگے تو یہ سڑک آپ کو ترکمان دروازہ اور دہلی دروازہ کو پہنچا دے گی۔

ہم جامع مسجد کے تینون بازارون کا حال لکھہ چکے اب صرف جنوبی بازار کی کیفیت باقی ہے جسے ہم لکھکر اس باب کو ختم کرتے ہین۔ جب آپ جامع مسجد کی سیڑہیون سے اُتر کر جنوبی رستہ چلینگے تو کچہہ مکانات آپ کے سیدہے ہاتہہ کیطرف پڑینگے اور کچہہ بائین ہاتہہ کی

امام کی گلی

جانب سیدہے ہاتہہ کیجانب ــــ جو مکانات واقع ہین وہ امام کی گلی کہلاتی ہے اسمین شرفا و امرا کے بہت سے مکانات واقع ہین اور یہین مسجد جامع کے امام صاحب بہی رہتے ہین اسی وجہ سے یہ گلی امام کی گلی کے نام سے نامزد ہے۔

غازی بہڑبھونجہ

اس گلی کے متصل ہی بائین ہاتہہ کو غازی بہڑبونجہ کی مشہور دوکان ہے جو کبہی بڑا مشہور اور نامی بہڑبونجہ تہا اسکی دکان پر ہر میلہ مین بہت بڑا ہنگامہ اور رونق ہوا کرتی تہی خاصکر محرم کے دنون مین اتنی بہیڑ ہوا کرتی تہی کہ تل رکہنے کو جگہ نہ ملتی تہی ہر ان ایام مین ایک چوبی بجرا لٹکا تا تہا اور اسپر مصنوعی توپین اور پلٹنین چڑہاتا تہا دسوین شب کو تو گزا تعزیہ جب گشت کرتا پہرتا ہے یہان آتا تہا تو یہ بجرہ اسکی سلامی دیتا تہا اور طرح طرح کی آتشبازی اسمین سے چہوٹتی تہی عرصہ ہوا کہ وہ مرگیا اور یہ ساری رونق اسی کے ساتہ چلی گئی۔

مدرسہ حسین بخش

اس بہڑبونجہ کی دوکان سے کچہہ آگے بڑہکر حسین بخش مدرسہ ہے مدرسہ نہایت وسیع اور پرفضا ہے اسکا

دروازہ سنگ سرخ کا محرابدار ہے اور قطع نظر خوبصورت ہونے کے بہت بلند اور عالیشان ہے اندر کی جانب دو درجہ کا ایک وسیع دالان اور دونون جانب بڑے بڑے ایوان بنے ہوے ہین صحن بالکل سنگ سرخ کے چوکون سے پٹا ہوا ہے اور اُسکے گرداگرد طالب العلمون کی رہائش کیلئے حجرے تعمیر کیے ہوئے ہین بیچ بین ایک خوبصورت حوض ہے جو ہروقت شفاف پانی سے لبریز رہتا ہے اِس مین باہر کے طلبہ حدیث و فقہ کا درس لیتے ہین اور ہر سال دستار بندی کا ایک بڑا پررونق جلسہ ہوتا ہے کامیاب طالب العلموں کو انعام ملتا اور فارغ التحصیلی کی سند دیجاتی ہے مگر افسوس ہے کہ اب متولیون کی باہمی نزاع سے اِس مدرسہ مین وہ رونق نہین رہی جفاکش اور مستعد مدرسین یہان سے چلے گئے اور محنت کش ذی استعداد طلبہ نے اپنا ڈیرہ خیمہ اُٹھا لیا برائے نام درس تدریس کا دروازہ کہلا ہوا ہے اور دو چار طالب العلم اپنا پیٹ پالنے کی غرض سے پڑے ہوے ہین۔ اِسی مدرسہ کے مقابل مین گوکل شاہ کا کٹہرہ ہے جہان مدرسہ حسینیہ جدید فیشن کا تیار ہوا ہے یہ عمارت بہی وسیع ہے اور زمانہ موجودہ کے ڈہنگ پر بنائی گئی ہے درس تدریس کے متعلق اِسکا بہی نقشہ اچہا نہین ہے یہان ہر جمعہ کو بڑی دہوم کا وعظ ہوتا ہے اور شہر کے سینکڑون آدمی وعظ سننے کی غرض سے جمع ہوتے ہین۔ یہان سے آگے چلکر جانب دست چپ کوٹیا محل ہے اگرچہ تاریخ سے اِسکا پتہ نہین لگتا مگر قیاسًا معلوم ہوتا ہے کہ سابق مین یہ کوئی بڑا محل ہوگا اور غالبًا یہان امراء رہتے ہونگے اب بہت مکانات بنگئے ہین اور اکثر غریب لوگون کا مسکن کہلایا جاتا ہے اسی محلہ مین منشی کرم اللہ خان عرف ننے خان صاحب رئیس دہلی سکونت پذیر ہین جو نہایت نیکدل اور خیرخواہ ملک و قوم ہین خانصاحب موصوف سیدہی سادہی وضع کے آدمی ہین اور باوجود تمول کے انتہا درجہ کے متواضع اور منکسر المزاج ہین غریبوں کی اعانت میں روپیہ اور وقت صرف کرنے سے دریغ نہین کرتے اور جہانتک بن پڑتا ہے بیکسون کی دستگیری مین بڑی سرگرمی کے ساتہ کوشش کرتے ہین کوٹیا محل سے تہوڑے ہی فاصلہ پر جناب مولوی صدرالدین خان بہادر کی حویلی ہے جو سابق مین لالہ ہزارہ بیگ کی حویلی کہلاتی تہی کسی زمانہ مین یہ حویلی نہایت شاندار اور بڑی خوش قطع تہی اسمین جابجا نہرین جاری تہین اور فوارے چہوٹتے

مدرسہ حسینیہ

کوٹیا محل

حویلی مولوی صدرالدین خان

تھے گو اب وہ اگلی سی رونق تو نہین ہے مگر حویلی اصلی وضع پر موجود ہے غلام محمد حسن خان صاحب رئیس دہلی جو اعلےٰ درجہ کے انگریزی تعلیم یافتہ اور بہت ہی خلیق شخص ہین اِسی حویلی مین رہتے ہین آپ مولوی صاحب موصوف کی خاندانی سلسلہ مین ایک بڑے نامور اور بامروت آدمی ہین ممبران کمیٹی کی فہرست مین بلحاظ قومی ہمدردی آپ ہی کا نمبر اول ہے جس لائین مین یہ حویلی واقع ہے اسی لائین مین شیدی فولاد خاں کا بنگلہ تہا۔ شیدی فولاد خان محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین دلی کا کوتوال اور بڑا نامی شخص تہا لیکن مدت ہوی کہ اِس بنگلہ کا نشان تک باقی نہین رہا صرف نام ہی نام چلا آتا ہے۔ یہان سے اِس بازار کی ایک شاخ مغربی جانب چلی گئی ہے جسمین چوڑی والون اور جفت فروشون کے محلے واقع ہیں اس بازار میں چند دکانین ٹوکریاں بنیے والوں کی ہیں۔ اِس شاخ کی انتہا پر مولوی عبد الاحد صاحب کا مطبع مجتبائی واقع ہے جہاں تمام علوم و فنون کی مروجہ اور درسی کتابین چہپتی اور فروخت ہوتی ہیں مولوی صاحب موصوف بڑے معاملہ فہم اور تجربہ کار آدمی ہیں۔ اِس محلہ میں چوڑی والوں کی دکانین ہیں جہاں نہایت نفیس اور عمدہ چوڑیاں بنتی ہیں مطبع کے سامنے ڈپٹی سلطان خانصاحب کا مکان ہے اِس مکان کے آگے چلکر لوہے کا کارخانہ ہے جسمین اعلےٰ اعلےٰ درجہ کی چیزین کوہد وغیرہ بنتے ہیں۔ آگے چلکر چاوڑی بازار کی سڑک نکل آتی ہے۔

مطبع مجتبائی

مطبع مجتبائی کے قریب سے ایک سڑک سیتارام کے بازار کو جاتی ہے۔ اِس سڑک پر اکثر ہندو صاحبان کے بڑے بڑے مکان ہین۔ جو شاخ چوڑی والوں کے محلہ کو گئی ہے اِسکے سامنے جامع مسجد سے آنیوالوں کو عزیز آبادی کی حویلی ہے جو مدت تک نواب مغل کے تصرف میں رہی مگر اب انگریزی گورنمنٹ کے علاقہ مین ہے اِس حویلی مین ایک مختصر مگر شاندار مسجد ہے جو پہلے زمانہ مین شکستہ ہوگئی تہی بعد کو مولوی صدر الدین خان بہادر نے بہت روپیہ خرچ کرکے اسکی مرمت کرائی اور ایک نیا کنوان بنوایا تہوڑا عرصہ ہوا کہ اسمین پہر کچہہ شکستگی واقع ہوئی اور کسی باہمت رئیس نے مرمت مین کچہہ روپیہ خرچ کیا۔ آگے بڑہکر سید رفاعی صاحب کی مشہور مسجد ہے اگرچہ یہ ایک قدیم مسجد ہے اور سید رفاعی صاحب سے

سید رفاعی کی مسجد

بہت پیشتر کی تعمیر ہے مگر چونکہ سید صاحب عرصہ دراز تک یہان سکونت پذیر رہے اور وقتاً فوقتاً کچھہ مرمت بہی کی اسلئے یہ مسجد اس نام سے مشہور ہوگئی سید صاحب بڑے پایہ کے شخص تہے اُنکے ہان ایک مجلس بنام حضرہ منعقد ہوا کرتی تہی جسمین خاص خاص مرید حاضر ہوا کرتے تہے کہتے ہین کہ اس مجلس کے انعقاد کے وقت سید صاحب کے مریدین خاص کے ہاتہون مین بڑے بڑے چہرے ہوا کرتے تہے اور اُن پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی تہی کہ کلمہ طیب پڑہتے جاتے اور ایک دوسرے کو چہرے مارتے جاتے تہے لیکن کسی پر زخم کا اثر نہ پڑتا تہا اور اگر کبہی کوئی زخم ہڑ ہی گیا تو سید صاحب کے لعاب دہن لگانے سے فوراً اچہا ہوگیا۔ اب سید صاحب کے انتقال کو تقریباً اسی سال گذرے ہونگے۔

اعظم خان کی حویلی

اس مسجد کے قریب ہی بائین ہاتہہ کو اعظم خان کی حویلی ہے جو قدیم زمانہ مین نواب اعظم خان نے تعمیر کرائی تہی اُس حویلی کا تو اب کوئی نشان باقی نہین رہا مگر صرف ایک بڑا محراب دار دروازہ قائم ہے جہان سے ہوکر اندر جاتے ہین یہاں ایک بڑا محلہ بستا ہے اور بعض شریف خاندانی آدمی بہی رہتے ہین دہلی کا نامور اور مشہور اخبار یعنے افضل الاخبار مع ضمیمہ دہلی پنچ یہین سے نکلتا ہے افضل الاخبار نہایت مہذب اور متین پرچہ ہے جسمین مختلف آرٹیکل اور مضامین خاص کے علاوہ تمام روے زمین کی خبرین درج ہوتی ہین اور دہلی پنچ پنچانہ مضامین اور شاعرانہ خیالات اور اُس نتیجہ خیز مذاقیہ کلام سے پر ہوتا جو بظاہر دل کا بہلاوا اور حقیقت مین ایک بڑے ناصح معلم کا کام دیتا ہے یہ مضامین اُن لوگون کی قلم سے نکلے ہوے ہوتے ہین جو جولانگاہ سخن کے شہسوار کہلاتے ہین اور قادر الکلامی مین اپنا نظیر نہین رکہتے۔ اس اخبار کے مالک جناب مرزا عبد الغفار بیگ صاحب ہین جو بہت ہی بامروت اور خلیق شخص ہین آپ کو صوفیائے کرام اور مشائخ کبار کے ساتہ از حد عقیدتمندی ہے اور اسی وجہ سے اس فن کی کتابین ہمیشہ آپ کے مطبع مین چہپتی رہتی ہین بزرگان اور قدما مشائخ کے چہوٹے بڑے تذکرے اور مختلف سوانح عمریان آپ ہی کے کتبخانہ سے دستیاب ہوسکتی ہین۔ دہلی گائڈ المعروف بہ رہنمائے دہلی جسکا آپ مطالعہ کر رہے ہین یہ بہی بجز یہان کے اور کہین دستیاب نہ ہوگی حویلی اعظم خان کے مقابل دائین ہاتہہ کو ایک بڑی قبر واقع ہے اور اسی وجہ سے یہ بازار

چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے کہتے ہین کہ یہ قبر سید روشن صاحب کی ہے جو پانچسو سال سے اسی مقام پر واقع ہے یہان سے اس بازار کی دو شاخین ہو گئی ہین ایک شاخ سیدہی ترکمان دروازہ تک چلی جاتی ہے اس شاخ کے اول حصہ مین میر محمدی کا مزار ہے جس موقع پر اب یہ مزار ہے یہان ایک قدیم حویلی ان ہی بزرگ کی رہایش کی تہی اب ہر سال یہان عرس ہوتا اور بڑی دہوم دہام سے روشنی ہوتی ہے محمد اکبر شاہ بادشاہ کے فرزند مرزا سلیم بہادر بہی مدفون ہین اسی مقام پر دہلی کی ایک مشہور بہوجلا پہاڑی موجود ہے جہان سے شہر کی تمام بلند عمارتین بخوبی معلوم ہوتی ہین۔ اس سے آگے چلکر بائین جانب کو شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ ہے جو اولیاء کبار کی فہرست مین بڑے نامور اور مقتدائے عالم شمار کیے جاتے ہین اسی خانقاہ مین شاہ صاحب موصوف اور جناب مرزا جان جانان مظہر اور شاہ ابو سعید صاحب کے مزارات ہین۔ خانقاہ کے مقابل سیدہے ہاتہ کو موم گردنگا چہتہ اور اسی لائین مین شاہ کلن کی ڈگڈگی ہے یہ سر بازار ایک دالان سا ہے جسمین چہوٹی سی دیوار قائم ہے اور اُسمین چراغون کے رکہنے کیلئے چہوٹے چہوٹے بہت سے طاق بنائے گئے ہین دالان مین شاہ کلن ایک درویش رہتے تہے جو گروہ مداریہ مین سے شمار کیے جاتے تہے وہ یہان اکثر اوقات روشنی کیا کرتے تہے چونکہ اس فرقہ کی اصطلاح مین ایسے مقام کو ڈگڈگی کہتے ہین اسلیئے یہ مقام شاہ کلن کی ڈگڈگی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب یہان سے تیلی خانہ اور ترکمان دروازہ کو رستہ جاتا ہے

چتلی قبر — بہوجلا پہاڑ — خانقاہ — موم گردن کا چہتہ

چتلی قبر کے بازار کی دوسری شاخ جو دہلی دروازہ کو گئی ہے اُسکے پہلے حصہ مین امیر خان کا بازار ہے جہان پہلے چمڑے والون کی دکانین تہین اور اب مختلف سودے والے بیٹہتے ہین اسی بازار کے دائین جانب ایک بڑا محلہ سوزنگرون کا ہے جہان پہلے زمانہ مین سوزنگر رہتے ہونگے مگر اب مختلف پیشہ کے لوگ رہتے ہین اندر جاکر شیعون کی ایک مختصر سی بستی ہے جہاں ایک قدیم بہت بڑا حوض اور اگلی زمانہ کی عمارتون کے کچہہ نشانات دکہائی دیتے ہین۔ محلہ سوزنگرون کے برابر اسی سمت مین سنگش کا مشہور کمرہ ہے جو رفعت و شان مین اس نواح مین اپنا نظیر نہین رکہتا اس کمرہ کو فیض اللہ سنگش نے ہزار ہا روپیہ خرچ کرکے تعمیر

سنگش کا کمرہ

کرایا تہا بخش کے کمرہ کے نیچے بائین ہاتہہ کو ایک اور شاخ جاتی ہے جہان شاہی خاندان کے لوگ رہتے ہین گویا تمام شہر مین ایک یہ ہی جگہ ہے جو شہزادون کی سکونت گاہ کہلاتی ہے یہین چاندنی محل بہی ہے جسمین اب شہزادہ اسکول قائم ہے مرزا ثریا جاہ جو خاندان تیمور یہ کی جیتی جاگتی یادگار ہین اسی شاخ مین سکونت پذیر ہین اس بازار کے سامنے تراہہ اور مرزا جہانبخت بہادر کی حویلی ہے اور یہین سے دائین جانب امیر خان کے گنج کو اور بائین طرف چیلون کے کوچہ کو رستہ جاتا ہے مرزا جہانبخت بہادر محمد اکبر بادشاہ کے بہائی ہین جنکی حویلی اسمقام پر واقع ہے اسکے آگے ایک مختصر سا چوک ہے جسے بیرام خان کا تیراہہ کہتے ہین تیراہہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہان سے تین رستے جاتے ہین ایک تو یہی سڑک جسپر سے ہم گذر کر یہانتک پہونچے ہین دوسری وہ سڑک جو یہان سے دہلی دروازہ کو جاتی ہے اور تیسری شاخ بائین طرف فیض بازار کو پہونچتی ہے۔ اسی موقع پر نہایت دلکش ایک برج کی مسجد ہے جو دائی کی مسجد کے ساتہہ مشہور ہے اور اسکے آگے نواب دبیر الدولہ کی حویلی اور اولیاء مسجد واقع ہے۔

چاندنی محل

بہرام خاں کا تراہہ

تیسرا باب قدیم دہلی کی یادگار عمارات

جب آپ شاہجہان آباد کی عمارات کی سیر سے فارغ ہون تو شہر کے دہلی دروازہ سے نکلکر جنوب کی طرف چلئے یہان بائین ہاتہہ کی جانب آپکو پرانی جمنا کا کنارہ نظر آئیگا اور دائین طرف مشہور زمین اندرپت یا میدان جنگ نظر پڑیگا یہ اُن پانچ حصون مین ایک حصہ تہا جنپر پانڈون کے خاندان کے پانچ بہائی حکمران تہے، اور باہمی اتحاد واتفاق کی وجہ سے ایکدوسرے کی مدد انکا منصبی فرض تہا کورون کے بادشاہ نے انکی سلطنت چہین لی اور رضا طور پر کہدیا کہ تم یہان سے نکل جاؤ مین تمہین ایک تل رکہنے کو جگہہ نہ دونگا اسپر پانڈون کے شہزادے نے بہت ہی برہم ہوکر معہ اپنے چارون بہائیون کے بادشاہ پر حملہ کیا اور پانی پت کے قریب ایک میدان مین اُسے شکست دی۔ ہندوستان اسی مقام پر تین دفعہ سخت زکین اُٹھا چکا ہے جیسا کہ تاریخ سے اس کا پورا پتہ لگتا ہے۔ کہنگہم صاحب کا بیان ہے، کہ یہ واقعہ حضرت مسیح کی پیدایش سے پانچسو سال پیشتر کا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دہلی نینوا کی ہمعصر ہے جہان اب ندی بہتی ہے اور اس سے قبل یہی ندی ایک میل مغرب کیطرف بہتی تہی جس کا کنارہ شہر کے ستون تک تہا دہلی دروازہ سے تہوڑے فاصلہ پر بائین جانب فیروز شاہ کا کوٹلہ ہے جہان پتہر کی ایک قابل دید لاٹ کہڑی ہے، یہ مینار اصل مین ہندوؤن کا بنایا ہوا شہر میرٹہہ مین تہا فیروز شاہ جو ۱۳۵۱ء سے ۱۳۸۸ء تک تخت دہلی پر حکمران تہا میرٹہہ سے اسکو ٹکڑے ٹکڑے کرکے لایا اور اسجگہ شہر فیروز آباد بنا کر اسکو لگایا بعض مورخون کا بیان ہے کہ کوہ کماؤن پانچ ہندوستان کے شمال مین واقع ہے دو مینارین ٹوٹی ہوئی تہین ہندوؤن کا اعتقاد تہا کہ یہ دونون مینارین ہمارے دیوتاؤن کے گائین پرانین کی لاٹہیان ہین اسی وجہ سے ہزارون ہندو انکی پرستش کیا کرتے تہے انکا یہہ بہی اعتقاد تہا کہ جب مینارین یہان سے اُٹہین گی یا توڑ دی جائین گی تو اسوقت پرلو ہوگی فیروز شاہ نے یہ بات سنکر ہندوؤن کے اس اعتقاد کی تکذیب کیلئے ایک مینار کو توڑ ڈالا اور دوسرے کو یہان لا کہڑا کیا اُس زمانہ سے فیروز شاہ کی لاٹ مشہور ہوگئی۔ جب فنچ صاحب جو بڑے سیاح مورخ ہین یہان موجود تہے، تو اُس زمانہ مین اسکی چوٹی پر ایک گول کرہ سا بنا ہوا تہا اور اُسپر ایک چاند نصب تہا یہ قطع اُس زمانہ کی دستور کے موافق بہت اونچی چوٹی پر سنہری کام کیا ہوا تہا اسی وجہ سے اسے مینار زرین یا سنہری مینار کہا کرتے تہے۔ یہ زرین مینار ایک ہی بہورے رنگ کے پتہر یا کرنٹ کا بنا ہوا ہے ۴۲ فیٹ ۷ انچ لمبا اور دس فیٹ مدور۔ اوپر کا حصہ ۳۵ فیٹ لمبا جو بڑی خوش سلوبی کیساتہ پالش کیا ہوا ہے اور باقی حصہ سیاہی گہر درا چہوڑ دیا گیا ہے۔ اسپر کئی کتبے ہندوؤن کے درج ہین سب سے پرانا کتبہ جس مین اسکے بنانے اور کہڑے ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے پالی زبان مین ہے، جو حضرت مسیح کی پیدایش سے ۳۰۰ برس قبل عام لوگون مین رائج تہی بدہ مذہب کے زمانہ مین سنسکرت زبان سے نکالی گئی ہے جو ابہی اس مذہب کے مقلدون کے ملک مین مقدس زبان سمجہی جاتی ہے ان کتبون مین راجہ اسوکہ کے مشہور ومعروف فرمان بہی کندہ کئے

لاٹ فیروزشاہ یا مینار زرین

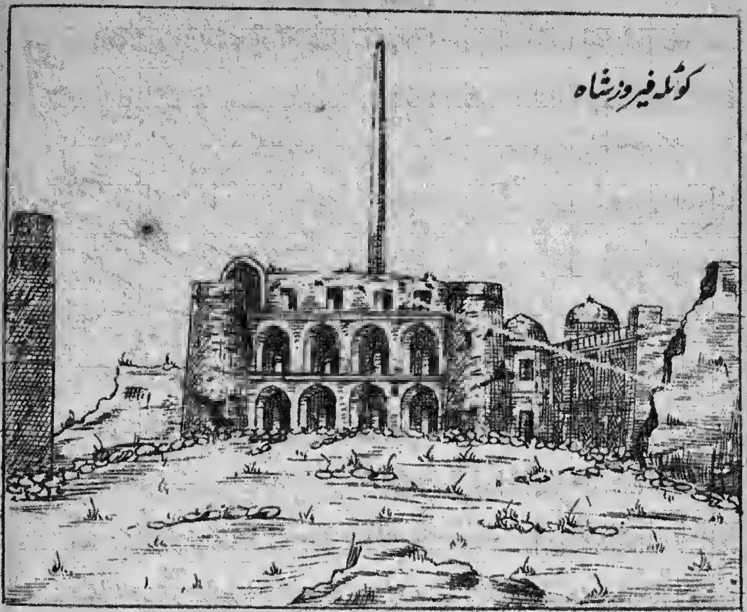

کوٹلہ فیروزشاہ

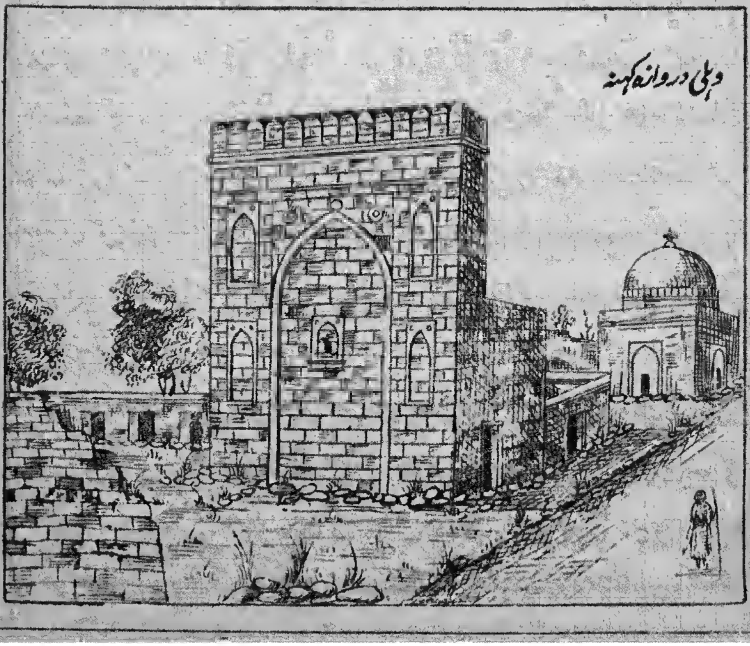

دہلی دروازہ کہنہ

ہوے ہین چنانچہ آخر کا کتبہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے "بادشاہ اسکو ایسے میناروں کی ساخت کی ہدایت کرتا ہے کہ سلطنت کے مختلف حصون مین کہڑے کیے جائین اور یہی فرمان پتہر کے میناروں پر کندہ کیا جائے تاکہ ہمیشہ کیلیے بحال رہے" دوسرے کتبہ مین بلدیو چوہان کی فتح کا حال نہایت موثر لفظون مین لکہا ہوا ہے اور تیسرے مین منجانب راے پتہورا کے اسکے بزرگونکا نام درج ہے اسی شہر فیروزآباد کے شمال و مغرب مین شکاری محل میں ایک اور مینار ایستادہ تہا اسپر بہی بدہ مت کے بادشاہ کے وقت کے کتبے کندہ کیے ہوے تہے گروہ مینار عرصہ ہوا کہ ٹوٹ پہوٹ کر خراب ہو گیا۔

فیروزآباد کے اطراف اور کہنڈرات بہی اگر اسمین شامل کیے جائیں تو اسکی آبادی لمبائی میں چہہ میل اور چوڑائی میں دو میل ہے مگر کننگہم صاحب کا بیان ہے کہ شہر اتنی وسعت مین آباد نہوگا میرے نزدیک اسکی آبادی ۱۵۰۰۰ شمار کیجا سکتی ہے جو آب آگرہ کی ہے۔ فیروزشاہ کا محل جسکے کہنڈرات کوٹلہ مین موجود ہین اسکی فصیل نے ایک وسیع میدان کو محیط کر رکہا تہا لیکن وسعت ٹہیک طور سے معلوم نہیں ہوتی۔ سلاطین مسجد کا کتبہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ ساخت اس زمانہ مین رائج تہی جس زمانہ مین فیروزآباد بنایا گیا تہا اور ساتہہ ہی دوسرے خاندان کے پٹہان بادشاہون کی بہی ساخت پائی جاتی تہی فرگوسن صاحب اسکی اصلیت یون بیان کرتے ہیں کہ ۱۱۹۱ء مین جب شہاب الدین غوری کو ہند سے ناکام جانا پڑا تو وہ بڑی خاموشی کیساتہ اپنی قوت بڑہاتا گیا اور ۱۱۹۳ء مین پہر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اسوقت اسنے پرتہی راج کو شکست دی اور دوسری دفعہ قنوج فتح کیا اس تاریخ سے پٹہانوں کی سلطنت کا پہریرا ہند مین اڑنے لگا۔

سنہ ۱۲۰۶ء مین اسنے انتقال کیا اور قطب الدین ایبک جو اسکا غلام تہا اور اپنی چالاکی سے فوج کا سپہ سالار بنگیا تہا اسکا جانشین مقرر ہوا قطب الدین کے بعد اسکا جانشین التمش پٹہانون کی تعمیر کا بانی گزرا ہے جسکی تعمیر شدہ عمارتین ہندوون کے قدیم شہر قطب مین ابتک پائی جاتی ہیں اسنے اوائل زمانہ مین اہل ہنود کی طرح کی عمدہ عمدہ عمارتین بنانی شروع کین اور وسط حکومت مین سیدہی سادہی اور پررونق ساخت اختیار کی اور لوگون نے اپنی لیاقت کے مقتضا پر اسمین اختراع شروع کیا لیکن آخر وقت مین پہر وہی پرانی وضع اختیار کی مگر اسے خاص خاص موقع و محل پر استعمال کیا اہل ہنود کی ساخت مین نزاکت کا نام تک نہین پایا جاتا لیکن استحکام اور پایداری مین اسکے بانی کامل اور مشاق شمار کیے جاتے ہین۔

الغرض فیروزشاہ کی لاٹ ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور اسکے اردگرد شہر فیروزآباد کے کہنڈرات پڑے ہیں یہی وہ کہنڈرات ہین جہان جہانگیر ثانی ظلماً قتل کیا گیا اسوقت دریا نہایت طغیانی پر تہا قاتلون نے جہانگیر کی لاش کا صندوق کہڑکی کی راہ سے دریا میں پہینکدیا اور کنارے پر اسکی نعش پکڑی گئی۔

لال دروازہ

شہر کے دہلی دروازہ سے تہوڑی دور آگے قدیم دہلی کا کابلی دروازہ ہے جس سے پرانی دہلی کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے سر سے پانون تک سنگ خارا کا ہے لیکن سامنے کی روکار سنگ سرخ کی ہے دروازہ پر دالان اور حجرے و نشیمن نہایت خوبصورت خوبصورت بنے ہوئے ہین تاریخ سے کہین ثبوت نہین ملتا کہ یہ دروازہ کس بادشاہ کے عہد مین تعمیر ہوا لیکن قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ ہمایون کے عہد مین پرانے قلعہ کے ساتہ بنا ہو۔ ایک یوروپین سیاح لکہتا ہے کہ یہ دروازہ تیسری حکومت کی طرز کی عمارت کا نمونہ ہے جو ایک نہایت سنگین و خوشنما بنا ہوا ہے اور شیر شاہ کے بسائے ہوئے شہر کا کابلی دروازہ ہے پہلے اسکے سامنے قلعہ اور محل شاہی تہا جہان سے شیر شاہ نے ہمایون کو شکست دیکر جلا وطن کر دیا تہا لیکن جب شیر شاہ مر چکا تو ہمایون نے دوبارہ سلطنت حاصل کی اور یہاں گر کر مر گیا۔ ان دونوں جنگجو یون بادشاہون کا دار الخلافہ لال دروازہ سے ہمایون کے مقبرہ کے جنوب تک وسیع تہا اور اسکا دائرہ شاہجہان آباد سے قریباً دوگنا تہا جنوری ۱۶۱۱ عیسوی مین فنچ صاحب یہان آے تہے وہ کہتے ہیں کہ مین اجمیری دروازہ کے متصل ندی عبور کر کے جسکا پل گیارہ بڑی محرابون پر قائم تہا اور جسے لوگ بڑا پل کہتے تہے یہان داخل ہوا تہا اور اس پل کے نشانات ابتک موجود ہین ہمایون کی فصیل (جو اسکی جلاوطنی کے زمانہ مین شیر گڈہ یا شاہ گڈہ کہلاتی تہی اسلئے چہوٹی تہی جسکی نئی جلاوطنی سے پیشتر بنیاد ڈالی تہی لیکن اپنی جلاوطنی سے آنیکے سات برس بعد اس فصیل کو نہایت مستحکم اور خوشنما بنایا ان فصیلوں کی وسعت ایک میل سے کچہہ زیادہ ہے اور صورت مین مستطیل ہے اب اسمین بہت سی جہونپڑیاں پڑی ہوئی ہین اور شاہی عمارت مین کوئی کسر شان واقع نہیں ہوئی۔

جیلخانہ

اسی دروازہ کے پاس جیلخانہ ہے جو اصل مین پہلے ایک بڑی سرا تہی جون جون پرانی دلی ویران ہوتی گئی یہ بہی غیر آباد ہوتی رہی یہانتک کہ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم کے عہد مین بالکل ویران ہوگئی انگریزی گورنمنٹ نے اس سرا کی شکست و ریخت کی مرمت کر کے یہان جیلخانہ قرار دیا اسکے پاس ایک اور جیلخانہ اور ہسپتال بنائی گئی ہے اور اسی مین قصاص کے لئے جگہ تجویز کیگئی ہے جیلخانہ کے عقب مین ایک قبرستان واقع ہے جو منہدیون کے نام سے شہرت رکہتا ہے

منہدیان

کسی زمانہ مین یہان ایک عجیب و غریب عمارت کہڑی تہی نیچے تو چند مکانات درنما بنے ہوئے تہے اور اوپر چارون کونون پر چار برجیان قائم تہین اور ایک برجی بیچ مین بنی ہوئی تہی باوجود تحقیق کے اس بات کا ابتک پتہ نہین چلا کہ یہ عمارت کس نے بنائی تہی اور کب بنائی تہی اور کس غرض کے لئے بنائی گئی تہی لیکن عوام کی زبانی سنا گیا ہے کہ کوئی نواب تہے جنہین حضرت غوث الاعظم کی جناب مین بہت بڑا اعتقاد تہا اور بعض ہندوستانیون کی رسم ہے کہ حضرت غوث الاعظم کی منہدیان بہرا کرتے ہین تیجے کہمبون کی ایک اونچی سی برجی

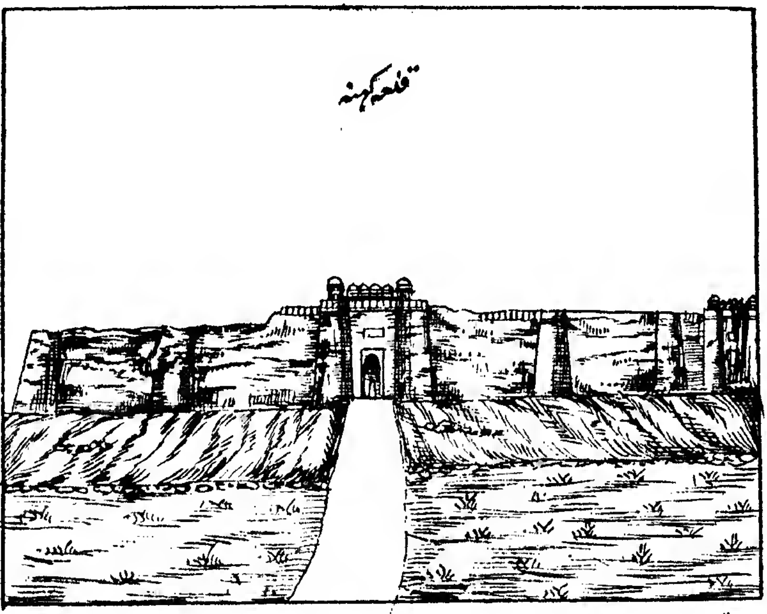
قلعہ کہنہ

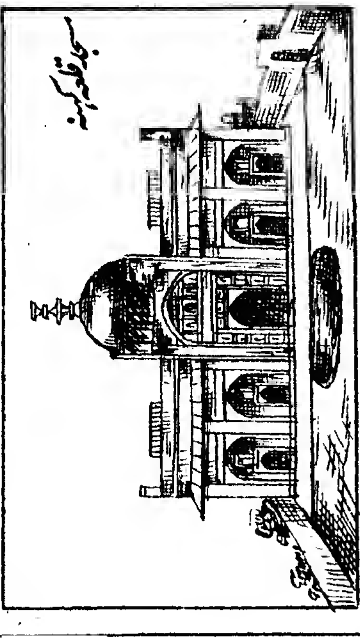
مسجد قلعہ کہنہ

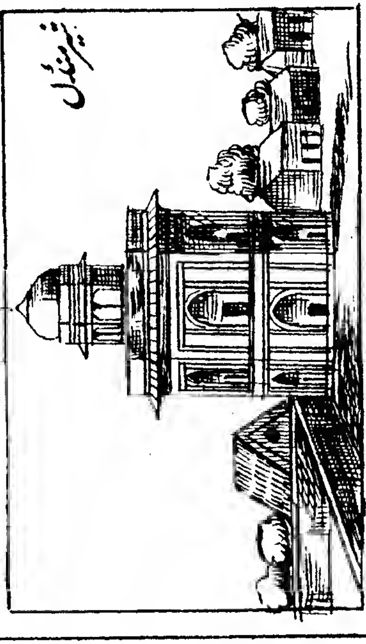
شیر منڈل

بناکر اور آٹے کا غلہ سے مرکر روشن کرتے ہین نواب صاحب کے ہان بہی یہ رسم جاری تہی جب انہین عروج ہوا تو منہدی کی صورت کی ایک عمارت بنائی جس مین ہمیشہ روشنی کیا کرتے تہے اُس زمانہ سے اس عمارت کا یہ نام مشہور ہوگیا مگر اب اس عمارت کی وہ صورت باقی نہین رہی کچھ کچھ نشان پائے جاتے ہین ان ہی منہدیون کے قریب ایک مختصر سا احاطہ ہے جسمین فخر ہندوستان جناب شاہ ولی اللہ اور اُنکے صاحبزادہ جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب شاہ عبد القادر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب شاہ عبد الغنی صاحب وغیرہ مدفون ہین ان حضرات کی سوانح عمریان دیکھنے والون کیلئے کتاب حیات ولی کافی و وافی ہے جسمین نہایت تفصیل کیساتہ انکے تمام واقعات وحالات صحیح خوبی سے قلمبند کیے گئے ہیں یہ کتاب جناب حاجی محمد خان فضل المطابع دہلی سے ملسکتی ہے۔

پرانا قلعہ

اسی مین مین پرانا قلعہ واقع ہے جو قلعہ شاہجہان آباد سے دو میل کے فاصلہ پر جنوب کیطرف موجود ہے یہ بہت قدیمی قلعہ ہے کہتے ہین کہ زمانہ مہابہارت مین موجود تہا اور لڑائی سے پیشتر بود ہشٹر پانڈو نے دریودہن کیروسے جو پانچ قلعے طلب کئے تہے ان مین سے ایک یہی تہا جو اسوقت اندرپرست کے نام سے مشہور تہا کتب تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قلعہ کا اصل بانی راجہ اننگ پال ہے جسنے سمت ۴۹۴ مین اسکی تعمیر کی لیکن اب اس تعمیر کا نام و نشان نہین ہے معلوم نہیں کب ٹوٹی اور کیا ہوئی قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ ہمایون بادشاہ کے عہد تک ساری کچھ نام و نشان ہوگا کیونکہ تواریخ سے دریافت ہوتا ہے کہ ہمایون نے اپنے عہد حکومت ۹۴۰ہجری مین اس قلعہ کو از سر نو تعمیر کیا اور یہی تعمیر جسقدر بہی ہے آجتک موجود ہے اسکے چارون گوشون پر چار برج ہیں۔ اور فصیل مین چار دروازے قائم ہین جن مین سے تین دروازے بند ہین غربی دروازہ کہلا رہتا ہے ایک دروازہ جو شمال غرب کی طرف واقع ہے طلاقی دروازہ کہلاتا ہے اور اسکی وجہ تسمیہ عوام الناس مین اسطرح مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی مہم پر اس دروازہ سے فوج کشی ہوئی تہی فوج کی روانگی کے بعد دروازہ بند کردیا گیا اور عہد کیا گیا کہ اگر بغیر فتح اس دروازہ کو کہولین تو انپر طلاق ہے مگر افواہا ہی معلوم نہین ہوا کہ کس بادشاہ کے زمانہ مین یہ دروازہ تیغہ ہوا ہے۔ قلعہ کی فصیل سنگ خارا اور چونے کی بہت مضبوط اور نہایت عریض بنی ہوئی ہے اسکے گرداگرد ایک بڑی عمیق خندق ہے جسکا کچھ حصہ مٹی سے پٹ گیا ہے کسی زمانہ مین یہ نہایت بارونق اور آباد ہوگا اب بالکل ویران پڑا ہوا ہے موضع اندرپت کے باشندے یہان کچے مکانون مین رہتے اور مکانون کا کرایہ سرکار کو دیتے ہین فصیل بہت جگہ سے شکستہ ہوگئی ہے قدیم مکانات مین سے کسی کا نام نشان ہی باقی نہیں ہے البتہ ایک مسجد بہت خوبصورت اور قابل دید اور ایک جہانما جسے شیر منڈل کہتے ہین باقی ہے۔

پرانے قلعہ کی جامع مسجد

پرانے قلعہ کی مشہور مسجد مسجد شیر شاہ کے نام سے پکاری جاتی ہے اگرچہ اسکی بنیاد ہمایون بادشاہ نے پرانے قلعہ کی تعمیر کے وقت ڈالی تہی لیکن چونکہ اسکے جلاوطن ہونے کے بعد مسجد کی تکمیل شیر شاہ کے ہاتہہ سے ہوئی اسلئے اُسے مسجد

شیر شاہ کہنے لگے یہ مسجد پٹھانوں کی آخری حکومت کے نمونہ کی عمدہ یادگار ہے اسکے بعد مغلوں کی طرز عمارت کی بنیاد پڑی اس کا
اگلا حصہ نہایت خوبصورت اور عظیم الشان ہے، چھوٹے چھوٹے مینار کناروں پر ایستادہ ہیں اور ایک شاندار گنبد اصلی ہیئت کا بیچ میں
بنا ہوا ہے مسجد میں سنگ خارا اور سنگ مرمر کی پچی کاری اعلٰے درجہ کی کی ہوئی ہے آنکا راستہ پانچ محرابوں سے بنا ہوا ہے جو
گھوڑے کی نعل کی شکل بنی ہوئی ہیں اندرونی کام اور خوبصورت طاقچوں کی صنعت لائق تعریف ہے وسطی محراب بڑی خوبصورت
اور عالیشان ہے جسکا بالائی حصہ سنگ سرخ و سیاہ سے اور زیرین حصہ سفید سنگ مرمر اور سیاہ پتھر کا بنا ہوا ہے نقش و نگار
بہت ہی خوبصورت بنے ہوئے ہیں دونوں طرف کی محرابیں صرف سادہ سنگ سرخ کی ہیں جسکے اوپر لاجورد اور سیاہ پتھر سے
نقش و نگار بنائے ہوئے ہیں بیرونی محراب کی عمارت زیادہ سادہ ہے اور دیواریں سرخ و خالی پتھر ملی بنی ہوئی ہیں محرابوں کے
نیچے محراب نما دروازے ہیں انہیں سے درمیانی دروازہ بہت خوبصورت سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے ہر ہر محراب اور گوشوں میں آیات
قرآنی بخط نسخ اور کہیں کہیں بخط کوفی کندہ ہیں خاص مسجد کا طول ۶۴ گز اور عرض ۱۶ گز ہے اور صحن ۲۰۰ گز لمبا اور ۸۰ گز
چوڑا ہے جو خراب گھاس اور کوڑے کرکٹ سے پڑا ہے صحن میں ایک بہت دلکش مثمن حوض بنا ہوا ہے جسکے عین وسط میں ایک
خوبصورت فوارہ تھا جو اب بالکل منہدم ہو گیا ہے چھت پر جانے کا راستہ عجب وضع سے بنایا گیا ہے اور اسکی دیواروں کے آثار
میں عمدہ عمدہ نشیمن بنا دیئے ہیں چھت پر چڑھنے سے عجیب نظارہ نظر آتا ہے یہاں بیچ کے گنبد کی دائیں بائیں دو چھتریاں
تھیں جو اب ٹوٹ گئیں مگر گنبد اپنی اصلی ہیئت میں باقی ہے الغرض یہ نہایت شاندار اور قابل دید مسجد ہے جو لب بام مرمت چاہتی ہے

اسکے قریب ہی ہشت گوشہ ایک عمارت ہے جسے شیر منڈل کہتے ہیں اصل میں ایک بڑا سہ منزلہ برج ہے جسے شیر شاہ نے
اپنے عہد سلطنت ۱۵۴۱ء میں صرف تفریح و سیر کے لئے تعمیر کیا تھا۔ عمارت تمام سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ بیچ میں تو
ایک کمرہ نما دالان ہے، اور چاروں طرف بہت پتلی غلام گردش ہے سب سے اوپر ایک برجی ہے جس پر سنہری کلس چڑھا ہوا ہے
اسمیں نقش و نگار کے نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں۔ جب ہمایوں دوبارہ تخت دہلی پر جلوہ آرا ہوا تو اُس نے
اسے کتب خانہ مقرر کیا اور انجام کار ہمایوں بادشاہ نے یہیں سے گر کر جان بحق تسلیم کی کہتے ہیں کہ ایک دن ہمایوں شیر منڈل
پر چڑھا سیر کر رہا تھا اُترتے وقت جبکہ بیچ کے درجہ میں پہونچا تو مغرب کی اذان کی آواز کان میں پہونچی بادشاہ نے
بیٹھ کر اذان سنی اور دعا مانگ کر جلدی سے نماز میں شریک ہونیکے قصد سے چلا سیڑھی پر سے پاؤں لڑکھڑا اور بادشاہ نیچے
گر پڑا کچھ عرصہ تک بیہوش پڑا رہا مگر جب ہوش بجا ہوئے تو محل میں تشریف فرما ہوا لیکن آخر کار یہ حادثہ مہلک
بیماری ثابت ہوئی اور چند روز کے بعد انتقال ہو گیا چنانچہ "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد" تاریخ انتقال ہوئی۔
پرانے قلعہ سے ذرا آگے بڑھکر ایک عمارت لعل بنگلہ کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ کی

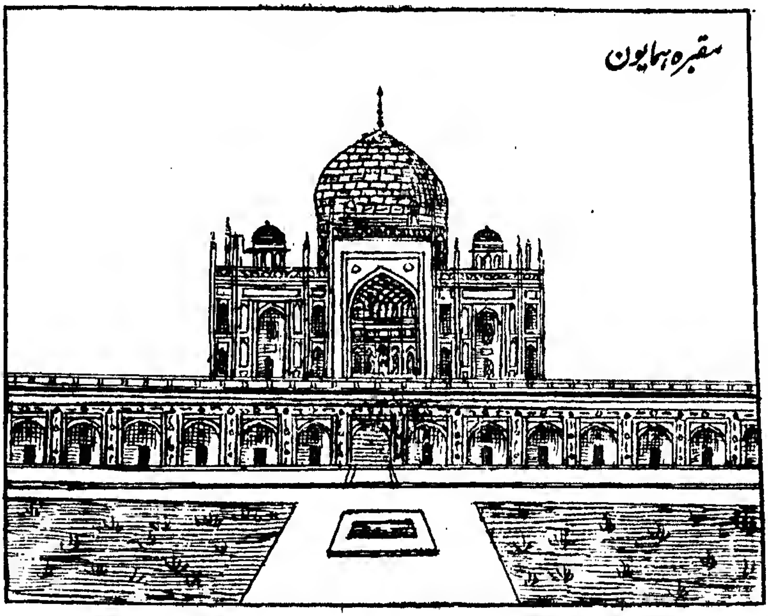
مقبرہ ہمایون

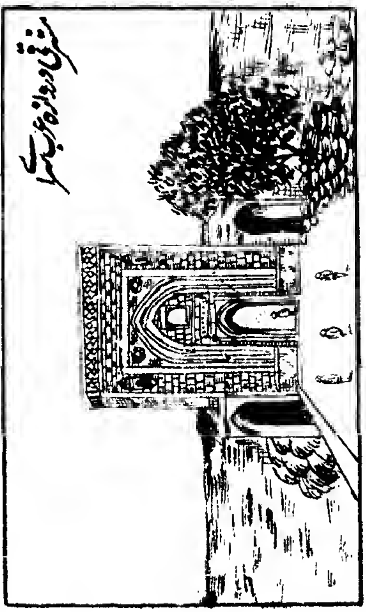
مشرقی دروازہ عرب سرا

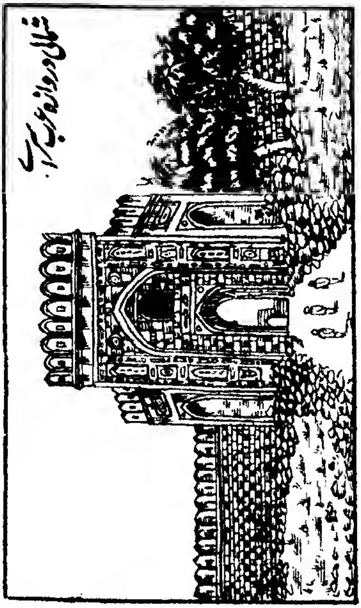
شمالی دروازہ عرب سرا

کسی حرم کے دفن ہونے کو یہان کچھہ عمارت بنائی گئی تہی اسکے بعد شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب انکی الوحل کا انتقال ہوا تو انکو اس قدیم قبر کے متصل ایک چھوٹے سے گنبد مین دفن کیا اُسوقت سے یہ مقام لعل بنگلہ کے نام سے مشہور ہوگیا پہرہ عالم کی پیاری دختر بیگم جان یہین دوسرے گنبد مین مدفون ہوئی اور یہ شاندار عمارت تعمیر ہوئی ازان بعد خاندان مغلیہ کی بہت سی قبرین یہان بنتی گئین اب اسکے صحن مین دو بڑے مجمر موجود ہین ایک نواب فتح آبادی کا دوسرا مرزا بلاقی کا۔

حضرت نظام الدین کی درگاہ اور پُرانے قلعہ کے بیچ مین ایک بڑا وسیع گنبد ہے جو سید عابد کا مقبرہ کہلاتا ہے یہ گنبد بالکل چوپنے کا ہے اور کہین کہین چینی کاری کا کام بہی بنا ہوا ہے کہتے ہین کہ سید عابد خان خاندوران خان کے رفیقون اور مدار المہاموں میں ایک بڑا معزز اور باکمال شخص تہا اور کسی لڑائی مین شہید ہوگیا تہا یہ اُسی کا گنبد ہے اسکا دروازہ بہت شاندار ہے جسپر ایک خوشنما سہ دری بنی ہوئی ہے برج بہی نہایت نازک و لطیف ہین پہلے صحن مین نفیس نہرین اور خوبصورت حوض تہے لیکن اب بالکل ویران خراب ہوگئے ہین نہرین جدا پٹ گئین حوض الگ خراب ہوگئے برج علحدہ مرمت طلب پڑے ہیں چینی کا سارا کام بے رونق ہوگیا ہے مگر باوجود ان تمام باتون کے اب بہی گذشتہ زمانہ کی عمدہ یادگار ہے۔

مقبرہ ہمایون

پُرانے قلعہ کے جنوب مین تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہمایون کا عظیم الشان مقبرہ ہے جو دنیا کی نامور و مشہور عمارتون مین اعلے درجہ کی شاندار عمارت شمار کیجاتی ہے یہ عمارت اسلیئے اور بہی دلچسپ ہے کہ خاندان مغلیہ کی عمارات کی ساخت کا پہلا ہی نمونہ ہے اسکے ایک صدی بعد مشہور تاج آگرہ تعمیر ہوا جس مین خاص خاص باتین اختراع کرکے ایک طرح کی نزاکت و لطافت ایزاد کی گئی یہ مقبرہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی والدہ حمیدہ بانو بیگم ملقب مریم مکان یعنے ہمایون بادشاہ کی پیاری ملکہ کی سعی و کوشش سے بننا شروع ہوا اور سولہ برس کے عرصہ مین پندرہ لاکھہ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا۔

ایک تجربہ کار سیاح کا بیان ہے کہ جب ہمایون نے وفات پائی اکبر جسکی عمر ۱۳ برس کی تہی لاہور مین تہا حاجی بیگم جس کا خطاب حمیدہ بانو بیگم تہا اور جو ہمایون کی سلطنت کا ایک بازو سمجہی جاتی تہی بادشاہ کا جنازہ اسکے اہتمام سے اٹہایا گیا اور اسی کی سعی سے مقبرہ کی تعمیر شروع ہوئی لیکن اکبر نے اسے انجام کو پہونچایا جب مقبرہ بنکر تیار ہوگیا تو ہمایون کی نعش کو اس میں رکہا اور پانچ بادشاہ جو ہمایون سے پیشتر گذرے تہے اور گیارہ اور لوگ جو اُسکے مصاحب یا سپہ سالار یا دوست تہے اسکے قریب رکہے گئے منجملہ اٹھارہ مقبرون کے جو یہان بنے ہوئے ہین سوا ایک کے سب گمنام ہین۔

مقبرہ کا احاطہ جسکے گرد دیوارین ہین ۳۰۰ گز مربع ہے اور آنے جانے کیلئے دو بڑے بڑے دروازے ہین ایک دروازہ تو جنوب کی طرف واقع ہے دوسرا مغرب کی جانب مغربی دروازہ مین مختصر مگر نہایت خوشنما بہت سے

مکانات بنے ہوے ہین جو لطافت و دلکشائی مین اپنا نظیر نہین رکہتے دروازہ مین ہر مکان مین جانے کا رستہ جدا جدا ہے جس مین خوبصورت سیڑہیان بنی ہوئی ہین - جنوبی دروازہ مین گو مکانات نہین ہین لیکن دروازہ کے گرد دردن کے بننے اور چبوترہ کے ہونے سے ایک عجیب شان نکل آئی ہے دروازون مین سنگ خارا اور سنگ سرخ لگایا گیا ہے لیکن سنگ خارا ایسا خوش رنگ ہے کہ دور سے معلوم ہوتا ہے کہ سنگ سرخ مین سنگ مرمر لگا ہوا ہے - دروازون کے اندر چارون طرف ایک پر فضا باغ ہے اگرچہ پہلے زمانہ مین یہ باغ بہت آراستہ تہا لیکن اب بجز چند درختون کے اور کچھہ باقی نہین ہا باہر سے عمارت ہشت گوشہ نظر آتی ہے جسکے چار اطراف طویل اور چار چہوٹے چہوٹے گویا ایک ایسا مربع ہے جسکے چار گوشے کٹے ہوئے ہین - مقبرہ دو چبوترون پر کہڑا ہوا ہے نیچے والے چبوترہ کی بلندی ۳ فیٹ چوڑائی ۲۵ فیٹ ہے دوسرا چبوترہ جو اسکے اوپر محرابدار ہے ۲۰ فیٹ سے زیادہ اونچا اور ۲۰ فیٹ سے زیادہ چوڑا ہے اس چبوترہ کے چارون طرف سنگ مرمر کا جالیدار جنگلہ ہے جو ایک زمانہ مین بہت سی جگہ شکست ہو گیا تہا حکام انگریزی نے اسکی مرمت کرا دی ہے اب تین طرف کا جنگلہ موجود ہے اور چوتہی طرف کا ندارد مقبرہ کی کرسی مین بہت سے در ہین اور سب مین بادشاہی خاندان کی قبرین موجود ہین منجملہ انکے ایک قبر دارا شکوہ کی ہے جو اورنگ زیب عالمگیر کا بڑا بہائی وارث تخت تہا جسے عالمگیر بادشاہ نے قتل کرا ڈالا تہا مقبرہ کے درمیانی ہشت کمرے مین ہمایون بادشاہ کی قبر ہے اور جو کمرہ شمال و مشرق کی طرف واقع ہے اسمین دو قبرین ہین ایک حمیدہ بانو بیگم کی اور ایک ہمایون کی دوسری بی بی کی دوسرے کمرہ مین جو اس طرف بجانب شمال و مغرب واقع ہے تین بادشاہون یعنی معز الدین جہاندار شاہ عالمگیر ثانی اور فرخ سیر کی قبرین ہین اسکے مقابل جنوب و مشرق کی طرف جو ہال ہے اسمین اورنگ زیب دارا شکوہ اور فرخ سیر کی بیگمات مدفون ہین جو تینون حقیقی بہنین تہین اسی لائین مین ایک اور کمرہ بجانب جنوب و مغرب واقع ہے جس مین شاہ عالم بادشاہ اور اسکی بیگم کی قبر ہے - ستمبر ۱۸۵۷ء کے غدر مین بہادر شاہ بادشاہ اور بہت سے خاندان مغلیہ کے لوگون نے اسی درمیانی ہال مین پناہ لی تہی مگر میجر ہوڈسن اور لفٹننٹ میگڈونل ایک جالیدار دروازہ توڑ کر بہت سے دیسی سپاہیون کے ساتھہ احاطہ مین داخل ہوے اور بہادر شاہ اور انکے لڑکون کو نظر بند کر لیا جنہین ہوڈسن نے اسی دن اپنے ہاتھہ سے مار ڈالا -

ہمایون کے مقبرہ کے متصل بہت سے پٹہانون کی دیگر یادگارین اور خاندان مغلیہ کے وقت کی عمارات سیاحون کو نظر آئینگی چنانچہ اسی احاطہ کے باہر بہت ہی قریب دو مقبرے ہین ایک ہمایون بادشاہ کے حجام کا اور دوسرا اسکے سپہ سالار خانخانان ابن بیرم خان کا - مقبرہ کے متصل ہی عرب سرای آباد ہے اسکی بانیہ بہی ہمایون بادشاہ کی بی بی حاجی بیگم ہے جسنے اپنی ہمت عالی اور نیک نیتی سے تین سو اعراب حرمین شریفین سے لا کر یہان آباد کئے اگرچہ اب وہ لوگ تنگی معاش کی

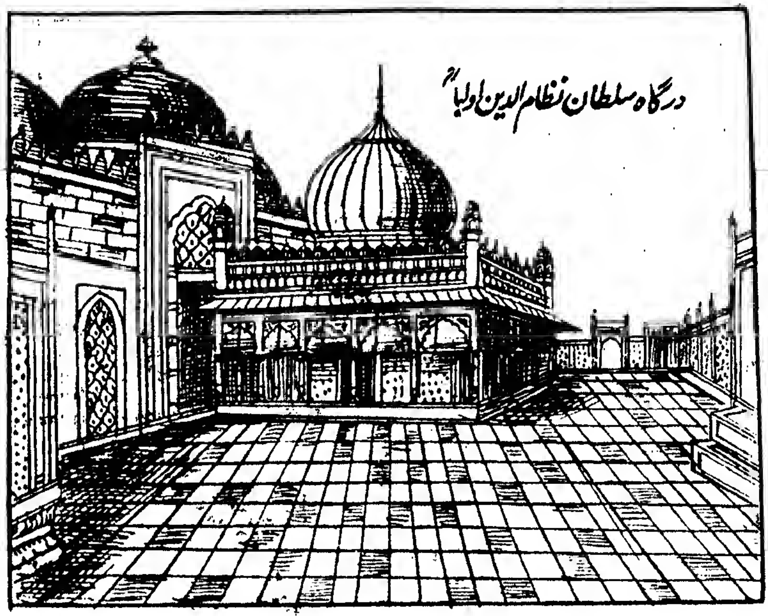
درگاہ سلطان نظام الدین اولیاؒ

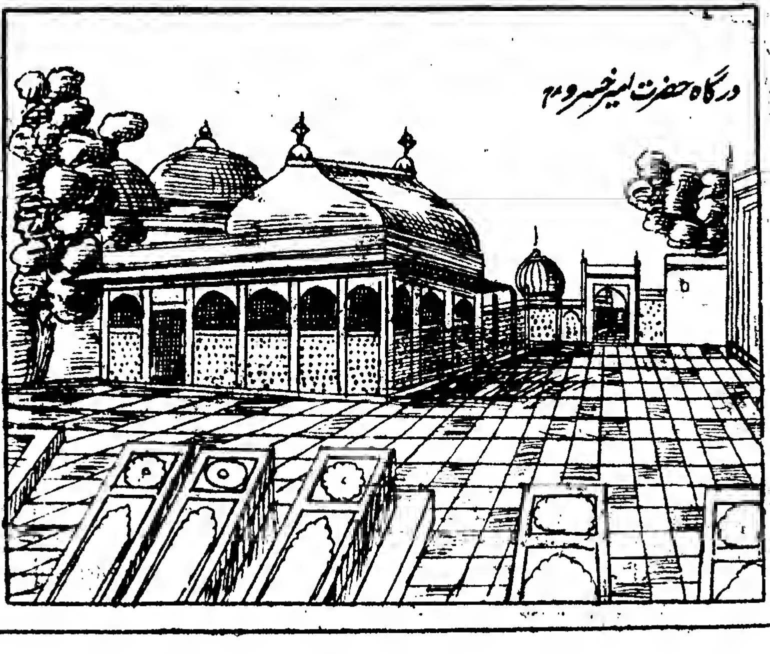
درگاہ حضرت امیر خسروؒ

عیسیٰ خان کا کوٹلہ

وجہ سے منتشر ہوگئے ہین مگر پھر بھی دس پانچ گھر سادات و مشائخ کے خاندان کے باقی ہین یہ سرائے ۹۶۱ھ ہجری جلوس اکبری کے چھٹے سال مین بنکر تیار ہوئی اُسکے تین دروازے ہین دو تو کچھ بہت عمدہ نہین ہین لیکن شمالی دروازہ کسی زمانہ مین بہت شاندار اور خوشنما ہوگا جو سرائے غربی دروازہ کے پاس ایک احاطہ ہے جسے عیسیٰ خان کا کوٹلہ کہتے ہین اس احاطہ مین سنگ خارا اور چونہ کی بنی ہوئی مسجد ہے جسے عیسیٰ خان حجاب نے ۹۵۴ھ ہجری عہد سلیم شاہ مین تعمیر کرایا۔ مسجد کے سامنے

عیسیٰ خان کا مقبرہ

عیسیٰ خان کا مقبرہ ہے یہ بھی اسی سنہ مین عیسیٰ خان حجاب نے تعمیر کرایا عمارت اگرچہ چھوٹی ہے لیکن نہایت خوشنما اور خوبصورت ہے ساری عمارت سنگ خارا اور چونہ سے بنی ہوئی ہے اور اوپر کی برجیون کے ستون سنگ سرخ کے ہین اس مقبرہ مین بہت سی قبرین ہین اور خود عیسیٰ خان اسکا بانی بھی یہین مدفون ہے۔

درگاہ حضرت نظام الدین

یہان سے تھوڑی دور آگے بڑھکر حضرت نظام الدین اولیا کا مشہور مقبرہ ہے یہ اولیائے کاملین مین بڑے رتبہ کے شخص بعہد تغلق شاہ ۱۳۲۱ء مین گذرے ہین جن کا قدرے تفصیل کے ساتھ ابھی ذکر کیا جائے گا۔ اس مقبرہ مین داخل ہونے سے پیشتر ایک باؤلی نظر آتی ہے مشہور تو یہ ہے کہ یہ باؤلی حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی زمانہ زندگی مین تعمیر کی ہے اور خود آپنے اور آپکے مریدون نے پہلے پہل اسے کھودنا شروع کیا لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عمارت اور جنوبی ضلع کے تمام مکانات فیروز شاہ کے عہد مین تعمیر ہوئے ہین۔ دلی کی نامی مکانات مین ایک تو اُسکے سر پر قدیم پٹھانون کے وقت کا گنبد ہے جسکے بانی کا کچھ پتہ نہین چلتا ایک ضلع غربی کیطرف سنگ مرمر کا برج ہے جسمین سنگ مرمر کی نہایت عمدہ اور مستحکم قبر ہے قبر پر کچھ آیات قرآنی اور نود و نہ نام ایسے خوشخط لکھے ہوئے ہین کہ آجتک دیکھنے مین نہین آئے اسپر چند تاریخی اشعار بھی کندہ ہین اور آخر مین اسکی بانیہ کا نام اور سنہ تعمیر جلی حرفون سے لکھا ہوا ہے چنانچہ ہم اُن اشعار کو بعینہ نقل کرتے ہین ؎ سال تاریخ فوت او جستم ؛ از دل خضا پیر پاک سرشت ؛ آہ سردے کشید و گفت مگو ؛ بادہم مخوریان بہشت ؛ بانی گوہر کلدیی بنت ملائم خان ۱۰۰۱ھ ہجری۔ قدیم زمانہ مین باؤلی پر آنے کا رستہ مسجد تھا اور لوگ وضو کیلئے سبدے باؤلی پر چلے آتے تھے مگر محمد شاہ بادشاہ نے اُسے پاٹ کر چھتہ سا بنا دیا اب لوگون کو ذرا چکر کاٹکر باؤلی پر آنا پڑتا ہے۔ باؤلی کے جنوبی ضلع کی جانب فیروز شاہ عہد کی عمارت کے درے بنے ہوئے ہین اور اسطرف سے باؤلی پر آنے کا رستہ ہے اسی مقام پر ایک چھوٹا پتھر پر کتبہ کندہ ہے جس سے اُسکے بانی کا نام اور تاریخ بنا معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ بڑا لمبا چوڑا کتبہ ہے اسلیئے ہم اُسے درج کتاب نہین کرتے ناظرین خود دیکھ سکتے ہین باؤلی کے باہر کے دروازہ پر سونے کے پانی سے یہ مصرع لکھا ہوا تھا ؎ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا ؛

باؤلی کا پٹا ہوا چھتہ طے کرنیکے بعد ایک محرابدار مختصر مگر نہایت خوبصورت دروازہ آتا ہے جہان سے حضرت نظام الدین اولیا کا

مقبرہ بہت ہی قریب نظر پڑتا ہے آپکے والد بزرگوار احمد بن دانیال غزنین سے ہندوستان میں تشریف لائے اور آپ صفر ۶۳۶ھ ہجری کو بدایون میں پیدا ہوئے بچپن سن کے تھے تو دہلی میں تشریف لائے اور یہان سے فارغ التحصیل ہو کر پاک پٹن تشریف لیگئے وہان حضرت شیخ فریدالدین مسعود شکر گنج کی خدمت میں بیعت حاصل کی اور پھر دہلی میں آکر غیاث پور میں سکونت اختیار کی لوگون نے آپکی پاک تعلیم و تلقین سے سعادت اخروی حاصل کی اور یکلخت انکی کایا پلٹ گئی آخر کار آپنے ربیع الثانی اٹھارویں تاریخ ۷۲۵ھ ہجری کو سفر آخرت اختیار کیا اور غیاث پور کی حد میں جہان آپکا مزار ہے مدفون ہوئے و شہنشاہ دین آپکی تاریخ وفات ہوئی جیسا کہ ذیل کے کتبہ سے جو مسجد کی دیوار پر کندہ ہے واضح ہوتا ہے ؎ نظام دو گیتی شہ ماوطین ۔ سراج دو عالم شدہ بالیقین ۔ چو تاریخ فوتش بجستم زغیب ۔ ندا داد ہاتف شہنشاہ دین ۔ آپکے مقبرہ کی مختلف اوقات میں تعمیر ہوتی رہی اور اتفاق زمانہ سے روز بروز اچھی صورت بنتی گئی چنانچہ آپکے انتقال کے بعد غلجی سلاطین کے عہد میں آپکا مزار ایک حجرہ سا تھا ۹۰۰ھ ہجری میں سید فریدون خان نے اکبر کے زمانہ میں مزار کے اردگرد ستون کھڑے کر کے بارہ در قائم کئے اور اسپر ایک نہایت نفیس گنبد بنایا سنگ مرمر کی جالیان لگائین ۔ پھر محمد امام الدین حسن المعروف شمس الدین محمد خان نے اسی عہد میں مزار کی چھت کے ساتھ گنبد کو شامل کر لیا اسکے بعد ۱۰۱۷ھ ہجری میں فرید خان المخاطب مرتضے خان نے جو فریدآباد کے اصل بانی ہین نورالدین جہانگیر کے عہد میں مزار مبارک پر سیپ کے کام کا نہایت نفیس و لطیف چھپر کھٹ چڑھایا اور شاہجہان کے عہد میں کل عمارت کی مرمت کیگئی اور اسی زمانہ یعنے ۱۰۶۲ھ ہجری میں خلیل اللہ خان نے مزار کے گرد سنگ سرخ کی غلام گردش بنائی اور ہر ضلع میں پانچ پانچ در رکھے کہ سب ضلعون کے در ملکر بیس ہوگئے مدت تک یہ غلام گردش بنی رہی بعد کو جناب مولوی فخرالدین صاحب نے تجویز کی کہ سنگ سرخ کی غلام گردش کی جگہ سنگ مرمر کی غلام گردش بنائی جائے چنانچہ سنگ مرمر کے ستون کھڑے کئے گئے اور تعمیر کا کام شروع ہو گیا مگر چونکہ اثنائے تعمیر ہی میں مولانا کی حیات کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک گیا اسلئے تعمیر کا یہ کام نامکمل رہا بعدہ نواب احمد بخش خان والی فیروزپور جھرکہ نے ان سنگ مرمر کے ستونون کو سنگ سرخ کے ستونون کی جگہ لگایا مگر محرابین ستو سنگ سرخ ہی کی رہین لیکن آخری دور میں فیض اللہ خان بنگش نے ۱۲۳۶ھ ہجری میں سنگ سرخ کی چھت کے نیچے تانبے کی چھت جڑ دلوی اور اسپر سنہری و لاجوردی کام بنوا دیا لیکن ابھی تک مقبرہ کا گنبد چونہ کا تھا اور غلام گردش کے بننے سے بہت ہی پست ہو گیا تھا اسلئے اکبر شاہ ثانی نے سنگ مرمر کا برج تعمیر کرایا اور اسپر بہت ہی نفیس سنہرا کلس چڑھایا چنانچہ وہی عمارت اب تک موجود ہے شوال اور ربیع الثانی کی سترھوین تاریخ یہان بہت بڑا عرس ہوتا ہے اور ہزارہا آدمی آکر رات کو رہتے ہین مشائخون کی مجلسین گرم رہتی ہین اور بڑی دھوم دھام کی رونق ہوتی ہے ۔

اس مینارہ بارک کے پہلو مین مشہور جماعتخانہ کی ایک نہایت وسیع وفراخ مسجد بنی ہوئی ہے جسکے بیچ کا درجہ بڑے گنبد سمیت سلطان علاؤ الدین خلجی کے فرزند خضر خان نے غالباً ۷۱۲ ہجری سے پیشتر بنایا ہے مسجد کا یہ درجہ جو بہت بے نظیر اور عدیم المثال ہے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے لیکن اسکے برج کو دیکھکر نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اتنے بڑے لداؤ کا برج کسطرح بنا ہوگا جس کا صرف دسیانی قطر چودہ گز کا ہے اس برج مین ایک سنہر اکٹورا لٹک رہا ہے جاہلون نے اسے سونے کا خیال کرکے اگرچہ ہنری گولیان ماری مگر وہ کٹورا گرا نہین لیکن باوجود تحقیق کے معلوم نہین ہوا کہ یہ کٹورا کاہے کا ہے اسکے بعد جب سلطان غیاث الدین تغلق کا بیٹا سلطان محمد تغلق بادشاہ ہوا جس نے اپنے تئین عادل شاہ مشہور کیا اور جو آخر کو سلطان خونی کے لقب سے پکارا گیا تو اس نے اس درجہ کے دہنے بائین جانب دو درجے اور بنا دیئے اور ان دونون درجون مین آگے پیچھے دو برج قائم کر دیئے ان دونون درجون کے چار برج اور خضر خان کا بنایا ہوا بیچ کا برج ملکر مسجد کے پانچ برج ہوگئے یہ دونون درجے غالباً ۷۲۵ ہجری کے بعد تعمیر ہوئے ہین درگاہ اور مسجد کا تمام فرش سنگ مرمر کا ہے جسے محمد شاہ بادشاہ نے بنوایا ہے اسی درگاہ کے صحن مین جنوب کیطرف تین محجر ہین ایک جہان آرا بیگم کا دوسرا احمد شاہ کا تیسرا مرزا جہانگیر کا۔

جہان آرا بیگم کا محجر سر سے پاؤن تک سنگ مرمر کا ہے جسکے گرداگرد سنگ مرمر کی بڑی خوبصورت کہدی ہوئی جالیان لگی ہوئی ہین اسمین چار قبرین ہین تین بڑی ایک چھوٹی - جہان آرا بیگم شاہجہان بادشاہ کی بیٹی اور بدقسمت دارا شکوہ کی حقیقی بہن تہی جو شاہجہان کے تخت وتاج کا وارث تہا اور آخرکار آسانی سے شکست کہا کر اپنے چہوٹے بہائی اورنگ زیب کے ہاتہہ سے مارا گیا جو اپنے باپکو تخت سے معزول کرکے خود تخت نشین ہوگیا تہا جہان آرا بیگم حسن وجمال مین شہرہ آفاق تہی اور اسے خواجگان چشت سے نہایت اعتقاد تہا اس نے تین کرور روپیہ کا اپنا تمام مال واسباب یہان کے خدام کو دیکر یہ مین اپنے مدفن کیلیے خریدی تہی لیکن عالمگیر نے دو کرور روپیہ تو ضمین یہ کہکر لے لیا کہ تہائی سے زیادہ مین وصیت جائز نہین ہین زمانہ کے فرنگستانی سیاح جہان آرا کی نسبت بڑی غمگین وہتین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس نے اورنگ زیب کی عداوت کے مطعون جاہ وجلال کو نہایت ہیو قعتی کی نظر سے دیکہا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے اسکے دربار کی شرکت حاصل کرنی پسند نہین کی بلکہ باپکے ساتہ اسکے قید کے زمانہ مین آگرہ ہی رہنا پسند کیا اورنگزیب پر یہ بہی شبہ کیا گیا تہا کہ وہ اسے قتل کرنے کو دہلی لے گیا تہا مونیر کہتا ہے کہ مجہے معلوم ہے کہ اسے اورنگزیب کے حکم سے آگرہ سے نکال لے گئے اور وہان وہ مدتون رہی بلکہ اپنی بہن کے انتقال کے بعد بہی ۱۰۹۱ تک زندہ رہی - اس محجر کو جہان آرا بیگم نے اپنے سامنے بنایا تہا لوح مزار پر یہ الفاظ کندہ ہین - کہتے ہین کہ اس کتبے کا پہلا حصہ اس نے خود لکہا ہے -

ہو الحی القیوم - بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا * کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است * الفقیرۃ الفانیہ جہان آرا

مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان۔

اسی مجہر کے متصل دوسرا مجہر محمد شاہ بادشاہ کا ہے جو لطافت و نفاست مین پہلے مجہر سے بہت بہتر ہے اس مجہر کا سنگ مرمر ایسا آبدار اور خوشرنگ ہے جسکے آگے موتی کی جلا بالکل ماند معلوم ہوتی ہے گل بوٹے بیل پتے منبت کاری کے بیمثل اور لاجواب بنے ہوئے ہین سنگ مرمر کی جالیان ایسی عجیب و غریب بنی ہوئی ہین کہ دور سے قبر کے گرد نور کی چادر تنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اسمین سات قبرین ہین ایک خاص محمد شاہ کی دوسری انکی ملکہ کی تیسری محمد شاہ کے پوتے مرزا کلرو کی چوتھی مرزا عاشوری کی اور تین قبرین دیگر سلاطین کی۔ محمد شاہ نے اپنی زمانہ زندگی ہی مین یہ زمین خدام سے مول لیکر اپنا مجہر بنایا تہا مجہر کے دروازہ مین سنگ مرمر کے ایک پتہر کے قد آدم دو پٹ لگے ہوئے ہین جنکی نظیر کہین ڈہونڈہنے سے بہی نہین ملتی اسکے متصل ہی مرزا جہانگیر کا مجہر ہے اور بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے مجہر کی نقل اتاری گئی ہے گو مرزا جہانگیر کے مجہر مین محمد شاہ کے مجہر کی نسبت کام بہت باریک و نازک ہے اور جالیان بہی بہت ہی لطیف و باریک ہین لیکن سنگ مرمر ایسا آبدار اور خوشرنگ نہین ہے۔ محمد شاہ کے مجہر پر ایک قسم کی ملاحت ہے اور مرزا جہانگیر کے مجہر پر روکہا پن برستا ہے۔ مجہر کا چبوترہ زمین سے کئی فیٹ اونچا ہے جسپر سیڑہیون سے چڑہ سکتے ہین قبر کا تعویذ بڑی دستکاری کا بنا ہوا ہے جو بہت ہی صاف سنگ مرمر کا ہے اور اسمین پہول پتیان کہدی ہوئی ہین۔ مرزا جہانگیر۔ محمد اکبر بادشاہ ثانی کا فرزند ہے جس نے سٹین صاحب کو جو دہلی کا رزیڈنٹ تہا طپنچہ مارا تہا اس وجہ سے حکام انگریزی نے اُسے نظر بند کرکے الہ آباد بہیجدیا تہا اس نے وہین انتقال کیا نواب ممتاز محل اکبر بادشاہ کی بی بی نے اپنے مرحوم فرزند کی لاش دہلی منگوائی اور یہان دفن کرکے مجہر بنایا اس مجہر کی تاریخ ٹہیک طور پر معلوم نہین ہوتی لیکن قیاساً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین تعمیر ہوا ہوگا الغرض اس احاطہ مین ہر قسم کے جالیدار اور کہدے ہوئے سنگ مرمر کے پتہر پائے جاتے ہین جو پانچ صدی تک کے بنے ہوئے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج بنے ہین۔

درگاہ حضرت امیر خسرو

حضرت نظام الدین اولیا کے اسی احاطہ مین حضرت امیر خسرو کی درگاہ ہے جو حضرت نظام الدین کے بڑے مشہور مرید گذرے ہین انکا اصلی نام ابو الحسن اور والد کا نام سیف الدین محمود ہے جو بڑے امرائے نامدار مین سے تہے امیر خسرو نے بہی مدت تک امیری کی اور امیری سے خسروی تک نوبت پہونچی آپکو اپنے پیر سے سخت محبت تہی جب حضرت نظام الدین کا انتقال ہوا تو آپکو بہت غم ہوا اور سارا مال و اسباب لٹا کے پیر کی قبر کے مجاور ہوگئے یہانتک کہ حضرت کے انتقال کے چہہ مہینے بعد انیسوین ذیقعدہ ۷۲۵ سنہ ہجری جمعہ کی شب کو سفر آخرت قبول کیا اور پیر کے مزار کی پائینتی مدفون ہوئے عرصہ تک آپکا مزار بلا گنبد و مجہر رہا لیکن سنہ ۱۰۱۴ ہجری جلال الدین اکبر اور نور الدین جہانگیر کے وسطی عہد مین محمد عماد الدین حسن طاہر نے مزار مبارک پر مجہر اور سنگ مرمر کا بہت نفیس و لطیف گنبد بنایا۔ گنبد کے گرد سنگ سرخ کی جالیان آدمی کے گلے تک کی لگی ہوئی ہین اور جنوب کی طرف ان جالیوں پر مجہر اِن

قائم کر کے چہت پاٹ دی ہے، حضرت امیر خسرو کے مزار کی پائینتی مردہ اکرام کی قبر ہے جس نے مشہور سرا لاہوری دروازے کے باہر تعمیر کرائی تہی۔

مقبرہ اتگہ خان

حضرت نظام الدین اولیا کے روضے کے قرب و جوار مین مقبرہ اتگہ خان یعنے شمس الدین محمد خان المخاطب اعظم خان کا مقبرہ واقع ہے جسے اُسکے بیٹے کوکلتاش خان نے سنگ سرخ اور سنگ مرمر سے ۹۶۵ سنہ ہجری مین بنایا اعظم خان کی بیوی نے اکبر بادشاہ کو دودہ پلایا تہا اس سبب سے اسے اتگہ کہا کرتے تہے۔ اکبر کے عہد مین اسے بڑا عروج تہا اور تمام سلطنت کا وکیل مطلق کہلایا جاتا تہا اسی حسد کی وجہ سے ادہم خان نے بائیسوین رمضان ۹۸۹ سنہ ہجری مین اسے قتل کرا ڈالا پہر بادشاہ نے اُسکے قصاص مین ادہم خان کو قلعہ سے دو دفعہ گروا کر مروا ڈالا چنانچہ اس واقعہ کی تاریخ "دو خون شد" ہوئی اور تاریخ وفات مین آشعار زبان نو خلاق ہوئے ہے ؎ خان اعظم سپاہ اعظم خان ؛ کہ چو او کس درین زمانہ ندید ؛ بشہادت رسید ماہ صیام ؛ شربت موت روزہ دار چشید ؛ کاش سال دگر شہید شدے ؛ کہ شدے سال فوت خان شہید ؛ اس مقبرے کے اندر و باہر قرآنی آیات کندہ ہین اور منبت کاری کے بیل بوٹے ایسے اچہے بنے ہوئے ہین کہ بیان سے باہر ہے۔

چونسٹھ کہمبہ

مقبرہ اتگہ خان کے متصل ہی ایک اور عجیب و غریب عمارت ہے جو بشکل مربع سر تا پاؤں تک سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے اور چونکہ سنگ مرمر کے چونسٹھ ستونون پر چہت قائم ہے اسلئے اسے چونسٹھ کہمبہ کہتے ہین اس مین مرزا عزیز کوکلتاش خان کی قبر ہے جو اعظم خان کا بیٹا اور اکبر بادشاہ کا کوکا تہا۔ یہ سنگ مرمر کا بڑا بہاری کمرہ ہے جسکے ۲۵ چہوٹے چہوٹے گنبد ہین اور جن ستونون پر یہ گنبد ٹکے ہوے ہین اُن پر نہایت عمدہ نقش و نگار مرا بین ہی ہوئی ہین چارون طرف سنگ مرمر کی خوشنما جالیان کہڑی ہین اور نہایت باریک و نازک کام کیا ہوا ہے الغرض ایک عجیب عمارت ہے اور خاندان مغلیہ کے پہلے تاجدار کے زمانہ کا اچہا نمونہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت اسلئے بنائی گئی ہوگی کہ کل خاندان کے لئے مقبرہ کا کام دے۔

صفدر جنگ یا منصور کا مقبرہ

حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ کے باہر والے دروازے کے متصل جو مغرب کی جانب سیدہی سڑک جاتی ہے اُسکی انتہا پر صفدر جنگ یا منصور کا مقبرہ ہے جو قطب والی سڑک کے داہنی جانب واقع ہے اصل مین یہ مقبرہ منصور علیخان المخاطب صفدر جنگ نے تعمیر کرایا تہا جو احمد شاہ بادشاہ کا وزیر سلطنت تہا مقبرہ ایک باغ مین واقع ہے جسے چارون طرف سے بلند دیوارین محیط ہین۔ اسکے چارون کونون پر سنگ خارا کے چار بڑے بڑے برج قائم ہین جو دور سے نہایت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہین باغ کے تین طرف جو تقریباً تین سو گز مربع ہوگا رہنے والون کے واسطے عمدہ عمدہ بارہ دریان بنی ہوئی ہین اور چارون طرف بڑے بڑے لمبے تالاب بنے ہوئے ہین۔

برسفورڈ اپنی کتاب مین لکہتا ہے کہ یہ مقبرہ ایک وسیع چبوترہ پر کہڑا ہے جسکے نیچے پتہر کا ایک خوبصورت گنبد ہے اُسمین کچی مٹی کی ایک قبر بنی ہوئی ہے جسپر قبر پوش پڑا رہتا ہے اور روز تازے تازے پہول ڈالے جاتے ہین پہلی منزل پر اُسمین ایک سنگ مرمر کا تابوت ہے اور نہایت عمدہ طور سے پچی کاری کیا ہوا ہے اُسکی جلا مین ایسی روشنی ہے کہ چراغ کی روشنی بہی اُسکے سامنے ماند پڑجاتی ہے کل عمارت پر سنگ مرمر کا گنبد ہے اور بہت ہی مرمت طلب ہے بلحاظ مقبرہ ہونے کے یہ بڑی شاندار عمارت ہے جسے نواب شجاع الدولہ خلف صفدر جنگ نے بنوایا تہا اسکے بعض حصے تو مثلاً کمرون کے گنبد اور چہتین ایسی عمدہ ہین جسکی نظیر اسکے پاس پڑوس کی کسی عمارت مین نہین ملتی اب یہ عمارت بلا مرمت پڑی ہے۔ حکام انگریزی نے جو مرمت چونہ وغیرہ کی کی ہے وہ ایسی بہدی اور ناموزون ہے جس نے کل عمارت کو خراب کر دیا ہے۔

صفدر جنگ اصل مین سعادت خان کا بہتیجا تہا جو ابتداءً مین اودھ کا وایسرائے اور سلطنت کا وزیر تہا۔ صفدر جنگ اپنے چچا کے بعد اُسکا جانشین ہوا جب بہادر غازی الدین خان (جو اُس ترکمانی امیر کا پوتا تہا جس نے حیدرآباد کی سلطنت کی بنیاد ڈالی تہی) نے صفدر جنگ کو دہلی کی تدابیر ملکی مین مغلوب کیا تو صفدر جنگ اودھ پہر آگیا پہر جبکہ احمد شاہ بادشاہ اُسکی گہات مین لگا ہوا تہا صفدر جنگ نے ہر طرح سے کوشش کی کہ روہیلکنڈ کے مقبوضہ صوبہ مین جہان سے اُس نے پہلے فتح کو جو ایک بہادر پٹہان تہا نکالدیا تہا اپنی سلطنت کا پنجہ جمائے اور اب جبکہ دیوان عام و خاص بہنگ سازشون سے چہین لئے گئے تہے صفدر جنگ نے ایکدفعہ اور اپنی توجہ اُن پٹہانون کی طرف پہیری اور اپنے فائدہ کے لئے نہین لڑائی کا بیج بونے کی کوشش کی اور قبل اسکے کہ اُسکی تدبیر کچہہ گل کہلاتی وہ ۱۷۵۴ء مین مرگیا لیکن اس تدبیر کی وصیت اُس نے اپنے بیٹے کو کی جسکے ہاتہہ سے خود اُسکے اور اُسکے انگریزی مددگارون کے واسطے وہ عمدہ اور نتیجہ خیز پہل لائی۔

یہ مقبرہ ۱۱۶۷ ہجری مین بنکر طیار ہوا جیساکہ اُس تاریخی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مقبرہ کے دروازہ پر کندہ ہے اور وہ یہ ہے ؎ چون صفدر عرصۂ مردمی ؛ زدار فنا گشت رحلت گزین ؛ چنین سال تاریخ او شد رقم ؛ کہ بادا مقیمی بہشت برین ؛ مقبرہ کی چہت پر چڑہنے سے سامنے سڑک کی بائین جانب چار قبرون اور مسجد کا ایک مجموعہ نظر آتا ہے جنمین سے بڑی قبر سکندر لودہی کی ہے اور جنوب کیطرف کی دو قبرین اور مسجد شاہان سادات کے وقت کی معلوم ہوتی ہین۔ ایک یوروپین مورخ کا بیان ہے کہ صفدر جنگ کے مقبرہ سے ہمایون کے مقبرہ تک جو تقریباً تین میل کا رستہ ہے ایک چکرا ہا پڑتا ہے جسکی بائین طرف خیرپور کے موضع ملا ہیں اور تقریباً صفدر جنگ کے مقبرہ کے دروازہ کے سامنے چار مقبرون کا ایک گروپ اور ایک مسجد ہے جو غالباً پٹہانون کے تیسرے زمانہ کی ہے۔ جنرل کننگہم نے اپنی ایک چٹہی مین جو اُس نے

سکرٹری لوکل فنڈ دہلی نے نام لکھی بیان کیا ہے کہ شمالی گروپ جسمین دو ہشت پہلو مقبرے اور ایک سات درون ایل شامل ہے یہان کے باشندے انہین خاندان لودہی کے وقت کا بتاتے ہین بڑے مقبرہ کو جو ایک احاطہ مین واقع ہے سکندر لودہی کہتے ہین اور مین یقین کرتا ہون کہ ان کا ایسا خیال بالکل درست ہے لیکن جنوبی گروپ جسمین مربع دو مقبرے اور ایک مسجد ہے میری رائے مین اس سے پہلے کے زمانہ کے ہین اور عمارت کی طرز سے مین ایسا ہی نتیجہ نکال سکتا ہون کیونکہ یہ عمارت لودہی کے زمانہ کی عمارات سے بہت مختلف ہے اور اسی طرح خاندان سادات کی عمارات سے بھی مشابہ نہین وہ مسجد جو ان عمارات سے متعلق ہے صرف یہی ایک نمونہ فیروز شاہ کے وقت کی مسجد کا باقی رہ گیا ہے تیمور یا تمر لنگ کی توجہ خاص جبکہ اس نے ۱۳۹۸ء مین ہندوستان کو پامال کیا اس مسجد کی طرف اسقدر مائل ہوئی کہ وہ اُن تمام معمارون کو جنہون نے اس عمارت کو بنایا تہا سمرقند لیگیا اور اسی نمونہ کی اپنے دار الخلافہ مین ایک مسجد بنوائی۔ اس مسجد کے سامنے کا رخ بالکل کتبون اور بیل بوٹون سے بھرا ہوا ہے اور یہ سخت چونہ کی بنی ہوئی ہے جو ابتک بالکل تازی اور روشن نظر آتی ہے گو پوری پانچ صدیان گذر چکی ہین مگر اندرونی دیوارین جو بیشمار کتبون اور گلکاریون سے آراستہ ہین ابتک ایسی مکمل اور روشن نظر آتی ہین جیسے شروع مین تہین۔ اس خوبصورت عمارت کے دیکھنے سے اُس رستہ کے طے کرنے کی محنت وصول ہو جاتی ہے جو اس تک پہنچنے کے واسطے طے کرنا پڑتا ہے۔

احاطہ کے جنوب کا مقبرہ بہی بہت خوبصورت ہے اور ابتک ٹوٹ پہوٹ سے بچا ہوا ہے اس کا گنبد ایسی عمدہ شکل کا تنا ہے کہ یورپ مین شاید ہی اسکی نظیر ملے یہ عمارت ذرا بعد کے زمانہ کی اور زیادہ مزین طرز کی معلوم ہوتی ہے۔ اس عمارت کے متصل ہی حوض خاص اور فیروز شاہ کا مقبرہ ہے اور اسی زمانہ کی دیگر عمارتین جو پٹہانون کے دوسرے عہد کی ہین بیگم پور اور روشن چراغ دہلی مین پائی جاتی ہین۔

حوض خاص

حوض خاص۔ یہ موضع قطب کے شمال مین پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہوگا لیکن صفدر جنگ کے مقبرہ کیطرف سے یہان سیاح باسانی پہونچ سکتا ہے گو گاڑی کی سڑک یہانتک نہین ہے لیکن صفدر جنگ کے مقبرہ سے یہانتک چندان فاصلہ نہین۔ فیروز شاہ کا بنایا ہوا نہایت دلکش اور فرحت بخش حوض ہے جو کسی زمانہ مین بےمثل اور عدیم النظیر ہوگا لیکن اب بالکل شکستہ اور بُری حالت مین ہے یہانتک کہ اُس مین پانی مطلق نہین ٹہیرتا بالکل سوکھا پڑا رہتا ہے اور زمیندار کھیتی باڑی کرتے ہین۔ حوض کے جنوبی ضلع مین نشست گاہ کے کچھ مکانات بنے ہوئے ہین اور اسی طرف فیروز شاہ کا مقبرہ بھی ہے جس کے دروازہ کی پیشانی پر کہین کہین سے ٹوٹا ہوا کتبہ نظر آتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض اور مکانات تو فیروز شاہ کے بنائے ہوئے ہین اور مقبرہ

اُسکے فرزند سلطان محمد شاہ کا تعمیر کیا ہوا ہے جو اپنے بھتیجے ابوبکر شاہ کے مرنے کے بعد ۷۹۲ھ ہجری مین تخت نشین ہوا تھا حوض خاص اکیسو کی بیگہ پختہ مین ہے، اور یہان بہت سے چھوٹے چھوٹے برج بنے ہوئے ہین۔ حوض کے پاس ہی ایک کوس کے فاصلہ پر میران ز بیرخان کا مقبرہ ہے جو عہد فیروز شاہ کے وزیر نامی اور مشہور امرا تھے چنانچہ موضع میرپور اور وزیر پور ابتک مشہور ہے۔

بدیع منزل یا جہان نما

حوض خاص کے سامنے قطب کو جاتے ہوئے ایک نہایت رفیع و دلچسپ عمارت نظر آتی ہے جسے بدیع منزل یا جہان نما کہتے ہین لیکن عوام مین بیجے منڈل کے نام سے مشہور ہے، یہ ایک عجیب قسم کے کھنڈرات کا ڈھیر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان بڑے تکلف کے مکانات ہونگے مگر اب کچھ باقی نہین رہا صرف ایک گنبد دار برج ہے لیکن عجیب طرح کا برج ہے ایک بلند برج پر چار دروازون کا کمرہ بنا ہوا ہے اور اُسکی دیوار مین سے اوپر جانے کیلئے زینہ رکھا ہے جہان سے بہت بڑی سیر دکھائی دیتی ہے اسکے اوپر اگلے زمانہ مین ایک بڑی خوشنما سنگین بارہ دری تھی جو اب ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہوگئی مگر اوپر چڑھکر دیکھنے سے اُسکے نشانات معلوم ہوتے ہین گذشتہ زمانہ مین اس قسم کے مکانات عرض لشکر کے لئے بنائے جاتے تھے ممکن ہے، کہ یہ مکان بھی اسی لئے بنایا گیا ہو۔

بیگم پور

بدیع منزل کے سامنے بیگم پور کی اونچی فصیل دکھائی دیتی ہے جو پٹھانون کی کاریگری کا ایک عجیب پُرانا نمونہ ہے، اور حسین خان جہان خان فیروز شاہی کی بنائی ہوئی مسجد ابتک کھڑی ہے یہ مسجد بعینہ کھڑکی جیسی مسجد معلوم ہوتی ہے اور عموماً تراش خراش مین اسقدر مشابہ ہے کہ اگر اسکی تعمیر کی تاریخ فیروز شاہ کے زمانہ مین بتائی جائے تو مضائقہ نہین۔ بیگم پور ایک بہت بڑا احاطہ ہے جسمین جانے کے لئے سیڑھیان بنی ہوئی ہین جو اسوقت بہت خراب خستہ حالت مین ہین یہ موضع اُس سڑک کی بائین جانب ۸۰۰ گز کے فاصلہ پر واقع ہے جو دہلی سے قطب کو جاتی ہے اور قطب یہان سے کوئی تین میل کے قریب رہجاتا ہے۔ اس احاطہ کے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہان پہلے زمانہ مین کوئی قلعہ ہوگا کیونکہ یہان بہت سے مربع ستون اور نوکدار محرابین نظر پڑتی ہین۔ ان مربع ستونون اور نوکدار محرابون اور عام مذہبی طرز اور غیر مزین اکہری ہیئت سے جو اسمین پائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پٹھانون کے دوسرے عہد کی عمارتون مین سے ہے۔ جنوب کی جانب ایک غیر مستعمل مسجد ہے جسکا ایک بڑا پھاٹک خندق سے گھرا ہوا ہے اور ایک بہت بڑا سادہ برج قائم ہے۔

روشن چراغ دہلی

یہان سے روشن چراغ دہلی کا فصیل دار قصبہ مشرق کی جانب تقریباً دو میل ہوگا یہان شیخ نصیر الدین محمود کا مزار ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ اعظم اور بڑے ولی اللہ تھے، انکے ہی روشن چراغ دہلی لقب سے مشہور

ہونے کی وجہ یون بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ یافعی نے مخدوم جہانیان سے عین طواف کعبہ مین دریافت کیا کہ دلی مین اب کون بزرگ ہین مخدوم صاحب نے فرمایا کہ ہو قت دلی کا چراغ شیخ نصیر الدین محمود سے روشن ہے، اُس زمانہ سے آپکا لقب روشن چراغ دہلی ہوگیا۔ سلطان فیروز شاہ کو آپسے بہت کچھ اعتقاد تہا اُس نے آپکی حیات ہی مین اس درگاہ کا گنبد ۷۴۹ھ ہجری مین بنوا دیا تہا جب ۷۵۷ھ ہجری رمضان کی اٹھارہوین تاریخ جمعہ کے دن آپ کا انتقال ہوا تو اسی گنبد مین مدفون ہوے۔ اس گنبد کے بارہ در ہین جنمین سنگ سرخ کی جالیان جڑی ہوئی ہین اور سنگ خارا کے مضبوط ستون لگے ہوے ہین جنوب کی طرف کے ایک در مین گنبد کے اندر جانے کا رستہ ہے۔ گنبد چونے پتھر سے بنایا گیا ہے اور اسپر ایک سنہرا کلس چڑہا ہوا، گنبد کے اندر ایک سنہرا کٹورا لٹک رہا ہے۔ اکبر شاہ ثانی کے عہد مین مرزا غلام حیدر شہزادہ نے گنبد کے گرد سنگ سرخ کی بارہ دری بنوائی تہی مگر یہ بارہ دری ایسی بودی بنی تہی کہ دس سال کے بعد گر پڑی۔ گنبد کے پاس ہی چونے پتھر کی ایک مسجد ہے جو فرخ سیر کے عہد مین تیار ہوئی۔ گنبد کے متصل دو اور برج ہین غربی برج مین حضرت شیخ فرید شکر گنج کی پوتی سوتی ہین اور شرقی برج مین مخدوم زین الدین صاحب کی قبر ہے انکے علاوہ پٹھانون کے وقت کے دو گنبد اور ہین جنکی تاریخ معلوم نہین ہوتی درگاہ کی چار دیواری اور شمال کیطرف تین در کا دالان اور چھوٹا چھوٹا سنگین کٹہرہ مولوی فخر الدین صاحب نے بنوایا ہے ہر سال رمضان کی سترہوین تاریخ یہان بہت بڑا عرس ہوتا ہے۔ شیخ نصیر الدین محمود کے انتقال کے بارہ برس بعد یعنے ۷۶۹ھ ہجری مین فیروز شاہ نے درگاہ کا دروازہ بنایا اور اُسپر ایک گنبد قایم کیا دروازہ کے باہر تمام خدام نے ملکر ایک بڑا دالان لوگون کی رہایش کیلئے تعمیر کرا لیا۔ درگاہ کے پاس ایک بستی آباد ہے جس مین ہر قسم کے لوگ سکونت پذیر ہین محمد شاہ بادشاہ نے بستی کے گرداگرد روپئے چار لاکھ روپیہ کی لاگت سے فصیل بنوا دی جس مین چار دروازے اور ایک کہڑکی تہی لیکن تین دروازے زیادہ خطرناک ہونے کی وجہ سے بند کر دیئے گئے۔

مقبرہ سلطان لودہی

درگاہ کے عقب مین سلطان لودہی کا مقبرہ ہے جس کے صحن مین بہت سی قبرین بنی ہوئی ہین جو کم و بیش معائنہ کے لائق ہین اور اچھی حالت مین ہین اس مقبرہ کو بنے ہوے تین سو اسٹھہ سال کے قریب عرصہ گذرا جو اپنی خاص طرز مین عجیب و غریب ہے نیچے محراب نما بارہ در ہین اور اوپر پانچ برج قائم ہین خدام نے اس مقبرہ مین کچی دیوارین چنکر سکونت اختیار کر کے تمام مقبرہ کی رونق کہو دی ہے۔ اس مقبرہ کے پاس ہی سنگ سرخ کا ایک نامعلوم مجر ہے جس مین دو قبرین موجود ہین۔

اسی نواح مین بیگم پور کے متصل اور ست پلہ کی کروٹ مین اُس سڑک سے دائین ہاتھہ کو جو دہلی کو جاتی ہے تین میل کے

ہوا فاصلہ پر اور قطب سے ڈہائی میل کے قریب کہڑکی کے گاؤن مین ایک قلعہ اور ایک مسجد ایک ہی زمانہ کی بنی ہوئی ہین مقبول خان جہان فیروز شاہی نے ایک مسجد بنائی ہے جو اب کہڑکی کی مسجد کے نام سے مشہور ہے یہ ایک بڑی عمارت ہے جو بلند اور مرتفع سطح پر کہڑی ہے پکے سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے اور اوپر سیاہ استرکاری کی ہوئی ہے جس سے نہایت خوشنما سیاہ معلوم ہوتی ہے یہ ایک مربع عمارت ہے جسکے چارون کونون پر ۵۰ فیٹ کے چار بلند مینار کہڑے ہین قبلہ کی جانب چہوڑکر تین طرف تین بڑے بڑے دروازے ہین عمارت دو منزلہ ہے اور چہوٹے چہوٹے چوراسی گنبدون سے جو صاف ڈہوس بنے ہوئے ہین مکلل ہے باوجودیکہ اسکی تعمیر کو چارسو چہاسی برس کے قریب عرصہ گذرا مگر تمام عمارت ابتک ٹوٹ پہوٹ سے بچی ہوئی ہے صرف شمال مشرق کے گوشہ کی چہت آگ آتشزدگی کی وجہ سے گر پڑی ہے جو اب سے ستر برس پیشتر واقع ہوئی تہی تمام مسجد مین سینکڑون ستون لگے ہوے ہین جو پکے سنگ خارا کے ہین نیچے کے درجہ مین ۸۷ چہوٹے چہوٹے حجرے ہین جنکی چہتین لداؤ کی ہین اور ہر حجرہ نو فیٹ مربع ہوگا اسی طرح ہر دروازہ کے نیچے ایک حجرہ ہے اور ہر مینار کے نیچے بہی اوپر کی منزل مین چڑہنے کیواسطے تین دروازے ہین جو جنوب مشرق شمال کیطرف واقع لیکن اب صرف شمالی دروازہ کہلا ہوا ہے مسجد کے اندر سامنے اور دائین بائین سہ دریان ہین جو اکہرا اور دوہرا اور چوہرے ستونون پر قائم ہین صحن مسجد مین چار چوک چہوڑ گئے ہین جو نہایت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہین اب یہان گوجر آباد ہین اور اونہون نے تمام دربند کر کے گہر بنائے ہین اگرچہ یہ عمارت زیادہ خوبصورت نہین ہے لیکن چونکہ علم تعمیر کے لحاظ سے ایک اعلے درجہ کی عمارت ہے اس لئے ضرور دیکہنا چاہیئے۔

تہرجا مبارک پور کے گاؤن کے قریب تین بڑے برج اوس سڑک کی بائین طرف واقع ہین جو مقبرہ صفدر جنگ سے سیدہی قطب کو جاتی ہے لیکن سواری پر وہان تک پہونچنا مشکل ہے انکی تعمیر کی تاریخ اگرچہ پورے طور پر تحقیق نہین ہوئی مگر مشہور کرتے ہین کہ ایک برج بڑے خان ایک چہوٹے خان ایک کالے خان کا ہے سب مین بڑا برج جو بڑے خان کی طرف منسوب ہے پٹہانون کے شروع زمانہ کا ہے اوسکی عمارت بہی فی الجملہ اچہی ہے سینکڑون ڈربون کی طرح جو چارون طرف معدوم ہوگئے ہین یہہ بہی کم و بیش شکستہ ہوگئے ہین یہ اصل مین سنگ خارا اور بہربہرے پتہرون سے بنے ہوے ہین اور کہین کہین سنگ سرخ بہی لگے ہوے ہین ہرچند کہ یہ قدیم عمارت ہے مگر چندان معائنہ کے قابل نہین ان کی کیفیت سڑک پر سے معلوم ہوسکتی ہے۔

مبارک پور کوٹلہ ان تینون برجون کے قریب مبارک پور کے گاؤن مین ایک مقبرہ واقع ہے جو مبارک شاہ کا مقبرہ کہلایا جاتا ہے اسکی تاریخ تعمیر سنہ ۱۵۴۰ اور سنہ ۱۵۴۲ء کے درمیان شیر شاہ کے عہد مین معلوم ہوتی ہے

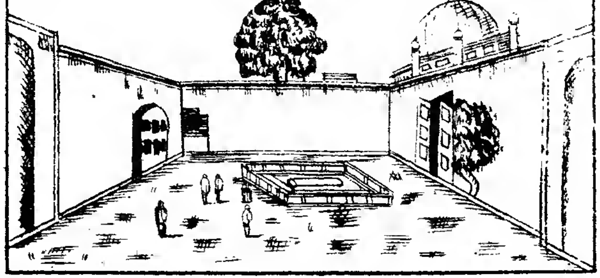

درگاہ سید محمود بہار

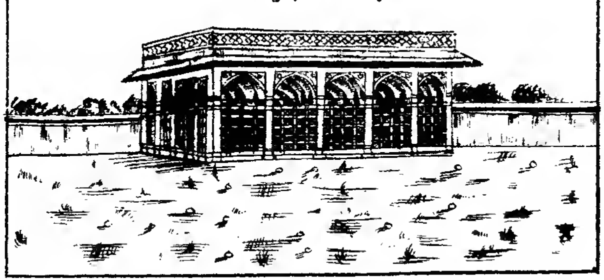

چونسٹھ کھنبہ

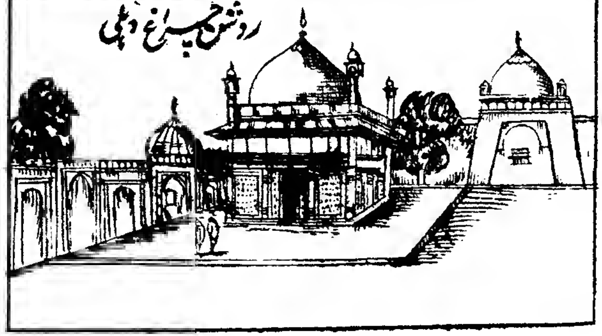

روشن چراغ دہلی

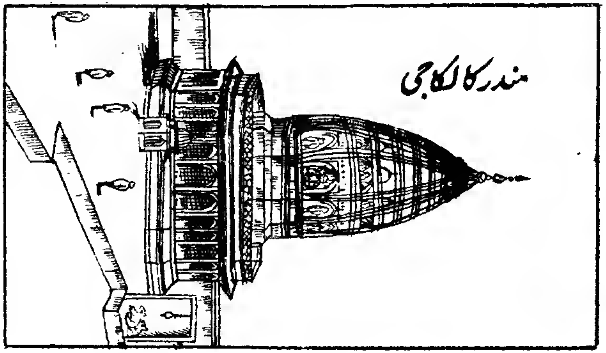

مندر کالکاجی

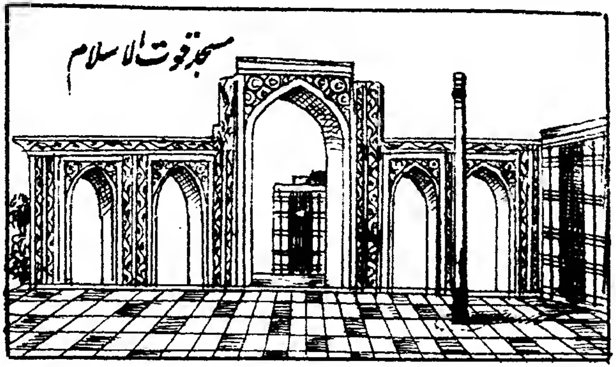

مسجد قوت الاسلام

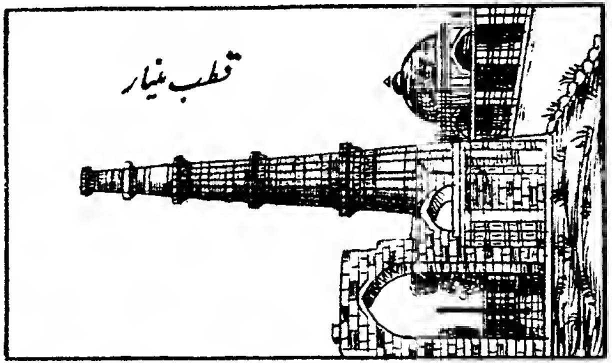

قطب مینار

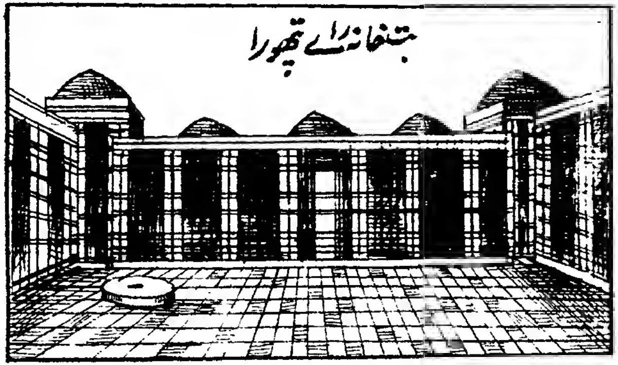

بتخانہ رائے پتھورا

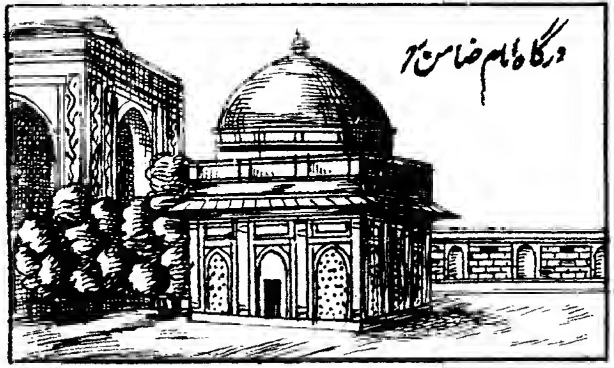

درگاہ امام ضامن ؒ

کیونکہ یہ عمارت اُس عہد کی عمارتون سے بہت مشابہ ہے اور بعینہ اسی صورت کا ایک مقبرہ عیسیٰ خان کا ہمایون کے مقبرہ کے پاس ہے۔ عمارت نہایت خوش قطع سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے لیکن سنگ خارا اسطرح بصورتی سے لگایا گیا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکہتا ہے اندر تو قبرون کا مکان ہے اور اُسکے اردگرد نہایت خوبصورت مثمن غلام گردش ہے اگر اس مقبرہ کو معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ کا مقبرہ تسلیم کیا جائے تو اس کو بنے ہوے سوا چار سو برس کا عرصہ گذرا کیونکہ مبارک شاہ پانچ رمضان سنہ ۸۳۷ ہجری مین فوت ہوا مگر اسکی ہیئت دیکھکر یقین نہین پڑتا کہ یہ عمارت اتنی مدت کی ہو۔

یہانتک ہم اُن مشہور اور قابل دید عمارات کا ذکر کر چکے جو شاہجہان آباد کے دہلی دروازہ سے قطب لاٹین تک دو طرفہ واقع ہین اب ہم خاص اُن عمارات کا ذکر کرینگے جو قطب اور اُسکے نواح مین موجود ہین قطب پہنچکر سیاح جان لیتا ہے کہ مین ہندوستان کے پرانے معتبر زمانہ کی سیرگاہ پر پہونچ گیا ہون۔ معتبر سندون کے مطابق یہان ایک وسیع شہر آباد تہا جسے بکرماجیت دوئم سنہ ۵۷ء مین مغلوب کیا اس زمانہ کے بعد وہ شاہی قیامگاہ نرہا اگرچہ لوہے کی لاٹ کی بابت کہنگہم صاحب کی رائے ہے کہ گپتا راجاؤن نے سنہ ۳۱۹ء مین یہ لاٹ قائم کی تہی اسکے بعد کوئی معتبر خبر اس بابت نہین کہ دہلی یا دلی کی اصلیت کیا ہے حتے کہ انگ پال نے اسے آٹہوین صدی عیسوی مین پہر آباد کیا یہ راجہ راجپوتون کی قوم تمار سے تہا کہنگہم صاحب کا خیال ہے کہ پہر اسکے بعد دہلی شاہی قیامگاہ نرہی اور روز بروز تباہ و برباد ہوتی گئی لیکن بعد کو اسی قوم کے اور اسی نام کے راجہ انگ پال دوئم نے جو اپنے اجداد سے دارالخلافہ قنوج سے نکالدیا گیا تہا پہر آباد کیا مگر پہر تہوڑے زمانہ کے بعد بارہوین صدی مین اس خاندان کے راجپوتون کی ایک اور قوم چوہان نے مغلوب کیا جسنے اُس فصیل کے آگے کچہہ اور فصیل بڑہائی جو اب مینار قطب کے گرد بنی ہوئی ہے ان کی سلطنت کو ابہی چالیس سال گذرے تہے کہ شہاب الدین غوری اور اُسکے جنرل قطب الدین نے سنہ ۱۱۹۳ء مین انہین مغلوب کیا۔

اس سرزمین مین ہندوؤن کی سابق خاندانون کی بقیہ عمارتین جنکے بعض نشانات اسوقت تک موجود ہین یہ ہین۔ لوہے کی لاٹ بڑی مسجد کے مینار لال کوٹ کی عمارت قلعہ رائے پتہورا وغیرہ وغیرہ

لال کوٹ جسے لال قلعہ بہی کہتے ہین پرتہی راج یا رائے پتہورا کا بنایا ہوا ہے جو خاندان چوہان کا آخر شخص تہا اسنے لال کوٹ (جو مینار قطب کے گرد ہے) کی بیرونی عمارت شمال مشرق کی طرف بنائی جسپر ابتک اُسکا نام لکہا ہوا ہے۔ کہنگہم صاحب کہتے ہین کہ لال کوٹ شمال مشرق کے گوشہ سے رائے پتہورا کی

دیواروں کے نشانات کا صاف صاف کھوج لگ سکتا ہے جو ایسی معلوم ہوتی ہین گویا نصف میل تک شمال کو پھیلتی چلی گئی ہین یہ دیوارین ایک مقام پر پہنچکر جنوب مشرق کو مڑ گئی ہین اور ڈیڑھ میل تک برابر یون ہی چلی گئی ہین پھر ایک میل تک جنوب کو پھر مغرب اور شمال مغرب کو تین چوتھائی میل تک جہان کہ وہ لال کوٹ سے جا ملتی ہین اور چونکہ یہ عمارت سطح مرتفع پر قائم ہے اسلیئے فصیل کی دیوارین بہت بلند ہین اور یہان سے رائے پتھورا کا قلعہ صاف نظر آتا ہے ان دونون عمارتون کا مشترک قبہ جال کے شہر شاہجہان آباد کے نصف سے زیادہ ہوگا۔

قلعہ لال کوٹ

قلعہ لال کوٹ سوا دو میل کے دَوْر مین واقع ہے اسکی دیوارین بلند اور موٹی ہین فصیلین تقریباً ۳۰ فیٹ عریض ہین مدمہ تقریباً اس سے نصف عریض ہونگے یہ دیوارین سطح خندق سے ۶۰ فیٹ بلند ہین اور تقریباً نصف حصہ شکستگی سے بچا ہوا ہے کونون پر بیشمار برج قائم ہین انکے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے برج جو جڑ کی طرف سے پھیلے ہوئے ہین اور ابتک ۳۰ فیٹ کی اونچائی تک موجود ہین یہ دو دون کی قطارون کا کام دیتے ہین مغربی حصہ جو ابتک صحیح و سالم ہے اسمین تین دروازے سو وقت تک پہنچ جاتے ہین یہ ۱۷ فیٹ چوڑے ہین جنپر کوا اڑ چڑھے ہوئے ہین

رائے پتھورا کا قلعہ

رائے پتھورا کا قلعہ اُس زمانے کا بنا معلوم ہوتا ہے جبکہ فاتح مسلمانون کے حملے شروع ہو گئے تھے جو ایک ایسے مقام پر شہر کی حفاظت گاہ کا کام دیتا تھا جہان سے حملہ آور فوج کا خوب مقابلہ ہو سکتا تھا اس کا دَوْر پرانے قلعہ سے کسیقدر بڑا ہے لیکن اُسکی نسبت یہ بچاؤ کے ڈھب کا کم ہے کہتے ہین پہلے اسکے دس دروازے تھے جنمین سے آٹھ دروازون کا ابتک سراغ ملتا ہے قلعہ کے اندرونی حصہ مین ہندوؤن کے ۲۷ مندر تھے جن کے سینکڑون مینار مسلمان فاتحون کی مسجدون کے کام مین آئے اور ابتک کھڑے ہین

لوہے کا مینار

—— لوہے کا مینار یہ بھی ہندوستان کے عجائبات مین سے ہے جنرل کننگھم کا خیال ہے کہ لوہے کی کیلی جو مسجد کے چوکور صحن مین کھڑی ہے اور جو بڑے مینار سے شمال مغربی جانب بفاصلہ ہے تمامت شدہ ہندو شہر کی پرانی باقیات سے ہے اسکا قطر ۱۶ انچ سے زیادہ ہے اور بلندی سطح زمین سے ۲۲ فیٹ ۶ انچ ہے لیکن اسکی زمین کے اندر کا حصہ جسے پہلے ۲۲ فیٹ کی ابھی زیادہ خیال کیا جاتا تھا جنرل کننگھم کی اسسٹنٹون کی دریافت سے ۱۸۷۱ء مین معلوم ہوا کہ صرف ۳ فیٹ ہے کھودنے سے معلوم ہوا کہ یہ لاٹ ایک لٹو پر ختم ہوئی ہے اور آٹھ مضبوط سلاخون سے جو بڑے بڑے پتھرون سے محفوظ کی گئی ہین اس طرح سے لگی ہوئی ہے کہ درخت کی جڑون کی طرح قدرت کی

انجنیری کا مقابلہ کرتی ہے۔ یہ یقین کیا گیا ہے کہ لاٹ کچے لوہے کی ہے نہ ڈہلے ہوئے کی اور اس طرح سے بنی ہوئی ہے کہ ادہے نے بیلنون کو تپا کر اور ہتوڑے سے پیٹ کر گول کرتے گئے ہین۔ یہ لاٹ چوٹی کیطرف سے ذرا سلامی دار ہے اور چوٹی کا تین فیٹ سے زیادہ حصہ پرتہ کنارون کا بنا ہوا ہے اس کا مختصر حال اسکے مشرقی حصہ مین سنسکرت کی چند سطرون مین لکہا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ دہاوا یا بہاوا کی یادگار مین قائم کیا گیا تہا جس نے پرنسپ کے خیال کے مطابق تیسری یا چوتہی صدی عیسوی مین سلطنت کی غزنوی حملہ آورون کے زمانہ مین ایک پیشین گوئی مشہور تہی کہ ہندوؤن کی سلطنت اسوقت تک قائم رہیگی جبتک یہ ستون برقرار رہے گا اس لاٹ مین توپ کے گولے کا ایک نشان بہی ہے کہتے ہین کہ نادر بادشاہ نے اسے فارس مین لیجانے کا ارادہ کیا تہا اوسی واسطے اسمین گولہ مارا تہا مگر مشیر قرن کی ممانعت پر رک گیا اسکی نسبت ہندو لوگ بیان کرتے ہین کہ راجہ پتہورا کو جب اپنے خاندان کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہوا تو اس نے برہمنون سے اسکے قائم رہنے کے واسطے صلاح کی برہمنون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ لوہے کا مینار زمین مین اسقدر دبائے کہ شیش ناگ کے سر مین چلا جائے تو اسکا راج ہمیشہ کیلئے قائم رہے گا اسی واسطے یہ مینار کہڑا کیا گیا یہ امر کہ کتنے عرصہ تک یہ مینار کہڑا رہا معلوم نہین ہو سکتا لیکن راجہ نے برخلاف ہدایت برہمنون کے یا تو ان کی باتون کا یقین نہ کرکے یا اس امر کے دیکہنے کے واسطے کہ یہ مینار شیش ناگ کے سر مین چلا گیا ہے کہ نہین اسکو اکہڑوا دیا اس کا انجام خون آلود تہا برہمنون نے راجہ کی خدمت مین عرض کیا کہ اب تمہارا خاندان بہت جلد تباہ ہوجائیگا اور ہندوؤن کے ہاتہون سے راج عنقریب چلا جائیگا راجہ نے اگرچہ اس لاٹ کو فوراً کہڑا کر دیا لیکن اب کیا فائدہ تہا برہمنون کی پیشین گوئی سامنے آئی اور سلطان شہاب الدین غوری نے راجہ کو بہت جلد مار ڈالا یا قید کرکے ساتہ لے گیا اسدن سے آجتک کوئی ہندو دہلی کا بادشاہ نہین ہوا اور اگر برہمنون کی پیشین گوئی کا اعتبار کیا جائے تو آیندہ کبہی ہو بہی نہین سکتا لیکن یہ ایک ایسی ہی مشہور گپ ہے اور بے اصل بات ہے جو سیاحون نے دل سے گہڑ کر مشہور کر رکہی ہے اگرچہ مورخ ہارکورٹ نے ہندوؤن کے آخری زوال کو بہی بے بنیاد روایت پر مبنی کرنا چاہا ہے لیکن غالباً یہ اس سے زیادہ لغو ہے جسے ہندوستانی سیاح بیان کرتے ہین۔

مسجد قوۃ الاسلام

ہندوؤن کی دیگر عمارات مین ستون اور بتخانے وغیرہ ہین جو ان ۲۷ مندرون سے متعلق ہین جنکو فاتح مسلمانون نے توڑ پہوڑ کر مسجد بنا لیا اس مسجد کے حالات مین فرگسن صاحب تواریخ عمارات مین اسطرح لکہتے ہین کہ ان عمارتون کے جاننے کے واسطے یہ خیال کر لینا کافی ہوگا کہ ان کے تمام ستون ہندوؤن کے بنائے ہوئے ہین اور تمام دیوارین مسلمانون کی تعمیر شدہ ہین بیشک یہ اغلب ہے کہ کل طرز عمارت مسلمانی طور پر بنائی گئی ہے کننگہم صاحب کے بیان سے

زیادہ مشرح معلوم ہوجائیگا کہ موجودہ عمارت بالکل مسلمانی ہے اور مسلمان فاتحون نے بڑی کوشش کے ساتھ اسمین مناسب تغیر و تبدل کیا ہے لیکن اسمین شبہ نہین کہ سب نہین تو اکثر عمارت ہندو مصالحون سے بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کے ستون بالکل ایسے ہی ہین جیسے آبو کے پہاڑ مین مستعمل ہوئے ہین لیکن اُنسے زیادہ خوبصورت اور قیمتی ہین اور محنت بہی زیادہ ہوئی ہے بعض جگہ سے ستون پر کی تصویرین مسلمانون کے ہان ناجائز ہونے کی وجہ سے چہیل دی گئی ہین لیکن جن مقامون پر دکہلائی نہین دین وہان ابتک معلوم ہوتی ہین۔

مغرب کی طرف بہت سی محرابین یا محرابون کے نشانات ہین جن مین سب سے بڑی محراب ۲۲ فیٹ چوڑی اور ۳۴ فیٹ اونچی ہے ان محرابون سے ۳۲ فیٹ کے فاصلہ پر ایک اور دیوار کی بنیادین ہین غالب ہے کہ مسلمانون نے ہندوون کے پرانے ستونون پر بہی چہتین ڈالدی ہون اس قسم کے بہت سے ستون ان محرابون کی پشت پر واقع ہین اور اوپر سے ایسے صاف ہین کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ ان پر چہت یا محراب بنانے کا ارادہ بہی کیا گیا ہو چونکہ اس عمارت مین ہندو معمار لگائے گئے تہے جو محراب بنانا بالکل نہ جانتے تہے اس سبب سے ہندوانی طریق پر نوکدار درے بنائے گئے ہین معمار ان محرابون کو چنتے چنتے اوپر تک لیگئے ہین اور انتہا پر دونون دیوارون کو ملاکر ایک بڑا سا پتہر رکہدیا ہے اس عمارت کی بیرونی سجاوٹ بہی ویسی ہی کی گئی ہے جیسے اندرونی ستونون پر تہی۔

یہ مسجد جسکا نقشہ اوپر بیان کیا گیا اگر مکمل ہوجاتی تو دنیا مین اپنا نظیر رکہتی اس عمارت کے سامنے کا رخ جسکی اب صرف محرابین باقی رہگئی ہین بہت ہی آراستہ تہا محرابون کی صرف شکل ہی بنا دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعمیر مین ہندو کاریگر لگائے گئے تہے جو محرابون کے بنانے سے محض ناواقف تہے۔ عمارت کے اندر جو ستون دار ۱۳۵ فیٹ کا ایک بڑا کمرہ ہے در اصل مسجد یہی تہی اور اس پر بڑی مضبوط چہت بنی ہوئی تہی جو ستونون کی پانچ قطارون پر تہمی ہوئی تہی سامنے کے دروازہ پر قطب الدین فاتح کا نام کندہ ہے جس نے سنہ ۵۸۹ ہجری مطابق سنہ ۱۱۹۳ء مین راے پتہورا کو شکست دی اور اسی سال اس مسجد کی تعمیر تکمیل کو پہونچی۔ مختلف قسم کی سنگتراشی کا کام مسجد کے اندر اور باہر کے ستونون پر کیا ہوا ہے مگر عجب تو یہ ہے کہ یہ کام ابتک نہایت صاف اور نازک ہے۔ کننگہم صاحب کا بیان ہے کہ ان ستونون پر چہت ڈالکر جو جو کمرہ بنایا گیا ہے وہ مسلمان فاتحون نے مسجد کے مشرقی دروازہ کا صحن قرار دیا تہا التمش کے زمانہ مین سنہ ۱۲۱۱ء سے سنہ ۱۲۳۶ء تک اس صحن مین بہت ایزادی کی گئی اور قطب مینار بہی اس صحن کے جنوب مشرق میں شامل کیا گیا پرانی اور نئی عمارتون کو ملاکر سامنے کا رخ ۳۸۴ فیٹ ہوتا ہے اور عرض ۲۲۰ فیٹ ہندو ستونون کی تعداد جو اول سے آخر تک اس عمارت مین کام آے چہہ سو اندازہ کیے گئے ہین مگر بعد کو

علاؤالدین خلجی نے آمین اور ایزاد کی اُس نے مشرق کیجانب کچھہ عمارت بڑہا دی اب چوڑی تو اُتنی ہی ہے جتنی پہلے
تہی مگر لمبائی نصف کے برابر ہو گئی ہے۔

قطب صاحب کا مینار۔ یہ شاندار مینار جسے ہم نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کا فخر کہہ سکتے
ہین دنیا کے سب میناروں سے اونچائی مین سبقت لے گیا ہے ۲۳۸ فیٹ سے زیادہ بلند ہے یہ نیچے سے
اوپر تک اسقدر گاؤدم ہے کہ ۴۷ فیٹ ۳ انچ کے قطر سے صرف چار انچ تک پہونچ جاتا ہے اس مینار کے پانچ
کہنڈ ہین اگر پہلے اور آخر کے کہنڈ کو ملایا جائے تو نصف مینار کے برابر ہوتے ہین اور دوسرا تیسرا چوتہا کہنڈ
ملکر باقی نصف کے برابر ہے سب سے نیچے کے کہنڈ مین چوبیس ابہروان پہانکین بنے ہوئے ہین جو بترتیب ایک ایک
نصف دائرے کی شکل مین ہین اور ایک ایک مستطیل کی شکل مین دوسرے کہنڈ مین یہ سب پہانکین گول
ہین تیسرے مین سب پہانکین نوکدار ہین چوتہا کہنڈ بالکل صاف مخروطی ہے اور پانچوان کہنڈ کچھہ تو پہانکدار
اور کچھہ صاف نیچے کے تین کہنڈون کی پہانکین اوپر سے نیچے تک ایک ہی خط مستقیم پر واقع ہین مگر برآمدے
بیچمین آجانے کے سبب پہانکین کٹ گئی ہین۔ برآمدون کے نیچے خط مینار کے گرداگرد منطقہ کی طرح واقع ہین
اور یہ شہانون کے اول زمانہ کی کیا ہی خوبصورتی سے بنے ہوئے ابہرے ہوئے ہین۔ نیچے کی تین منزلون مین گلکاری کے
عربی حروف ہین اور کہین کہین کتبے ہی لکہے ہوئے ہین اصل مین یہ آیات قرآنی ہین اور اُس فتاح کی کچھہ
صفتین ہی درج ہین جسکے جنرل نے یہ عمارت شروع کرائی تہی نیچے کی تینون منزلین سنگ سرخ کی
ہین جو غالبًا قطب الدین ایبک اور التمش کی بنوائی ہوئی ہین چوتہی منزل اور کچھہ پانچوین ہی سنگ مرمر کی ہے
جسکی فیروزشاہ تغلق نے اصلی عمارت کے ۱۲۰ برس بعد ترمیم کی نیچے کی منزل ۹۴ فیٹ ۱۱ انچ ہے اور سب سے اوپر کی منزل
۲۲ فیٹ ۴ انچ اور دونون بلندیان ملاکر ٹہیک مینار کی نصف لمبائی کے برابر ہین دوسری منزل ۵۰ فیٹ
۸ ۱/۲ انچ تیسری ۴۰ فیٹ ۹ ۱/۴ اور چوتہی منزل ۲۵ فیٹ ۴ انچ ہی یا دوسری منزل کی بلندی کے نصف کے
برابر سمجہیے۔ گنبد کا رہا سہا حصہ یعنے وہ قبہ جو پہلے کہنڈ پر بنا ہوا ہے محذوف کرکے کل مینار بقدر ۵ قطرون کی بلند ہے
اور نیچے کا کہنڈ بقدر ۲ قطر کے اونچا ہے قلمدہ کا دور کل مینار چہوٹون کہنڈون کے قطرون کے مجموعہ کے برابر ہے سنہ ۱۷۹۶ء
مین اس مینار کی بلندی ۲۴۲ فیٹ زیادہ تہی لیکن چونکہ اوپر کا حصہ بجلی کے صدمہ سے گر پڑا اسلئے فرگسن کے
خیال کے موافق ۲۰ فیٹ اور بلند کہلانے کے جب اسقدر اونچا ہو سکتا ہے قاہرہ مین حسن کی مسجد کا مینار اس
مینار سے زیادہ بلند خیال کیا جاتا ہے لیکن چونکہ یہ مینار ایک تنہا عمارت ہے اس سبب سے اُس سے زیادہ خوشنما معلوم

ہوتاہے اور صنعت اور کاریگری مین بہی تو اپنے مصری حریف پر ایسی ہی سبقت لے گیا ہے جیساکہ اپنی قسم کی اور عمارات پر

اس مینار کا بنانے والا قطب الدین ایبک ہندوستان کے غوری فتاحون کا لفٹنٹ تہا جو یہان مدت تک وایسرائے رہا اور آخر کار بادشاہ یا شہنشاہ ہوگیا تہا اس کے انتقال پر کچہہ جہگڑے کے بعد اس کا غلام شمس الدین التمش خطاب سے تخت نشین ہوا اور اس کے عہد مین مینار کی تعمیر اختتام کو پہونچی شمس الدین التمش نے مسجد کے ادہر ادہر تین در اور بڑہا دیئے اور اس لاٹ کو بہی اونچا کر کے قطب الاسلام کے واسطے موذن کے اذان دینے کی جگہ قرار دی سنہ ۱۳۶۸ع مین فیروز شاہ نے اوپر کا وہ درجہ تعمیر کرایا جواب گرا پڑا ہے آخر مین سنہ ۱۵۰۳ع مین فتح خان نے سلطان سکندر بہلول کے عہد مین اسکی مرمت کی اور اسکا حال کہدوا کر پہلے دروازہ کی پیشانی پر کندہ کرایا چونکہ بعد کو اس مین بہت سی شکستگی واقع ہوگئی تہی اسلئے حکام انگریزی نے سنہ ۱۸۲۶ع مین اسکی ساری مرمت کرائی کنگورون کی جگہ سنگین کٹہرا بہت مستحکم لگادیا اور پانچوین درجہ پر برجی کٹہرا بہت خوبصورت نصب کیا ساتوین کہنڈ کی جگہ کاٹ کی برجی لگادی تہی اور اسپر ایک پہریرا کہڑا کیا تہا مگر افسوس ہے دونون برجیان قایم نہ رہ سکین لہذا سنگین برجی کو لاٹ پر سے اُتار کر نیچے کہڑا کردیا جو ابتک گہاس کے میدان مین کہڑی ہے اور کاٹ کی برجی ضایع ہوگئی - مینار اندر سے بالکل خالی ہے اور اس مین چکر دار سیڑہیان بنی ہوئی ہین پہلے درجہ مین ۱۵۶ اور دوسرے مین ۷۸ تیسرے مین ۶۲ چوتہے مین ۴۱ پانچوین مین بہی ۴۱ سیڑہیان ہین اگر اُس ایک سیڑہی کو بہی شمار مین لایا جاے جو چہٹے درجہ کی بنیاد ہے تو کل سیڑہیان ۳۷۹ ہوتی ہین -

یہ بات سچ ہے کہ اس مینار کی بنیاد رائے پہتورا نے سمت ۱۲۰۰ بکرماجیتی مطابق سنہ ۱۱۴۳ع مین اپنے قلعہ اور مندر کے ساتہ ڈالی اور اسے کچہہ اونچا کیا کیونکہ اُسکی بیٹی بغیر درشن جمنا کے کہانا نہین کہا سکتی تہی وجہ یہ کہ وہ سورج بنسی مذہب کی پابند تہی جس کے بانیون کے خیال مین جمنا سورج کی بیٹی ہے لہذا پہتورا کی بیٹی اسپر چڑہ کر جمنا کا درشن کرتی اور اسکے بعد کہانا کہاتی جب سنہ ۱۱۹۱ع مین مسلمانون نے اس مندر کو فتح کیا تو اس مینار کی بہی تعمیر کرائی -

علاؤالدین کا پہاٹک اور امام ضامن کی درگاہ مسجد کی اُن مشرقی ایزادی عمارات کے علاوہ جنکا حال اوپر گذر چکا ہے علاؤالدین نے سنہ ۷۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۱۰ع مین قطب کی مسجد کے لئے جنوب کی طرف ایک دروازہ بنایا جسے علائی یا الہی دروازہ کہتے ہین یہ عمارت پٹہانون کے اول زمانہ کی اس طرز کو ظاہر کرتی ہے جسمین فن تعمیر انتہا کے کمال کو پہونچ گیا تہا اور جبکہ ہندو معمارون نے نہایت عمدہ و دقیق کاریگری اپنے اجنبی آقاؤن کی طرز کے موافق سیکہہ

علاؤالدین کا پہاٹک اور امام ضامن کی درگاہ

لی تہی - بیرونی ناپ سے یہ عمارت ۵۶½ فیٹ مربع ہے اور اندر سے ۳۴½ فیٹ مربع اور دیوارین ۱۱ فیٹ موٹی ہین پہاٹک دونون جانب ایک ایک بلند دروازے جسکی محرابین نوکدار ہین گویا بالکل نعل اسپ کی شکل ہین ہین سامنے کے رخ عمدہ بیل بوٹے بنے ہوئے ہین اور اندرونی دیوارین عمدہ اور لاثانی نقل کاری سے مزین ہین یہ عمارت نیچے سے مربع شکل ہے لیکن اوپر جاکر مثمن ہوگئی ہے جہان چہوٹے گنبد بہت ہی خوشنما سادے اور متناسب ہیں ہر کونے پر محراب دار طاقچے بنی ہوئی ہین پہلو کی کہڑکیان جو دروازے سے چہوٹی ہین بڑے بڑے سنگ مرمر کی جالیون سے بند کی گئی ہین پہلو کی دروازے آگے اور پیچہے کے دروازے سے نیچے ہین اور علاؤ الدین کا نام سلسلے کی اندرونی محراب کے اوپر دونون مثلثون پر لکہا ہوا ہے -

بڑے دروازے سے گذر کر امام ضامن کی درگاہ آتی ہے اس مقبرہ کے احاطہ کی چہوٹی چہوٹی دیوارین ہین اور مقبرہ کی عمارت ایک اونچے چبوترہ پر کہڑی ہے خاص قبر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور اندر کا فرش بہی سنگ مرمر کا ہے یہ مقبرہ امام ضامن نے اپنی زندگی مین ۹۴۳ھ یعنی ہمایون بادشاہ کے عہد مین بنوایا تہا

بادشاہ علاؤ الدین ہی نے قطب مسجد کے شمالی طرف ایک اور مینار ۷۱۱ ہجری مطابق ۱۳۱۱ء مین بنانا شروع کیا جو قطب مینار سے دوگنا اونچا ہوتا لیکن اثنا مین بادشاہ ایسا سخت بیمار ہوگیا کہ پہر اچہا ہی نہین ہوا اب یہ مینار خاکی رنگ کے بے شکل پتہرون کا بنا ہوا ہے اور اسکی سطح نہایت ناہموار ہے صناع کا یہ منشا ہوگا کہ اسکے گرد یا تو پلستر لگایا جائیگا یا سرخ پتہر اوپر سے مڑہے جائینگے اس کا قطر سیاسی فیٹ ہے اور اگر اس کے گرد پتہر لگایا جاتا تو دو سو فیٹ سے کم نہ ہوتا یعنے قطب کے مینار سے دوگنا قطر ہو جاتا حال مین اسکی بلندی سطح زمین سے ۰۰ فیٹ ہے زینہ کا رستہ مشرق کی طرف ہے شمال مین کچہہ بلندی پر ایک دریچہ لگا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سیڑہیون کے روشن کرنیکے واسطے بنایا گیا تہا لیکن سیڑہیان ابہی شروع نہین ہوئی تہین -

التمش کا مقبرہ - مسجد کے شمال مغرب مین سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ ہے شمس الدین التمش قطب الدین ایبک کا ایک وفادار غلام تہا جو اپنے آقا کے بعد تخت نشین ہوا اور ۱۲۳۶ء مین راہی ملک بقا ہوا اسکے بعد اسکے بیٹے رکن الدین اور بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم نے یہ مقبرہ بنوایا مقبرہ اگرچہ چہوٹا سا ہے مگر دہلی کی ہندوانی کاریگری کا ایک نہایت عمدہ اور بے مثال نمونہ ہے جو مسلمانون کے کام مین لایا گیا یہ عمارت نہایت خوبصورت ہے اور اگرچہ معمارون نے اپنے اس کام مین بعض بعض جگہ ناقابلیت بہی ظاہر کی ہے مگر مجموعی ہیئت بالکل بے مثل اور لاجواب ہے گو چہت کے ٹوٹنے سے عمارت کی وہ رونق نہین رہی مگر موجودہ مقبرون مین اسکی کوئی نظیر نہین پائی جاتی

امام ضامن کی درگاہ

مینار ناتمام

مقبرہ التمش

یہان بہی سنگ سرخ کی جگہ سنگ مرمر کا استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ اسوقت ہنرمندی اور کاریگری کے عمل کا آغاز تہا مگر بعد مین اس سے بڑے بڑے نتیجے نکلے آگرہ کی عمارت کی پچی کاری اور رنگ برنگ کی گلکاری بہی اسی نمونے تیار کی گئین اسکے مشرق کی طرف ایک طاق ہے جو پہلے مسجد کی جگہ کام آتا تہا اور گول کالمنوں مین جواہر فریم کا پتہ باقی رہگیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسپر آمدہ نما دالان کی چہت بنی ہوئی تہی۔ مغربی دیوار مین بہی ایک طاق ہے جیساکہ مسجد کی دیوارون مین اکثر ہوا کرتا ہے۔ اندر کا احاطہ جو بہت خوبصورتی اور خوشنمائی سے نقش و نگار شدہ ہے ۲۹ فیٹ مربع ہے دیوارین مثمن ہین ۶ فیٹ سے زیادہ ہین مقبرہ سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا ہے اور درمیان قبر مرکز مین زرد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے

مقبرہ ادہم خان

مقبرہ ادہم خان۔ یہ ایک بڑی عمارت ہے جو قطب کے جنوبی و غربی گوشہ مین واقع ہے ادہم خان تیموریہ خاندان کا ایک مجہول النسب آدمی بتایا جاتا ہے جو اکبر کے عہد مین باز بہادر نامی سردار کے سزا دینے کے واسطے بہیجا گیا تہا جو خاندان سور کا پیرو تہا اس سردار کی بی بی روپ متی خوبصورتی مین مشہور تہی اور شاعرہ بہی اعلے درجہ کی تہی ادہم خان نے جب باز بہادر کو شکست دی تو اُسکے دارالخلافہ سرنگپور پر قبضہ کرلیا اور بیگم سے ملنے کی درخواست کی روپ متی چونکہ فتح ادہم خان سے انکار نہ کرسکتی تہی اسلیے اندر آنے کی اجازت دی ادہم خان جب اسکے کمرے کے قریب پہونچا تو دیکہا کہ ریشمی لباس اور زر و جواہر پہنے نقاب اتارے زہر کا پیالہ لیے ہوئے ٹہنڈی اور مردہ پڑی ہے ادہم خان وہان سے پلٹ آیا اور کچہہ عرصہ کے بعد آگرہ واپس کر بادشاہ کی انا کے خاوند شمس الدین محمد خان سے لڑپڑا اور اکبر کے دیوان عام مین اسکو مار ڈالا بادشاہ فوراً جاگ پڑا اور اپنے خلوت خانہ سے جو قریب ہی تہا باہر نکل آیا جب قاتل بادشاہ کی طرف معافی مانگنے کی غرض سے آیا تو اکبر نے مُکا مار کر اُسے گرادیا اور حکم دیا کہ جس چبوترہ پر ہم کہڑے ہین ہمین سے اُسے سرنگون کیا جاے چنانچہ ایسا کیا گیا اور کمبخت ادہم خان مرگیا اسکی مان بیٹے کے رنج مین ایک مہینے بعد مرگئی اور بادشاہ نے دونون کو اسی جگہ دفن کیا جس مقبرہ مین یہ دونون مان بیٹے مدفون ہین بہت بڑا اور سیدہا سادہا ہے۔ جہان آج ایک انگریزی افسر رہتا ہے

مقبرہ سلطان غوری

سلطان غوری کا مقبرہ۔ یہ عمارت قطب کے مغرب مین واقع ہے اور اُس سڑک سے چار میل کے فاصلہ پر ہے جو سیدہی محمود پور کو جاتی ہے۔ مقبرہ کی عمارت قابل دید ہے جس کی لمبی لمبی دیوارین بغیر چونے یا گارے کے ابتک کہڑی ہین سلطان غوری سلطان شمس الدین التمش کا بیٹا تہا جس نے ۱۲۱۱ء سے

لیکر سنہ ۱۲۳۶ھ تک نہایت آزادی کے ساتھ سلطنت کی۔ عمارت بڑی دلچسپ اور قابل غور ہے اور عموماً سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے جو پٹھانون کے اول زمانہ کی ایک عمدہ مثال ہے۔

تغلق آباد۔ قطب صاحب سے مشرق کی طرف تقریباً چار میل چلکر تغلق آباد کی خوشنما عمارتین نظر آتی ہین جو چودھوین صدی کے شروع مین تغلق غازی خان نے جو ایک کامیاب اور نامور فوجی افسر تہا اور جسنے خاندان خلجی کو شکست دی تہی بنوائی تہین جنرل کہنگہم صاحب ان عمارتون کے متعلق بیان کرتے ہین کہ تغلق آباد کا قلعہ کچہہ صداقت کے ساتہ نصف مسدس شکل کا کہا جا سکتا ہے جسکے تین ضلع ہین اور ہر ایک ضلع تین چوتہائی میل سے زیادہ ہے۔ قلعہ کا کل دور ایک فرلانگ کم چار میل ہوگا یہ قلعہ ایک بڑی پہاڑی پر کہڑا ہے اور ایسے بڑے بڑے پتہرون سے بنا ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی پہاڑی کو تراش تراش کر عمارت بنائی گئی ہے بڑے سے بڑا پتہر جو مین نے بچشم خود دیکہا ۱۴ فیٹ لمبا دو فیٹ ۲ انچ چوڑا اور ایک فیٹ پانچ انچ موٹا تہا اور بالضرور چہ من سے زیادہ وزنی ہوگا اسکے شمال مغرب اور مشرق کی طرف ایک نہایت عمیق خندق ہے اور لمبے رخ پر جو جنوب کی جانب ہے، پانی کی ایک بڑی چادر گرتی ہے جو اس پشتہ پر سے گذرتی ہوئی آتی ہے جس کا رخ جنوب مشرق کی جانب ہے قلعہ کی دیوار ڈہلوان ہے اور پہاڑی مین گئی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس دیوار کی بلندی سلامی کے اوپر سے چالیس فیٹ ہے اور اوپر کی منڈیر سات فیٹ اونچی ہے اسکے پیچہے ایک اور دیوار ہے جس کا ارتفاع پندرہ فیٹ سے کچہہ بلند ہے نیچے کی سطح سے سلامی کے موقع تک کل بلندی ۹۰ فیٹ سے زیادہ ہوگی جنوب مشرق کے زاویہ مین ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے جو کسی زمانہ مین بہت پُر رونق ہوگا فصیل کی دیوارین معمولی طور سے محرابدار اور درون قائم ہین جن مین قلعہ کی فوج رہا کرتی تہی ان دیوارون مین روشندان بنے ہوئے ہین تاکہ اُن سپاہیون کو جو اس مین سکونت پذیر تہے انکے ذریعہ سے روشنی اور ہوا پہونچ سکے۔

تغلق آباد کا قلعہ اپنے بڑے اور مضبوط ہونے اور ظاہرا اٹہوس معلوم ہونیکی وجہ سے بڑی شان و شوکت کا قلعہ معلوم ہوتا ہے اور اُسکی صورت سے اسوقت خوف و ہیبت کے آثار نمایان ہوتے ہین اسکے تیرہ دروازے ہین اور بہت سے بیٹہک کے شاندار مکانون کے نشانات پائے جاتے ہین بڑی بڑی عمارتون کے علاوہ جامع مسجد دیوان خانے وغیرہ کہنڈرات مین جنمین سات تالابون کے

آثار دکہائی دیتے ہین۔

یہ عمارت تغلق شاہ کے عہد سنہ ۱۳۲۱ء مین بننی شروع ہوئی اور دو سال کے عرصہ یعنے سنہ ۱۳۲۳ء مین تقریبًا اسقدر اختتام کو پہونچگئی تہی جسقدر کہ اب ہے اس کا رقبہ شاہجہان آباد کے رقبہ کے مساوی ہے، اور اندر سے کہلا ہوا میدان ہے جس کا محیط پانچ میل سے زیادہ ہے، اب چہار دیواری کے اندر بجز ایک کنوئین کے جو سخت پہار مین اسی فیٹ گہرا کاٹ کر بنایا گیا تہا اور تغلق شاہ کے خاص دیوان خانہ کے کہنڈرات اور ایک ڈراونی باولی کے اور کچہہ نہین ہے، تغلق شاہ انتقال کے بعد اپنے اس نامتمام شہر کے بڑے دروازے کے سامنے تقریبًا تین سَو گز کے فاصلہ پر اسجگہ دفن ہوا جو اب مقبرۂ تغلق شاہ کے نام سے نامزد ہے یہ مقبرہ اُس زمانہ کی عمارتون کے لحاظ سے نہایت نفیس اور خوبصورت مقبرہ ہے قبر کے گرد ایک چہوٹا سا قلعہ اس قسم کا بنگیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہی بڑے قلعہ سے متعلق ہے اس باب مین مورخین کا اختلاف ہے کہ اس مقبرہ کا اصل بانی کون تہا مسٹر فرگسن صاحب کہتے ہین کہ جب بہادر تغلق شاہ نے نئی دہلی کی بنیاد ڈالی تو اُس نے ایک مقبرہ اس مضبوط عمارت مین بنایا جو ایک مصنوعی جہیل مین واقع ہے اس مقبرہ کے ڈہلوان دیوارین اور یونانی مضبوطی مع اُن بڑے بڑے برجون کے جو اسکے گرداگرد ہین اس بہادر کے مقبرہ کو بیمثل ثابت کر رہی ہین۔ کہنگہم صاحب نے لکہا ہے کہ اسی بادشاہ نے اس قسم کا لیکن اس سے بہت بڑا مقبرہ ملتان مین بنوایا تہا جسے تیار ہونیکے بعد اس زمانہ کے کسی پاکدامن شخص کو بخشدیا مقبرہ خود بہی مربع شکل ہے اور اُسکے احاطہ کی دیوارین بہی ایسی ہی معلوم ہوتی ہین اسکی بلندی سطح زمین سے گنبد دار چہت کی چوٹی تک ستر فیٹ ہے اور دس فیٹ کا لمبا کلس اس سے علیحدہ ہے۔

مقبرہ تغلق

ان دونون مورخون کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ خود تغلق شاہ اس مقبرہ کا بانی ہے لیکن ہندی مورخون نے نہایت وثوق کے ساتہہ بیان کیا ہے کہ یہ مقبرہ سلطان غیاث الدین تغلق کے فرزند ملک فخر الدین جونا کا بنایا ہوا ہے جسے سلطان نے اپنی زندگی مین الغخان کا خطاب دیکر اپنا ولیعہد مقرر کیا تہا اور سلطان کے انتقال کے بعد اُس نے اپنا لقب سلطان محمد تغلق شاہ رکہا تہا یہ عمارت سنہ ۷۲۵ھ ہجری کے بعد بنی ہے جسے اب پانسو سینتیس ۵۳۷ برس کا عرصہ گذرتا ہے۔

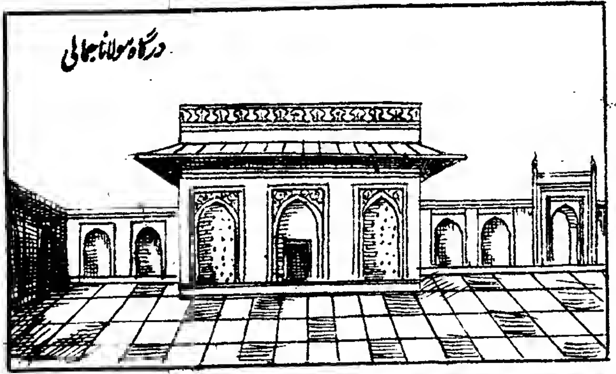
درگاہ مولانا جمالی

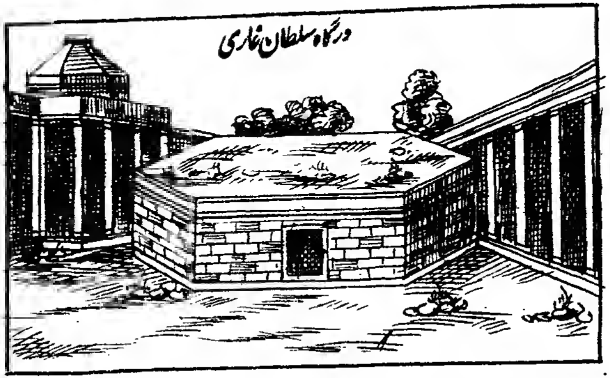
درگاہ سلطان غاری

درگاہ خواجہ قطب صاحب

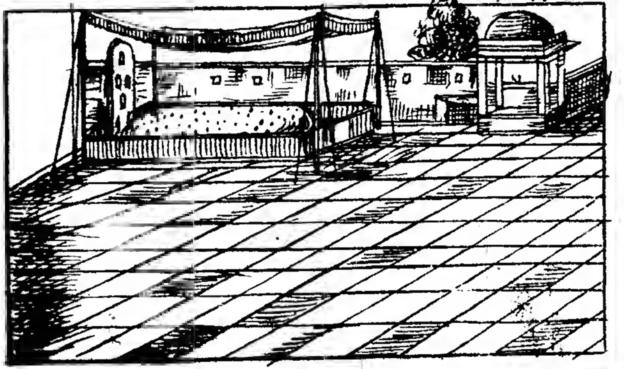

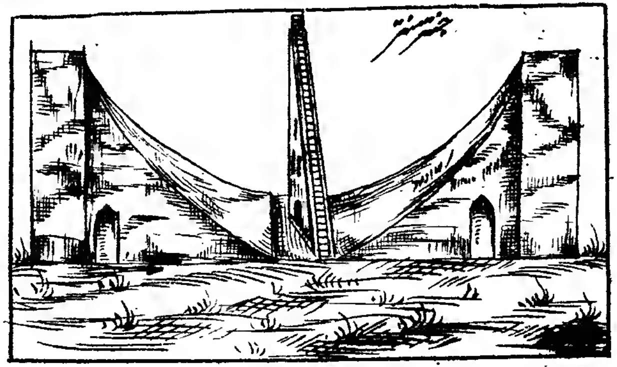
جنتر منتر

قلعه تغلق آباد

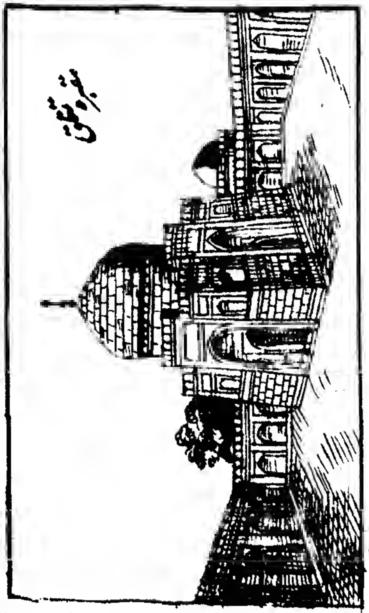
مقبره تغلق

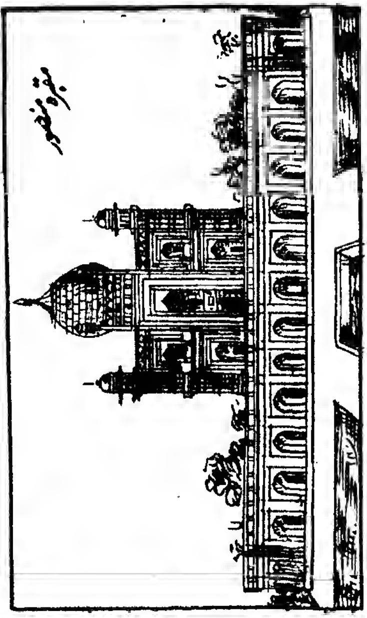

الغرض مقبرہ کا بانی کوئی ہی ہو لیکن مقبرہ نہایت خوبصورت اور بیمثل عمارت ہے اسکے چارون طرف بلند دروازے ہین جنکی محرابین نہایت خوبصورت اور نوکدار ہین اور کنارون پر عجیب قسم کی گل کاری کی ہوئی ہے ۔ بہین جگہ جگہ سنگ مرکی پچی کاری سے بڑی آراستگی ہوگئی ہے چاردیواری اندر باہر سے سنگ سرخ کی ہے اور تمام برج سنگ مرمر کا ہے برج کے اوپر سنگ سرخ کا کلس لگا ہوا ہے جو اوپر کی جانب سے تہوڑا سا ٹوٹ ہی گیا ہے برج مین تین قبرین ہین پہلی قبر جو گنبد کے بیچون بیچ ہین ہے سلطان غیاث الدین تغلق کی ہے اور دوسری قبر اسکی بیوی کی جو مخدومہ جہان کے خطاب سے مشہور تہی تیسری قبر کے بارے مین مورخون کا اختلاف ہے ایک یورپین مورخ کہتا ہے کہ وہ اُس کے بیٹے سلطان محمد تغلق کی قبر ہے لیکن باوجود تحقیق کے مجہے کسی معتبر تاریخ سے معلوم نہین ہوا کہ وہ کسکی قبر ہے عجب نہین کہ سلطان محمد تغلق کی ہو اور اگرچہ سلطان محمد تغلق شاہ نے ۷۵۲ھ ہجری مین دریائے سندہ کے کنارے انتقال کیا ہے لیکن کچہہ عجب نہین کہ اُس کی لاش یہان لاکر دفن کی گئی ہو ۔

درگاہ مولانا جمالی

درگاہ مولانا جمالی رحمۃ اللہ علیہ ۔ مولانا جمالی شعرائے نامی اور اولیائے ہند کی بسیط فہرست مین ایک بڑے معزز اور ممتاز شخص ہین جنکے ذاتی کمالات اور مذہبی اقتدارات اسقدر مشہور اور زبان زد خاص و عام ہین کہ محتاج بیان نہین آپکی درگاہ قطب صاحب کی لاٹ کے قریب ہی راجون کی بائین کے متصل ایک سطح مرتفع پر واقع ہے ۔ درگاہ اگرچہ چونہ اور پتہر کی بنی ہوئی ہے لیکن اسپر کاشانی چینی کا کام بالخصوص درگاہ کے اندرونی حصہ مین چارون طرف ایسی خوبصورت اور نازک منبت کاری کی گئی ہے اور ایسے لطیف بیل بوٹے لگائے گئے ہین کہ دیکہتے ہی جی پہڑک اُٹھتا ہے سی چونے کی منبت کاری پر ذیل کے اشعار نہایت خوشخطی کیساتہ لکہے ہوے ہین چونکہ یہ اشعار آپ ہی کے زور قلم اور عالی دماغی کا نتیجہ ہیں اسلیے اُنہین بجنسہ نقل کرتا ہون ۔ اشعار ۔ اگر بکفر کشد سر سیاہ کاری ما ۔ بود بعفو تو چشم امیدواری ما ۔ بہ آستان تو شرمندہ سگان توایم ۔ کہ شب ترا زندار د باہ وزاری ما ۔ اگر بہ پردۂ رازی تو محرمی یابم ۔ فقر بہ فخر نماید بہ پردہ داری ما ۔ بخاک کوے تو در چشم مردمان خواریم ۔ بنزد اہل نظر عزت است خواری ما ۔ ز ابر لطف تو شد ناپدید گرد گناہ ۔ ولیک شستہ نشد داغ شرمساری ما ۔ بروز ہجر تو در بیکسی و تنہائی ۔ بجز غمت نرسد کس بغمگساری ما ۔ جمالیا بدیار النجاے آر ۔ کہ ہست بر در دلدار رستگاری ما ۔ ایضاً ۔ زحد گزشت بعشق تو بیقراری ما ۔ امید ہست کہ رحم آوری بزاری ما ۔ جمال عفو تو گر مدعی برون نقاب ۔

اگر نہ روئے نمودے گناہگاری ما ۔ اگرچہ در خور قہریم از گنہ گاری ۔ بود بلطف تو چشم امیدواری ما ۔
بہ عزت جبروت و بحرمت ملکوت ۔ رسیم گر بفرازی بخاکساری ما ۔ اگر بہ پردۂ راز تو پردہ وار شویم ۔ فرشتہ را
نسزد حاجبے پردہ داری ما ۔ زریک ترشح ابر کرم فرو شوئی ۔ عتاب جرم ز رخسار شرمساری ما ۔ نظر بسوئے
جمالی فگن ز روئے عطا ۔ مبین بجانب سستی و خامکاری ما ۔

حضرت مولانا جمالی کی وفات سنہ ۹۴۲ ہجری عہد ہمایون شاہ مین ہوئی چنانچہ "خسروے ہند" سے جو آپکے تاریخی مصرعہ کا ایک جزو ہے سنہ ۹۴۲ نکلتے ہین اور اسی سنہ مین آپکی یہ درگاہ تعمیر ہوئی۔

مسجد جمالی

اسی درگاہ کے پاس ایک نہایت خوبصورت اور بڑی شان و شوکت کی مسجد ہے۔ یہ مسجد بہی گو صرف چونہ پتہر سے سادی وضع مین بنائی گئی ہے لیکن خوشنمائی اور دلکشائی مین بے مثل ہے باوجود تحقیقات کے کسی تاریخ سے اس بات کا پتہ نہین چلتا کہ یہ مسجد کس زمانہ مین تعمیر ہوئی اور اسکا اصل بانی کون شخص تہا مگر اجتہادی قیاس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اسکی تعمیر درگاہ کے ساتہ ساتہ ہوئی ہے اور چونکہ اس کا نقشہ ہمایون بادشاہ کی عہد کی عمارتون سے بہت ملتا جلتا ہے اس قرینہ سے کہا جا سکتا ہے کہ اسکی تعمیر عہد ہمایون مین ہوئی اگرچہ اسوقت یہ مسجد نہایت ویران اور غیر آبادی مین ہے لیکن اگلے زمانہ مین بہت بڑی آبادی مین واقع تہی کیونکہ کسی زمانہ مین قطب کی آبادی کا مرکز یہی مقام کہا جاتا تہا اور آبادی کی وسعت یہان بہت کچہہ تہی جیسا کہ اُن عظیم الشان حویلیونکے کہنڈرات سے معلوم ہوتا ہے جو اب بہی ٹوٹی ہوئی پڑی ہیں۔

مقبرہ سلطان غازی

مقبرہ سلطان غازی۔ یہ مقبرہ قطب صاحب سے دو کوس کے فاصلہ پر جانب غرب مین واقع ہے جسے سلطان شمس الدین التمش نے سنہ ۶۲۰ ہجری مین تعمیر کرایا اس مقبرہ مین چار دلفظ مکانات اور غرب کی جانب سنگ مرمر کی ایک مختصر سی نہایت خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے مقبرہ کے عین وسط مین ایک غار ہے جسکی تہ تک پندرہ سیڑہیان اُترکر پہونچ سکتے ہین غار کے اندر بہت سے مضبوط اور خوبصورت ستون کہڑے ہین جنپر مقبرہ کی چہت ٹکی ہوئی ہے اسی غار مین حضرت سلطان غازی رح کی قبر شریف ہے۔ غار کی چہت پر ایک مثمن چبوترہ بنایا گیا ہے جسکی کرسی سنگ مرمر سے دی گئی ہے چبوترہ کا ارتفاع چار فیٹ ساڑے سات انچ ہے اور ہر ضلع پندرہ فیٹ ڈیڑہ انچ کا ہے اس حساب سے چبوترہ کا کل دَور ایک سو اکیس فیٹ کا ہوتا ہے۔ اسی چبوترہ مین شرقی

جانب سات سیڑھیان بنی ہوئی ہین اور جنوب کی طرف غار مین جانے کا دروازہ ہے۔
لوگون کا بیان ہے کہ اگلے زمانہ مین یہ دروازہ بند تہا اور لوگ صرف چبوترہ کی زیارت کرکے چلے جاتے تہے لیکن جب بہادر تغلق کا دور دورا ہوا تو اُس نے یہ دروازہ کہلوا دیا اور لوگ اندر جاکر زیارت کرنے لگے۔ غار کا دروازہ بہت چھوٹا اور تنگ ہے پیمایش کی گئی تو معلوم ہوا کہ صرف ایک فیٹ گیارہ انچ کا دہن اور زمین فیٹ نو انچ کا ارتفاع ہے

مقبرہ کا دروازہ بڑا خوشنما اور خوبصورت بنا ہوا ہے سنگ مرمر کی چوکہٹ لگی ہوئی ہے اور محراب سنگ سرخ کی قائم کی گئی ہے درگاہ کی چار دیواری بہت کرسی دیکر بلند کی گئی ہے اور سب سنگ خارا سے ترشی ہوئی بنائی گئی ہے۔ چارون کونون پر چار برج ہین اور شرق کی طرف دروازہ قائم ہے کرسی تک تو سنگ خارا لگا ہوا ہے اور اس سے اوپر مع دروازہ اور چوکہٹ سنگ مرمر کا ہے دروازہ اسقدر مرتفع ہے کہ بائیس سیڑھیان چڑھکر اس مین پہونچتے ہین۔

چوتھا باب بزرگان دین کے مزارات وغیرہ

یہ عنوان اسقدر وسیع ہے جسکی تفصیل و توضیح کے لئے ایک بڑا طویل دفتر درکار ہے مگر چونکہ مجھے اختصار مدنظر ہے اسلئے مزارت کا ذکر کرکے کتاب کو ختم کرتا ہون۔ شاہجہان آباد دہلی کی مشہور کہڑکی فراشخانہ کے باہر تہوڑی دور کے فاصلہ پر غربی جانب مین ایک بڑا وسیع قبرستان پڑتا ہے جہان مسلمانون کی ہزارون پختہ اور خام قبرین دور تک نظر پڑتی ہین ان ہی قبرون کے بیچ مین حضرت **خواجہ باقی باللہ** قدس اللہ سرہ کا مزار مبارک ہے جو اب بہی عام زیارتگاہ اور مرجع خلائق تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ مزار ایک مرتفع زمین پر آسمان کے نیچے واقع ہے جسے قد آدم سے زیادہ چہار دیواری محیط ہے مزار سرتاپا چونہ کا ہے اور اسپر کوئی چہت یا گنبد وغیرہ نہین ہے۔ اس مقدس و پاک مزار پر ایک عجیب بات دیکہی جاتی ہے کہ باوجودیکہ ہر وقت آفتاب کی تیز و آتش انگیز شعاعین پڑتی ہین مگر مزار ہمیشہ سر رہتا اور خنکی ٹہنڈک چہونے سے محسوس ہوتی ہے مزار سے وہ فیض و برکت کے آثار نمایان ہین کہ بیان سے باہر اور تحریر و تقریر سے خارج ہین۔ چہار دیواری کے اندر چونے پتہر کی ایک مسجد واقع ہے اگرچہ یہ مسجد اسقدر وسیع نہین ہے مگر خوبصوتی اور نزاکت مین ہزار دو ہزار مین نہین تو سو دو سو مین ایک ہے۔
حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے حالات کمال اشتہار کی وجہ سے محتاج بیان نہین ہین

آپ کی نسبت مشائخ اور مورخین کے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ تمام مشائخ دہلی اور طبقہ علما مین کوئی شخص ایسا نہین گزرا جو علمی فیاضی۔ جود وسخا ترک حظ نفس توکل و قناعت زہد و اتقا مین آپکا دعویدار ہو اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات مین آپکا شریک ہو بھی تو اس کا یہ دعوی قطعی طور پر درست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد و اتقا اور تصرفات و کرامات مین بھی آپ سے افضل یا برابر ہوگا۔ آپکی خداترسی تواضع و بردباری اور سب سے بڑہکر عظمت و کرامت اسدرجہ شہرت پکڑ گئی تہی کہ بڑے بڑے ارباب کمال دور دور سے حاضر خدمت ہوتے اور آپکے تلامذہ و مریدون کے حلقہ مین شریک ہونے کو مایہ اعزاز و افتخار سمجھتے تھے گو آپکے چہرہ سے نورانی عظمت و جلال ہر وقت پڑا برستا تہا اور وہ شان و شوکت اور رعب و دبدبہ نمایان تہا جس سے دیکھنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تہی لیکن آپ تواضع و انکساری مین بہت بڑہے ہوئے تہے آپ ہر شخص سے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور ستودہ صفات اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی جو اس عہد مین افضل الفضلا اور تاج المحدثین کے لقب سے پکارے جاتے تہے اور حضرت شیخ سلیم سیکری قدس اللہ سرہ آپکے معاصرین مین سے ہین چنانچہ خافی خان مولف منتخب اللباب نے جہان ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے اولیا و مشائخ اور علما و فضلا کا ذکر کیا ہے اُن کی فہرست مین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور جناب شیخ سلیم سیکری قدس سرہ کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ کا بھی ذکر کیا ہے اور آپکے حالات زندگی پر ریویو کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ عہد اکبری مین ایک بڑے پیشوائے مذہبی اور مقتدائے زمان تسلیم کیے جاتے تہے خود اکبر بادشاہ اور اُسکے اُمرائے دولت آپکی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے اور سختی دستگی کے وقت طالب دعا ہوتے تہے۔ آپکے صفات ذاتی و کسبی اور خوارق و کرامات تحریر و تقریر سے خارج تہے اور روحانی و ذہنی ملکات کے علاوہ علوم نقلی کا کافی حصہ رکھتے تہے۔

آپکا انتقال سنہ ۱۰۱۲ ہجری مین ہوا جیسا کہ ذیل کے اُن اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو آپکی درگاہ کے جنوبی دروازہ پر بطور کتبہ لکھے ہوئے ہین ؎ خواجہ باقی آن امام اولیا ٭ عارف باللہ اسرار نہفتہ نکہت بستان سر انبیا ٭ از نہال جعفری خوش گل شگفت ٭ چونکہ بد مشرب فنا اندر بقا ٭ محو حق گشتہ ز اسرار صفت ٭ رخت بستہ زین سرائے بے بقا ٭ چون ندا ارجعی از حق شنفت ٭ سال تاریخ

وصالش خسروے ؛ باقی باللہ نقشبند وقت گفت ؛ آپکے مزار مبارک کے سرہانے ایک اونچی دیوار ہے جس مین بہت سے چہوٹے چہوٹے طاق چراغون کے لئے بنے ہوئے ہین اوراسی پر ایک بڑا قصیدہ لکہا ہوا ہے چونکہ وہ قصیدہ نہایت دلچسپ اور معنے خیز ہے اور قطع نظر دلچسپی کے اسمین آپکی زندگی کے اکثر واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسلئے پورا قصیدہ نقل کیا جاتا ہے

قبلۂ ارباب معنے کعبۂ اصحاب دین ؛ مظہر فیض الہی صاحب علم الیقین ؛ حامی دین نبی اکمل امام المتقین ؛ مورد فضل گرامی آل ختم المرسلین ؛ کاشف اسرار مطلق واقف علم الیقین ؛ محو ذات اقدس و باللہ باقی بالیقین ؛ غوث اعظم عروة الوثقی رب العالمین ؛ قطب ارشاد جہان ہم معنے حق الیقین ؛ کامل عالی طریقہ مہدی راہ متین ؛ بحر عرفان الہی مقتدائے العارفین ؛ راضی و مرضی حق بر ذات شان او متین ؛ این کرامت ہست از محبوب رب العالمین ؛ نور بر بیچون بر جبینش تافت از حق المبین ؛ شد زمین لیتش روشن قلوب المومنین ؛ کے توانم گفت مدح آن خلاصہ واصلین ؛ ہست ذات خواجہ باقی مرحمت للعالمین ؛ نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقین ؛ مرجع انس و ملک از فضل رب العالمین ؛ خواجگی آئینہ شد مرشدان شاہدین ؛ ایک مشرب اولین وہم بہار آخرین ؛ چون کمالش وصل دائم بود معنے دلنشین ؛ شد وصال غیب او آخر بعمر اربعین ؛ وان ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین ؛ از وفات قطب ادوران تکیہ گاہ مسلمین ؛ ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق و یقین ؛ حاجتش گردد روا ہم مقصد دنیا و دین ؛ عاجز و عاصی بدرگاہش ہمی ساید جبین ؛ تا بیابد نظر رحمت ہم نجات یوم دین ؛ باز نازل رحمت رضوان رب العالمین ؛ بر محمد خواجہ باقی ز اولیائے مقبلین ؛

قدم شریف

حضرت خواجہ باقی باللہ کی درگاہ سے آگے بڑہکر قدم شریف کی اونچی اونچی فصیلین نمودار ہوتی ہین قدم شریف کی سرزمین گو کوٹلہ مین داخل نہیں مانی جاتی مگر مورخین کا بیان ہے کہ فیروز شاہ کے شہر کی حد وسعت یہانتک پہیلی ہوئی ہتی چنانچہ فیروز شاہ کے وقت کی بنی ہوئی فصیل جو اس احاطہ کے گرد موجود ہے اس امر کی کافی شہادت دیتی ہے ۔ اُس صدی کا سنگین نمونہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمارت خاص فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہے ۔ احاطہ کے اندر ایک چہوٹی سی درگاہ ہے جو سرتاپا پتہر کی بنی ہوئی ہے اور اوپر سے سفید چونہ لیا ہوا ہے گویا چہوٹے چہوٹے ستونونکے

ایک مقبرہ ہے جہاں فیروزشاہ کا فرزند رشید شاہزادہ فتح خاں مدفون ہے جس نے سنہ ۱۳۷۶ عیسوی میں انتقال کیا اسی شہزادہ کی قبر پر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم لگا ہوا ہے جسکی نسبت مختلف روایتیں لوگوں کی زبان زد ہیں اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ صادر ہوا تھا اور ایک پتھر پر آپکا نقش پا ہوگیا تھا مگر مجھے باوجود تحقیقات کے کسی قدیم و جدید تاریخ سے ہر بات کا سراغ نہیں لگا غرضکہ یہ قدم فیروزشاہ کے عہد سلطنت میں حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت مکہ معظمہ سے لائے تھے اور فیروزشاہ نے اسے تبرک سمجھکر اپنے پاس رکھا تھا مگر جب سنہ ۷۷۶ ہجری میں شہزادہ فتح خاں کا انتقال ہوا تو اس نے اس قدم مبارک کو اسکی چھاتی پر لگا دیا اور مزید احتیاط کے لئے قبر کی ہر چہار طرف سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت اور شاندار کٹہرا بنوا دیا اب لوگ اس میں پانی بھر دیتے ہیں اور قدم مبارک دہوکر تبرکًا لوگوں کو دیتے ہیں بلکہ دور دور لیجاتے ہیں ربیع الاول کی ابتدائی تاریخوں میں بارہویں تک یہاں بڑی دہوم سے میلا لگا کرتا ہے بالخصوص بارہویں کو تو بہت ہی دہوم ہوتی ہے کثیر مخلوق جمع ہوتی اور ہزاروں فقرا اور ملنگ آکر دہمال کرتے ہیں۔

شہزادہ فتح خاں کے مقبرہ کے گرد بہت سے مکانات مدرسہ مسجد فیروزشاہ کے بنائے ہوئے ابتک موجود ہیں اور چار دیواری کے متصل باہر کی جانب فیروزشاہی تالاب بنا ہوا ہے لیکن اس کا بہت سا حصہ منہدم ہوچکا ہے اور روز بروز منہدم ہوتا جاتا ہے الغرض جسقدر قدیم عمارتیں یہاں نظر آتی ہیں سب فیروزشاہ کی بنائی ہوئی ہیں ایک یورپین مورخ کہتا ہے کہ قدم شریف کا مقبرہ جو مربع ستونوں پر کھڑا ہوا ہے اسکی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زمانہ میں ہندوں کا ایک بڑا مندر ہوگا مسلمانوں نے اُسے توڑ پھوڑ کر مقبرہ و مسجد اور مدرسہ کا مکان بنالیا ہے۔

درگاہ حسن رسول نما

قدم شریف سے شمال مغرب کی طرف ایک سیدہی سڑک پہاڑ گنج کو جاتی ہے جب آپ پہاڑ گنج کی انتہائی سڑک پر پہونچ جائینگے تو وہاں سے قریبًا ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر حضرت سید حسن رسول نما کی درگاہ نظر پڑیگی یہ حضرت بھی اولیائے ہند اور عظام مشائخ میں ایک بڑے پایہ کے شخص تھے جنکے حالات اسقدر مشہور ہیں کہ دہلی کا ادنے ادنے آدمی اُن سے روشناس ہے یہی وہ بزرگوار ولی اللہ ہیں جنکے وہبی و اکتسابی علوم کا سمندر ایک زمانہ میں بڑے زور شور سے چاروں طرف ابل کر بہہ رہا تھا جس نے اپنی شادابی سے ایک عالم کو سرسبز و لہلہار کہا تھا آپکے روحانی و ضمیری

قدم شریف

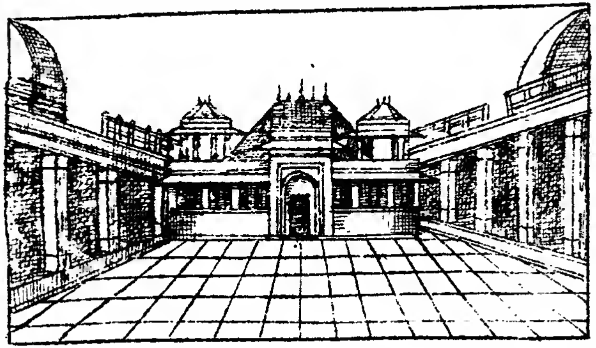

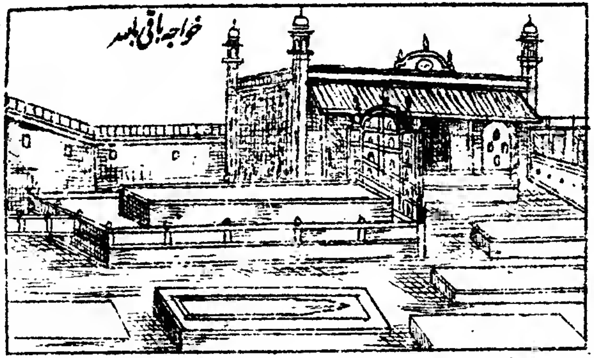

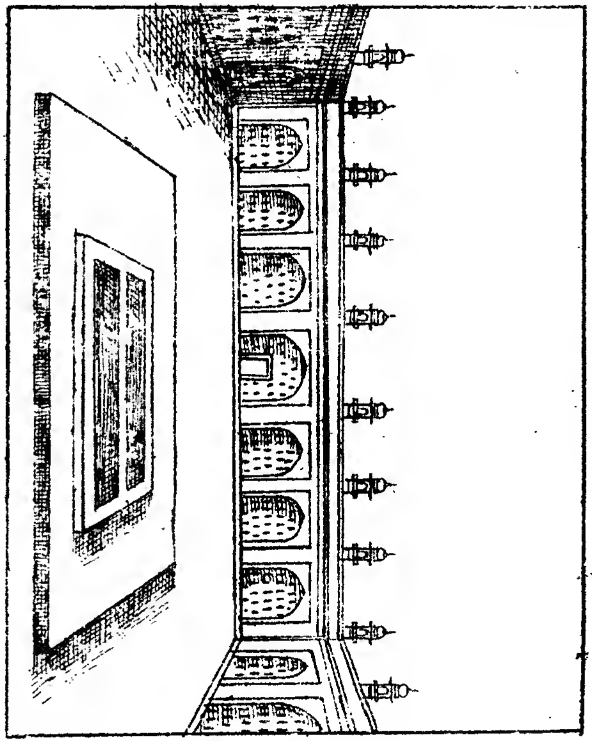

درگاہ سید حسن رسول نما

مدرسہ غازی الدین حیدر

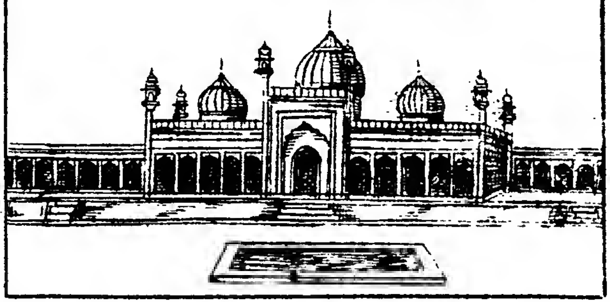

کلاں مسجد

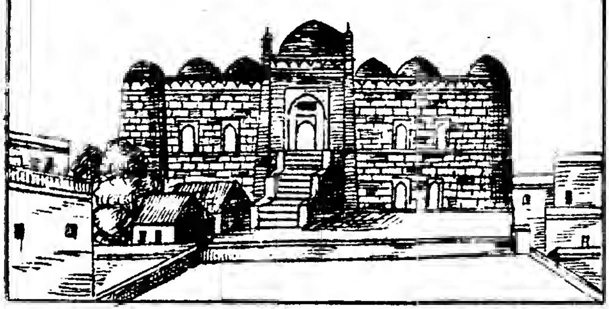

شاہ ترکمان

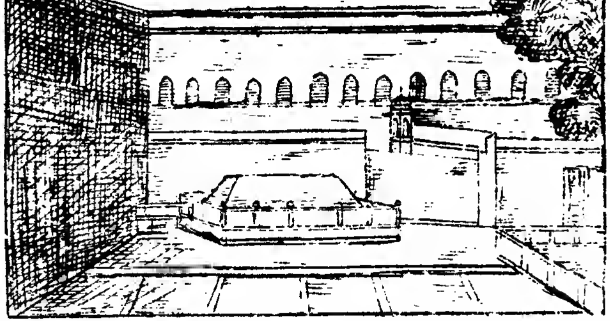

درگاہ شاہ غلام علی صاحب

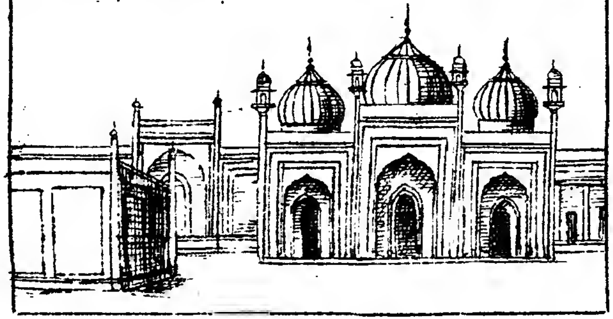

جوہر اپنے میں ممتازیت کی گہری تہ رکھتے تہے اور تمام باطنی وظاہری علوم میں قابل انتخاب سمجھے جاتے تہے آپکے حالات زندگی اور کرامات و تصرفات کے اصلی واقعات مشائخ کے تذکروں میں جستہ جستہ مذکور ہیں چنانچہ خزینۃ الاصفیا اور تذکرہ مشائخ دہلی مین آپکے واقعات زندگی اس کثرت کے ساتھ لکھے گئے ہیں جس سے زیادہ لکھنا ممکن نہیں لہذا مین اُن حالات کو قلمبند کرکے اپنی کتاب کو طول دینا نہین چاہتا جن حضرات کو زیادہ حالات دریافت کرنے ہوں وہ ان کتابون کا مطالعہ کرین رسول نما آپکا لقب تہا اور اس لقب سے مشہور ہونیکی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ آپکو جناب رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ تقرب حاصل تہا کہ جسے چاہتے تہے حضور کی زیارت سے مشرف کرا دیتے تہے اور چونکہ یہ بات آپکی نسبت بہت کچھہ مشہور ہوگئی تہی اسلئے آپ رسول نما کے لقب سے پکارے جاتے تہے۔ آپکا مزار زیر آسمان ہے یعنے کسی چہت یا گنبد کا اُسپر سایہ نہیں ہے اور مزار شریف کے سرہانے یہ شعر کندہ ہے۔

حسن رسول نما افتخار آل حسن   اویس قرنی ثانی و ثالث حسنین

آپکے مزار شریف کی تقسیم ظاہر کرنے کے لئے وہانکی عمارات کا پورا نقشہ دکہایا جاتا ہے جس سے اسکی اصلی خوبی عمدہ طور پر ظاہر ہو سکتی ہے۔

حضرت سید محمود بحار کا مزار۔ یہ مزار شاہجہان آباد دہلی سے قریباً چار کوس کے فاصلہ پر بارہ پلے کے متصل موضع کیلوکہڑی کے محاذات مین واقع ہے اگرچہ بلحاظ عمارت یہ موضع کچھہ ایسا عمدہ اور قابل دید نہیں مگر بقول مشہور شرف المکان بالمکین صرف بزرگوار و مقدس سید کی وجہ سے دور دور مشہور ہو گیا ہے اور معتقدین اولیا ہزارون کوس سے اسکی زیارت کو آتے اور نہایت محظوظ ہوتے ہین۔ حضرت سید محمود بحار کا بڑے اولیائے کاملین مین شمار کیا جاتا ہے اور درحقیقت میں جب آپکی تاریخی واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہندوستان کے اولیا کی فہرست میں آپکا نام نامی جلی حرفوں میں لکہا دکہائی دیتا ہے۔ آپ حضرت سید ناصر الدین شہید سون پتی کی اولاد میں سے ہیں جنکے خوارق و کرامات کی شہرت ہندوستان سے لیکر عرب تک پہیلی ہوئی ہے حضرت سید محمود بحار روشنی کے علاوہ علم و فضل میں اپنا نظیر نہ رکہتے تہے اور چونکہ تمام علوم و فنون مین دستگاہ کامل رکہتے تہے اسلئے اُس زمانہ کے لوگ آپکو بحار کہا کرتے تہے

مزار حضرت سید محمود بحار

آپکا لقب محی العظام ہے اور ہندی لوگ آپکو راجہ ہاڑ گوڑ کہتے ہیں اور اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بڑہیا بیوہ عورت کا فرزند سفر کو گیا تہا جب اُسے ایک زمانہ سفر میں گذر گیا اور ماں کو کہیں سے خبر نہ ملی تو وہ مایوس ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مضطربانہ لہجے میں عرض کیا کہ حضرت! میں بیوہ عورت ہوں اور میرا دنیا میں کوئی مددگار نہیں صرف ایک بیٹا تہا جسے میں اپنے تاریک گہر کا چراغ سمجہتی تہی اور اُسکے عشق ووارفتگی میں دنیا کی تمام چیزوں کو ہیچ خیال کرتی تہی عرصہ سے غائب اور مفقود الاثر ہو گیا ہے آپ دعا کیجے کہ خدا اُس سے مجہی ایکدفعہ اور ملائے آپنے مکاشفہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا فرزند مرگیا اور علاوہ خشک ہڈیوں کے اور کچہہ باقی نہیں رہا ہے آپنے جناب الہی میں نہایت الحاح وزاری سے دعا کی اور گڑگڑا گڑگڑا کر فرمایا کہ خداوندا مجہپر اور اس بیکس پر رحم فرما اور اس مضطر وعاجز بیوہ عورت کو اسکے فرزند سے ملاکر محظوظ کر خدا تعالےٰ نے آپکی دعا کو قبولیت کا جامہ پہنایا اور اپنی قدرت کاملہ سے سوکہی ہڈیوں میں جان ڈالکر اُسے اُسکی ماں سے ملادیا اور اولیا امتی کانبیا بنی اسرائیل کا پورا پورا جلوہ دکہایا ؎ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید؛ دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا میکرد؛ اس واقعہ کے بعد آپکا لقب محی العظام اور راجہ ہاڑ گوڑ یعنے بادشاہ استخوانہا ہو گیا۔

حضرت سید محمود بحار کے کمالات ظاہری اور اوصاف باطنی انتہا درجہ کی شہرت کی وجہ سے محتاج بیان نہیں ۸۸۳ ہجری صفر کی بائیسویں تاریخ کو آپکا انتقال ہوا اور یہی جگہ آپ کے عقیدتمندوں نے دفن کیا ہر سال میں صفر کی بائیسویں تاریخ کو یہاں بڑا بہاری عرس ہوتا ہے اور اطراف وجوانب کے بہت سے لوگ جمع ہو کر اس عرس میں شریک ہوتے ہیں آپکے معتقدین خاص نے مزار کے ارد گرد ایک کچی چاردیواری کہینچ دی ہے اور اکثر اوقات دروازہ مقفل رہتا ہے آپکے مزار کو بنے ہوئے اب تین سو چوراسی برس کے قریب عرصہ گذرتا ہے مزار کی پوری کیفیت دکھانیکے لئے نقشہ درج کیا جاتا ہے۔

بزرگان دین کے مزارات کے متعلق جو کچہہ مجہے لکہنا تہا لکہہ چکا اب صرف دو مشہور مقاموں کے متعلق کچہہ لکہنا باقی ہے ایک کالکا مندر دوسرے جنتر منتر چنانچہ میں ان دو مقاموں کا بہت اختصار کے ساتہ ذکر کرکے ختم باب کرتا ہوں۔

نمبر ۹۵

کالکا مندر - اسی نواح میں شاہجہاں آباد دہلی سے چھ کوس کے فاصلہ پر جنوب کی طرف واقع ہے اور یہ ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں سنبہ اور اسنبہ نامی دو راچھس تھے جنکے ہاتھوں اُس زمانہ کے دیوتاؤں نے سخت تکلیفیں اٹھائیں تہیں آخر کار دیوتا مجبور ہوکر برہما کے پاس فریاد لیگئے اور اس نے اپنا عجز ظاہر کرکے انکو پاربتی کا حوالہ دیا دیوتا پاربتی کے پاس انکو لیگئے اور اس نے انہیں اپنی پناہ میں لے لیا کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ پاربتی کے منہ میں سے ایک دیبی کوشکی نام پیدا ہوئی جس نے ان دونوں راچھسوں کو قتل کرڈالا اُن کے خون کی جو بوند زمین پر گرتی تھی اس سے ہزاروں راچھس پیدا ہوتے تھے کوشکی اُنہیں مارتے مارتے حیران ہوگئی اور جب وہ بہت خفا ہوئی تو مین خفگی کی حالت مین اسکے لبوں سے کالی دیبی پیدا ہوئی جس کا ایک ہونٹ تو زمین پر تہا اور دوسرا آسمان پر جا لگا تہا کالی دیبی منہ پہاڑے بیٹھی رہی اب کوشکی نے یہ ترکیب شروع کی کہ جس راچھس کو مارتی تہی اُس کا خون زمین پر گرنے نہیں دیتی تہی اور کالی دیبی اُسے غڑپ سے نگل جاتی تہی اس سے اُن راچھسوں کا شر دنیا سے دور ہوا۔ آخر میں کالی دیبی نے اس پہاڑ پر جہاں اب یہ مندر قائم ہے اپنا استھان کیا۔ پانڈوں کو خبر ہوئی تو اسکی پرستش کرنے لگے اور آجتک بسر کئے جاتے ہیں پہلے زمانہ میں اس مقام کی پرستش بہت کم ہوتی تہی لیکن اب بہت کچھ زور بندہ گیا ہے اور ہندو لوگ نہایت اعتقاد رکھتے ہیں عرصہ ہوا کہ مہاراجہ سیندہیا نے موضع بہاپور کو اس مندر کے لئے وقف کردیا تہا مگر بعد کو بجائے اسکی آمدنی کے کل سو روپیہ سالانہ مقرر کیا گیا اب وہ بھی بند ہے یہاں کے پجاری کچھہ زراعت سے اور کچھہ چڑہاوے کی رقم سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں چیت کے مہینے میں یہاں بڑا بہاری میلہ ہوتا ہے اور ہزاروں آدمی جمع ہوکر پوجا پتری کرتے ہیں ابتدا میں اس مقام پر کوئی مندر وغیرہ نہ تہا کئی ہزار سال کے بعد کسی شخص نے یہاں بارہ در کا صرف لداؤ بنایا تہا مگر سمت ۱۸۱۶ میں درگا سنگہ نامی نے اسکے گرد سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا کٹہرا بنوا دیا۔ بعد کو مندر کی رونق بڑہانے کے لئے یہاں کے پجاریوں نے چاہا کہ کوئی شخص اس لداؤ پر برج بنوا دے مگر کسی شخص نے اسکی حامی نہ بھری آخر کار مرزا راجہ کدار ناتھ جو قوم کا بنیا تہا اور اکبر شاہ کے عہد میں نظارت کی پیشکاری کا عہدہ رکہتا تہا مندر کے برج

بنانے کا ارادہ کیا چنانچہ ذوقی کہار کی معرفت چند روز میں بنکر تیار ہو گیا لداؤ کے گرد سنگین تیرہ ستونوں کی غلام گردش بنائی گئی اور اندر کے لداؤ میں بارہ دروازے قائم کئے گئے باہر کی غلام گردش میں چھتیس در رکہے گئے اور بارہ ضلع کا مندر بنکر طیار ہوا اب جب سے یہان میلہ جمنے لگا ہے تو مہاجنوں اور بنیوں نے مندر کے آس پاس میلے مین جانے اور وہان آرام پانے کی غرض سے بہت سے مکانات بنوا لیئے ہیں۔ مندر کے آگے سنگ سرخ کی دو شیر کی مورتیں رکہی گئی ہیں جنکی لوگ پوجا کرتے ہین شیروں کی مورتوں پر ایک بڑا گہنٹہ لٹک رہا ہے جو پوجا کے وقت بجایا جاتا ہے اور حاضرین دیبی مائی کی جے کہکر چلاتے ہیں۔

جنتر منتر۔ قطب کو جاتے ہوئے رستہ میں ایک طرف جنتر منتر کی عمارت ملیگی جسے راجہ جے سنگہ والی جیپور نے محمد شاہ بادشاہ کے عہد سلطنت مین بموجب حکم بادشاہ رصد کے طور پر ستاروں کے علوم معلوم کرنیکے لئے بنایا تہا اس میں بڑی سے بڑی عمارت وہ شاندار قطب نما ہے جسے دہوپ گہڑی یا سمرت منتر کہتے ہیں عمارت کی جسامت مفصلہ ذیل ہے

وتر کی لمبائی - ۱۱۸.۵ فیٹ - قاعدہ کی لمبائی - ۱۰۴.۵ فیٹ - عمود کی لمبائی - ۵۶۲۵ فیٹ

یہ عمارت اب بہت شکستہ ہو گئی ہے ذرا فاصلہ سے بڑی دہوپ گہڑی کے سامنے ہی ایک اور عمارت ہے جو پہلی عمارت سے بہتر حالت میں ہے یہ بہی ایک دہوپ گہڑی ہے یا یوں کہو کہ چند گہڑیان ایک ہی عمارت میں مشترک ہیں بیچ میں ایک زینہ ہے جو چوٹی تک جاتا ہے اور اسکے پہلو کی دیوارین ہم مرکز نصف دائرہ کے گرداگرد ہیں جنکا میلان افق کی جانب ہے اور یہ نصف النہار دن کا کام دیتی ہیں جو رصد کے نصف النہار سے ذرا ہٹے ہوئے ہیں بیرونی دیواروں مین بہی درجے بنے ہوئے ہیں جو مقیاس کا کام دیتے ہیں یہ کل چار مقیاس ہیں جو ایک دیوار کے ذریعہ سے ملے ہوئے ہیں اسکے شمالی جنوب میں ایک برا جو پہلو نصف دائرہ بنا ہوا ہے۔ جسکے ذریعہ سے اجرام فلک معلوم کر سکتے ہیں بڑے قطب نما کے جنوب مین مشرق و مغرب کی طرف دو گول عمارتیں بنی ہوئی ہیں جو اوپر سے بالکل کہلی ہوئی ہیں ان کے دائروں کے بیچ میں ایک ایک ستون ہے۔ ستون کی جڑ میں سے فرش پر تیس پتہر کی نصف قطر بنے ہوئے ہیں اور انمین جون جون ستون سے ہٹتے جاؤ وون وون فاصلہ بڑہتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ گول دیوار تک

پہونچ جاتے ہیں۔ نصف قطروں کا ہر اور میانی زاویہ چھہ درجہ کا ہے اور چونکہ ہر زاویہ مین برابر درجے ہیں اس سبب سے ہر دائرہ میں ۳۶۰ درجے ہوئے۔ نصف قطروں کی درمیانی دیوارون میں کچھہ فاصلہ پر دو چوکور پتھر رکھے ہیں تاکہ مشاہدہ کرنے والا اسی بلندی تک چڑھ سکے جہاں سے رصد کے درجے پڑھ لے۔ ہر دروازے میں دو دو کھڑکیاں ہیں اور بعض اُن میں سے ابتک سالم و محفوظ بھی ہیں۔ دروازے کے کنارے پر سورج کی عمود کے درجوں کا خط مماس ہے جیساکہ ستون کے سایہ سے ظاہر ہوتا ہے جو ایک درجے سے ۴۵ درجے تک ہے جب سورج اس بلندی سے گزر جاتا ہے تو درجوں کے جو نصف قطروں پر بنے ہوئے ہیں اور جنکا شمار ستون سے ہوتا ہے باینطور کہ عمود کا باقی ماندہ حصہ شمار ہوا ان درجوں کے منٹ بنجاتے ہیں سامنے کی فاصلوں کی دیواریں منٹوں میں تقسیم نہیں کی گئیں ہیں صرف ہر درجہ کو چھہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ان میں کے کسی حصہ پر سورج کا سایہ پڑکر سورج کی افق کو ظاہر کرتا ہے اسیطرح چاند اور ستاروں کے افق اور عمود بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ الغرض یہ دونوں عمارتین چونکہ ہر بات میں یکساں ہیں اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ بیشک یہ دونوں اسلئے بنائی گئی ہوں گی کہ مختلف مشاہدات جو ایک وقت میں کئے جائیں انکی صحت اچھی طرح کیجاسکے۔ مگراب یہ دونوں عمارتیں نہایت خراب اور شکستہ ہوگئی ہیں اور انکے بہت سے مقامات ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں جن سے اصل بانی کا پورا پورا منشا دریافت نہیں ہوسکتا اور نہ یہ بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ اُس نے انمین کن کن چیزوں کی ایجاد کی تہی بظاہر جو سمجھہ مین آیا اُسے لکھکر ہدیہ ناظرین کیا فقط

تمت

اعلان

اس کتاب یعنی دہلی گائیڈ المعروف بہ رہنمائے دہلی کے جملہ حقوق تصنیف و تالیف ہمیشہ کیواسطے مشتہر کے نام محفوظ ہیں اور یہ کتاب باضابطہ رجسٹری کرادی گئی ہے۔ لہذا کوئی صاحب بلا اجازت اسکے جزو کل چھاپنے کا قصد نفرمائیں ورنہ بالعوض نفع۔ نقصان اُٹھانا پڑیگا۔

المشتہر

(مرزا محمد عبد الغفار بیگ مالک افضل الاخبار دہلی)